توضیحاتِ مجددیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۝٣ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٤ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ
اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٥ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ۝٦ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

مؤلف

سیّد محمد مسعود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

بسمِ اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم

توضیحاتِ مجددیہ

مؤلف

نائبِ مجدد، وارثِ علوم ومعارفِ خواجہ سیّد نور محمد

حضرت سیّد محمد مسعود الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

المعروف، صوفی صاحب زیبِ سجادہ، دارالارشاد، چورہ شریف۔

جماعت خدام اهل سنت، رجسٹرڈ، پاکستان۔

جملہ حقوقِ اشاعت محفوظ ہیں

کتاب	توضیحاتِ مجددیہ
مولف	سیّد محمد مسعود الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت اول	مارچ 2004
تعداد	1100
ضخامت	256
کمپوزنگ	زوجہ و محمد مستحسن رشید
پرنٹر	PRS Printers, LHR
ناشران	جماعت خدام اہلسنت (رجسٹرڈ) چورہ شریف، اٹک
ہدیہ	120 روپے

دستیابی
مکتبہ انوار مجددیہ، 345/2 علی ٹاون، سنت سنگھ روڈ، فیصل آباد۔
مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔
مکتبہ ضیاالقرآن، گنج بخش روڈ، لاہور۔
مکتبہ اسلامیہ، امیں پور بازار، فیصل آباد۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	انتساب	8
	عرضِ مؤلف	9
	مقدمہ، از پروفیسر محمد اقبال مجددی	14
	تقریظ، از حضرت علامہ محمد صدیق نقشبندی	30
1	مکتوبات امام ربانی کے بارے میں علمائ کی رائے	32
	اقتباس مقدمہ برعوارف المعارف از مولانا شمس بریلوی	
	اقتباس مقدمہ برمکتوبات شریف از حکیم محمد موسیٰ امرتسری	
	مضمون ہزارۂ دوم یا الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ، از مناظر احسن گیلانی	
	السواد الاعظم، تقدیم از سید انور علی، ڈاکٹر اشتیاق قریشی کے تاثرات	
2	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مجددیت	45
	مجدد دین امت محمدیہ	
	حدیثِ تجدید	
	مجدد کون ہوسکتا ہے؟ مجدد کا زمانہ	
	مجدد کی بعثت	
3	مکتوبات کی صورت میں مجددیت کا دعویٰ	57
	حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارے میں اکابرین امت کی شہادت	

مولانا علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حضرت شاہ فتح محمد فتح پوری، مرزا مظہر جان جاناں شہید
4 دسویں صدی اور عہدِ اکبری 78
الف ثانی کا مغالطہ
نقطوی تحریک
الف ثانی کی اہمیت
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ
تبلیغ و دعوت کے وسیع انتظامات
5 وحدت الوجود اور وحدت الشہود 96
ایک نئی تجدیدی شخصیت کی ضرورت
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منصفانہ مسلک
توحید وجودی کی مخالفت کی ضرورت
6 سکر و صحو 119
حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک بدعت کا مفہوم
ذکر خفی اور ذکرِ جہر
7 مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر تنقیدات کا جائزہ 140
ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مجدد قدس سرہٗ پر اعتراضات مع جوابات از حضرات القدس
حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مؤلف کے نزدیک
حدائقِ بخشش کے اشعار کے بارے میں استفتاء

نفحات الانس 161
زُبدۃ الاثار، تلخیص بہجۃ الاسرار
اخبار الاخیار، از حضرت عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
رودِ کوثر، مصنفہ شیخ محمد اکرم مدظلہٗ
مبداء و معاد، از امام سرہندی قدس سرہٗ
مکتوبات شریف، جلد ثالث، آخری مکتوب بنام نور محمد تہاری
حضرات القدس
مقاماتِ مظہری، تالیف حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 177
حاشیہ، از پروفیسر محمد اقبال مجددی
مکاتیب شریفہ، حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
فتویٰ، محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری
مکتوب 293، دفتر اول، بنام شیخ چتری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مکتوب 216، دفتر اول، بنام مرزا احسام الدین رحمۃ اللہ
ہدیہ مجددیہ، مصنف حضرت مولانا وکیل احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
8 <u>مجدد الف ثانی کے مکاشفات، ملفوظات، کرامات</u> 229
مکاشفات
ملفوظات
کرامات
حرفِ آخر 250

سالہا باید کہ تا یک سنگ قابل ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
دَورہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

انتساب

حضرت شیخنا و اِمامنا وقبلتنا، قطب الاقطاب،

غوث الشیخ والشاب، حضرت مجدد الف ثانی خازن الرحمۃ الربانی،

بحرالاسرارالالٰھیہ، مزین اطوار النقشبندیہ، حجۃالعرفاء المحققین،

ختم العلمأ الراسخین، شیخ الاسلام والمسلمین،

الشیخ احمد الفاروقی الکابلی النقشبندی السھرندی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن کے فیضِ اقدس سے سلسلۂ نقشبندی انتہائی عروج پر پہنچا۔ آپ نے اپنے علوم قدسیہ اورعلمِ لدنیہ سے شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے وہ اسرار اور رموز ظاہر فرمائے کہ علماءِ محققین اور مشائخِ راسخین انگشت بدنداں رہ گئے۔ آپ سے پہلے اگرچہ اولیائے کرام نے طریقت کے اسرار بیان فرمائے ہیں لیکن وہ منصۂ شہود پر نہیں آئے کیونکہ وہ نایاب ہوگئے ہیں، جن کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان اسرارِ غامضہ پر پڑے ہوئے پردوں کو اٹھایا۔ انہی کے فیوضات و برکات کے سلسلہ میں مرکز نقشبندیہ مجددیہ چورہ شریف بھی فیض یاب ہے۔ اس بستی میں سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد قائم کرنے والے حضرت خواجۂ خواجگان، غوثِ زمان، قطب دوراں، حضرت خواجہ سیّد نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ ان ہی کی اولاد ہونے کا شرف مجھ جیسے ناچیز بندہ کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کے طفیل اپنے جداعلیٰ المعروف حضرت باواجی صاحب کے جاری کردہ سلسلہ کو پھیلانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے،

آمین۔

عرضِ مؤلف

الحمد للّٰہ الذی کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سیّدالانبیاء حبیب کبریا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ و علیہ وعلیٰ آلِہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

من بندۂ ناچیزم، محمد مسعودالحسن بن حضرت سیّدمحمد سعید شاہ بن حضرت سیّد غلام محمد شاہ بن حضرت سیّد شاہ محمد بن حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانیٔ مرکز نقشبندیہ مجددیہ چورہ شریف۔ یہ بندۂ حقیر خانوادۂ چورہ شریف میں سے ایک ادنیٰ سا فرد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ بطفیل حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بفیضِ روحانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جناب حضرت خواجہ سیّد نور محمد صاحب المعروف باواجی صاحب کا فیض اس قدر ظہور پذیر ہوا کہ ہر جگہ آپ کے سلسلہ سے نسبت رکھنے والے بلاواسطہ یا بالواسطہ پائے جارہے ہیں۔

چورے کی بارگاہ کا جہاں میں ظہور ہے
چمکا ستارہ فیض کا نزدیک و دور ہے

بندۂ ناچیز سکول کی واجبی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد، فارسی نظم حضرت مولٰینا قاضی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، پنڈی سرہال ضلع اٹک سے مکمل کرنے اور صرف ونحو اپنے قرب وجوار موضع پنڈ سلطانی میں حضرت مولٰینا فیض عالم صاحب سے پڑھنے کے بعد

گجرات حضرت مولٰینا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوا۔ پھر وہاں سے لاہور حزب الاحناف دہلی دروازہ میں داخل ہوا، جہاں پر حضرت مولٰینا مفتی استاذ العلماءٔ محمد حسین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ساتھ ہی حضرت مولٰینا امین الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضروی اٹک سے منطق وفلسفہ کی کتابیں پڑھی گئیں۔ حزب الاحناف دو سال قیام ہوا پھر حضرت قبلہ مفتی صاحب نے واپس گجرات بلا لیا، انُہی سے دورۂ حدیث مکمل ہوا۔ ابھی درسِ نظامیہ نصاب کی کچھ کتابیں باقی تھیں، وہ حضرت مولٰینا استاذ العلماءٔ حضرت قاضی محمد عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھلا بٹوی ہزاروی سے پایہ تکمیل تک پہنچا دی گئیں، اس طرح درسِ نظامیہ کا پورا نصاب مکمل کرلیا گیا۔ تعلیم مذکورہ کے دوران ہی حضرت قبلہ والد بزرگوار نے حکم فرمایا کی علومِ شرقیہ کے امتحانات بھی دے لو، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق منشی سے فاضل اور مولوی فاضل دونوں کے امتحانات میں کامیاب ہوا۔

ہم پانچ بھائی تھے، قبلہ حضرت صاحب نے پانچوں کو ملازمت سے منسلک کر دیا۔ اس طور پر بندۂ ناچیز تیس سال ہائی کلاسوں کی تعلیمات انجام دیتا رہا، یہی وجہ ہے کہ اردو زبان میں اچھی خاصی مہارت حاصل ہوئی، اسی وجہ سے اردو زبان میں تحریر شدہ کتابوں کے اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں، یہ محض اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل وکرم ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمْ۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشتم ناقۂ بے زمام را

(علامہ اقبال مرحوم)

اس تالیف کا مقصد کسی کی تردید و تنقیص نہیں ہے، اس کتاب میں حضرت فاضل

بریلوی صاحب کی چند عبارات نقل کی گئی ہیں۔ بریلوی مکتبۂ فکر والوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ کتاب میں حضرت فاضل بریلوی پر تنقید کی گئی ہے۔ حاشا وکلا یہ خیال ہرگز نہیں کیونکہ یہ میرے اساتذہ کے سلسلہ میں آتے ہیں، جیسا کہ اپنی تعلیم کے بارے میں عرض کر چکا ہوں بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی صاحب کا چند مسائل میں جو مسلک ہے، ان کو بیان کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مسلک کو بیان کیا گیا ہے تا کہ وہ شکوک جو درمیان میں حائل ہیں ان کو حل کیا جائے۔ یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ ہر چہار سلاسل سے وابستگان حضرات اپنے ہی پیرانِ طریقت کے فضائل وکمالات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیوضات وبرکات سے چورہ شریف کا خاندان مستفیض ہے تو مجھ جیسے حقیر بندے نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کی تعلیمات کا پرچار کرنے کے لئے ایک مختصر سی تالیف عقیدتمندوں کے سامنے پیش کی جائے تا کہ آپ کی تعلیم پر ہر خاص وعام واقف ہو اور خاص طور پر وہ لوگ جو حضرت امام سرہندی سے روحانی نسبت قائم کئے ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح حضرت مجدد قدس سرہٗ کے اقوال واحوال اور مسائل پر عبور کرتے ہوئے اندازہ لگائیں کہ حضرت امام سرہندی کا مقام کتنا بلند وارفع ہے۔ ویسے تو آپ کی سیرت پر بہت سی تصانیف پائی جاتی ہیں، حضرت ابوالحسن زید فاروقی ''حضرت مجدد اور ان کے ناقدین'' سیّد زوار حسین شاہ کراچی۔ ''حضرت مجدد الف ثانی'' یہ کتابیں اور اسی طرح کی دوسری تصانیف بہت ضخیم ہیں، جن کی خرید ہر آدمی کے لئے آسان نہیں ہے، لہٰذا یہ مختصر سی تالیف ان کی آسانی کے لئے ہے تا کہ خرید کر اپنی عقیدت کو تازہ کریں۔

یہ سب میرے جد اعلیٰ حضرت باوا جی نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب کا فیض ہے کہ مجھ جیسا ایک حقیر انسان بھی حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کمالات بیان کرنے کے لئے رطب

اللسان ہے۔ میرے جداعلیٰ کا یہی فیض عمومی ہے کہ آپ نے فیض عطا کرنے میں فراخدلی سے کام لیا۔ آپ کے چار خلف الصدق صاجبزادگان تھے۔ حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد صاحب ،حضرت خواجہ سیّد دین محمد صاحب اور حضرت خواجہ سید شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضرت باوا جی صاحب نے ان تینوں کو خلافت عطا فرما کر مجازِ طریقت فرمایا لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چورہ شریف کے بعض صاجبزادگان یہی پرچار کرتے ہیں کہ چورہ شریف میں حضرت باوا جی صاحب کے صرف دو صاجبزادے سجادہ نشین قائم ہوئے تھے، تیسرے کا نام نہیں لیتے۔ قارئین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت سیّد شاہ محمد صاحب بھی دوسرے بھائیوں کی طرح سجادہ نشین ہوئے ہیں، یہ تحریر اسی لئے کی جارہی ہیں تاکہ عقیدت مند غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں حضرت سیّد محمد عادل شاہ صاحب بن حضرت دین محمد صاحب نے اپنی کتاب انوار تیراہی جو کہ حالات حضرات چوراہیہ پر مشتمل ہے، میں حق کی بات تحریر کی ہے۔ ’’حضرت خواجہ سیّد شاہ محمد صاحب، فرزند چہارم حضرت نور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (فرزند اسلئے لکھا ہے کہ حضرت باوا جی صاحب کے بڑے صاجبزادے حضرت احمد گل صاحب تیراہ میں ہی رہ گئے تھے) حضور کے نہایت محبوب تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شاہ محمد ہمارے گھر کا چراغ ہے۔ آپ قرآن شریف کے عاشق تھے صدہا مرتبہ مؤلف رسالہ کے ساتھ قرآن شریف کا دور کیا گیا تھا اور روز صبح سے ظہر تک پندرہ سیپارے اور ظہر سے بعد شام تک پندرہ سیپارے باہم سنایا کرتے تھے اور آپ سورہ خمسہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور نہایت صاحب کمال تھے اور صاحب لفظ تھے جو بات ان کی زبان سے نکلتی رہی، ضرور پوری ہوتی رہی۔ عبادت اور ریاضت میں آپ ایک جلیل قدر مرتبہ رکھتے تھے۔ یہ نسخہ میرے پاس بھی موجودہ ہے۔

تالیف میں معاونین احباب۔

اس تالیف میں جو اقتباسات لئے گئے ہیں وہ بابو محمد یوسف مجددی صاحب مرحوم مصنف جواہر نقشبندیہ اور عزیزم محمد خلیل صاحب برادر اصغر محمد یوسف کے کتب خانوں سے حاصل کئے گئے، سب سے زیادہ امداد عزیزم محمد خلیل صاحب کے ہاں ہوئی کیونکہ ان کے کتب خانے میں کثیر تعداد میں کتابیں ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ ان کے ہاں قیام زیادہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے زیادہ کتابیں دیکھنے کا موقع ملتا رہا اس کے بعد مکرمی محمد اقبال احمد فاروقی مکتبہ نبویہ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود اس مسوّدے پر نظر ثانی فرمانے کی حوصلہ افزائی سے نوازا اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عنایت فرمائے، آمین۔

سیّد محمد مسعود الحسن شاہ گیلانی

دار الارشاد، چورہ شریف۔

مقدمہ

گیارھویں صدی ہجری وہ زمانہ ہے، جس میں حضرت امامِ ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ف 1034ھ /1624ء) کے خیالات، افکار و تعلیمات کی نشو و نما ہوئی۔ یہ صدی کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھی، اس صدی میں مختلف فرقوں کی بھر مار رہی، مسلمان عقلیت پسندی کے طوفان کی زد میں آ گئے، ایران میں عقلیت پرستی کی حد ساری مذہبی قیود سے آزاد ہو چکی تھی۔ ایرانی افکار کی لپیٹ میں آنے والا سب سے پہلا اور نزدیک ترین ملک ہندوستان ہی تھا۔ ہندوستان میں شریعتِ اسلامی کی گرفت پہلے ہی کمزور پڑ گئی تھی اور ہندوستان میں عقلیت کا دعویدار گروہ، اکبر بادشاہ کو اپنا حامی بنا کر راسخ العقیدہ علماء و مشائخ اور امرأ کے گروہ سے پوری طرح نبرد آزما تھا۔

ان حالات میں عالمِ اسلام سے آزاد خیال، بے دین اور تقلید کا تمسخر اڑانے والے بکثرت ہندوستان پہنچ گئے، یہاں کا ماحول پہلے ہی ایسے خیالات و افکار قبول کرنے کے لیے تیار تھا۔ یہ اکبر بادشاہ (963-1014ھ/1605-1006ء) کے عہدِ حکومت کے چند آخری سالوں کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (ف 1012ھ)، 1008ھ کو ہندوستان تشریف لے آئے۔ آپ نے حالات کا بغور جائزہ لیا اور دہلی میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی، آپ نے نہایت خاموشی کے ساتھ

ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلام کی حقانیت ترویجِ شریعت اور احیائے دین کے لیے ایک ایسے مشن کا آغاز فرمایا، جو ایک دن واقعی اس قابل ہو گیا کہ عقلیت پرست گروہ کا مقابلہ کر سکے۔ آپ نے راسخ العقیدہ علمأ ، مشائخ اور امرائے دربار کو اپنا ہم خیال بنا کر دینِ الٰہی اور اس کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کی، ان علمأ و مشائخ میں سے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امرأمیں سے نواب مرتضٰی خان فرید بخاری، عبدالرحیم خانِ خاناں وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے اکبر کے حواریوں یعنی ملا مبارک ناگوری اور اس کے دونوں نابغۂ روزگار بیٹوں، فیضی اور ابوالفضل کے اسلام کے خلاف اقدامات کا مقابلہ کرنے کے لیے مؤثر لیکن راز داری سے ایسی مہم چلائی کہ اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر کو اس کا جانشین ہی صرف اس بنیاد پر بنایا کہ اس سے عہد لے لیا کہ وہ بادشاہ بننے کے بعد اکبر کے جاری کردہ تمام خلافِ اسلام احکام منسوخ کر دے گا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا اکبر کے حینِ حیات ہی میں 1012ھ کو انتقال ہو گیا تھا، آپ کے وصال کے بعد احیائے دین کی اس تحریک کو آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت مجدد الف ثانی نے آگے بڑھایا۔ دراصل اکبر کے بعد جہانگیر کی جانشینی ہی اس تحریک کا نقطۂ آغاز تھا۔ اب حضرت مجدد الف ثانی نے ان بدلے ہوئے حالات کا بغور جائزہ لیا، اکابر اور راسخ العقیدہ امرأ کو اپنا ہم خیال بنا کر ملک سے بدعات ختم کرنے اور ترویجِ شریعت کے لیے کام شروع کر دیا۔ نواب مرتضٰی خان فرید بخاری ہی کی تائید و حمایت سے جہانگیر بادشاہ بنا تھا، اس نے تخت نشین ہوتے ہی نواب صاحب کو بلند ترین مراتب و مناصب دے کر حالات درست کرنے کے لئے کہا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے خط و کتابت کے

ذریعے نواب موصوف کو پہلے توان اقدام سے آگاہ کیا جو اکبر کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کیئے گئے تھے، اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ ایسے الفاظ میں کھینچا کہ اس سے یہ سمجھنا کتنا آسان ہو گیا ہے کہ آپ کے دل و دماغ میں اسلام کی سربلندی کے لئے کتنی تڑپ، بے چینی اور بیدار مغزی تھی کہ جہاں کہیں آپ اسلام کے خلاف کوئی کارروائی ہوتے دیکھتے یا سنتے تو آپ کی رگِ فاروقی وحمیتِ دینی فوراً غیرت میں آجاتی اور آپ کے مبارک قلم سے بے ساختہ ایسے جملے نکلتے جو ایک عام انسان سے ممکن ہی نہیں بلکہ واقعی ایک مصلحِ ملک وملت ہی لکھ سکتا ہے۔

اگر صرف امرائے سلطنت کے نام آپ کے مکاتیبِ شریفہ یکجا کر دیئے جائیں تو آپ کے مقصدِ حیات یعنی ترویجِ شریعت کے لئے آپ کی سعی ہائے مشکور سامنے آجاتی ہیں کہ کن حالات میں آپ نے احیائے دین کے لئے تحریک کا آغاز کیا اور یہ مبارک تحریک کن کن مرحلوں سے گزری اور بالآخر دینِ الٰہی کا خاتمہ ہوا۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک کو سمجھنے کے لئے ہم اس عہد کی ایک ایسی جامع فکری، مذہبی اور معاشرتی تاریخ مرتب کریں جس کے پس منظر میں آج کی جدید تعلیم یافتہ نسل کو یہ بتا سکیں کہ آپ کے خیالات وافکار ہر دور میں ویسی ہی اہمیت کے حامل ہیں جیسے کہ یہ آپ کے زمانے میں تھے۔

یہ حضرت مجدد الف ثانی کے ایثار، خلوص اور دین داری کا صلہ تھا کہ جہانگیر کے بعد تخت نشین ہونے والے اس کے دونوں جانشین یعنی شاہجہاں اور اورنگ زیب خود دین دار تھے اور ان کی تائید وحمایت میں آپ کے ساتھیوں نے اس مشن کی تکمیل کے لئے کوشش کا آغاز کیا تو وہ اس میں بہت حد تک کامیاب ہوئے، ان میں اورنگ زیب

کی تو روحانی تربیت ہی آپ کے فرزندِ گرامی قدر، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ نے کی تھی اور انہوں نے جس طرح بادشاہ کو اسلام کی سربلندی کے لیے تیار کیا، وہی مجددی تحریک کا نقطہ عروج تھا۔

ہندوستان سے دینِ الٰہی کے خاتمے اور مسلم معاشرے سے اس کے اثرات زائل کرنے کے باب میں آپ کے کارنامے بہت تفصیل کے مقتضی ہیں، مختصر یہ کہ یہی مبارک کارنامہ احیاء وتجدیدِ دین ہی آپ کو مجدد الف ثانی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا موضوع ہی حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت ہے، اس لیے ہمیں طویل تمہید کا سہارا لینا پڑا۔ مؤلف بزرگ نے آپ کی مجددیت کے اثبات میں بہت سے دلائل اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں، جو قابلِ قدر کوشش ہے لیکن ہمارے صوفیہ سلاسل میں کچھ نشیب وفراز بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک مسئلہ اولیائے کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا ہے جو بعض اوقات تو افسوسناک حد تک غلو کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ صوفیائے کرام نے اپنی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات میں اکابر صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے، مشائخ کے تذکروں میں اس قسم کے اشارات ملتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں عوام میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی اور نقشبندی حلقوں میں یہ بات گردش کرنے لگی تھی کہ حضرت باقی باللہ اپنے مرید حضرت مجدد الف ثانی کے طفیلی ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ افواہ نقشبندی افراد میں اس زور وشور سے پھیلی کہ معاصر ماخذ زبدۃ المقامات کے مؤلف کو اس کی تردید کرنا پڑی۔ اس افواہ کے

پھیلنے کا سبب حضرت مجدد الف ثانی کا وہ باطنی عروج تھا جو آپ کے دیگر خلفاً کو کم نصیب ہوا، گویا اس سلسلے کے معتقدین یہ سمجھنے لگے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی حضرت باقی باللہ سے افضل ہیں۔ افضلیت کے مسئلہ کا تعلق منازلِ سلوک سے بھی ہے مثلاً یہ عام سی بات ہے اور صوفیہ کے سلاسل میں اس کی اجازت بھی ہے کہ ایک مبتدی مرید اپنے شیخ کو دیگر تمام شیوخ سے افضل سمجھے اس امر سے اس کے مدارجِ سلوک بآسانی طے ہونے کی توقع ہے۔

ایک اور معاصر ماخذ مقاماتِ معصومی (1) میں ہے کہ بعض مریدین حضرت خواجہ محمد معصوم کو حضرت مجدد الف ثانی سے افضل سمجھتے تھے ابتدأ میں حضرت خواجہ نے انھیں سمجھانے کی سعی کی لیکن ان مبتدیوں کے مکاشفات میں یہی امر بار بار وارد ہوتا تھا تو حضرت خواجہ نے ان نومشق حضرات کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ جب پختہ کار ہو جائیں گے تو ان پر اصل حقیقت از خود واضح ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے زمانے میں جہاں دیگر مسائل نے اختلاف کا رُخ اختیار کیا ان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم قدس سرہٗ کے قول "قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه" نے بھی اختلافی شکل اختیار کر لی تو اس مسئلہ پر ایک سائل (شیخ محمد چتری) کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی؛

''جاننا چاہیے کہ یہ حکم صرف اس وقت کے اولیأ کے ساتھ مخصوص ہے

---

(1) مقاماتِ معصومی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ کے حالات پر ضخیم کتاب ہے۔ جو آپ کے نواسے شیخ صفر احمد کی تألیف ہے۔ یہ اس سلسلے کا معتبر ترین مأخذ ہے۔ اسے ہم نے تعلیقات وحواشی اور مفصل مقدمہ کے ساتھ ایڈٹ کیا ہے جو جلد اشاعت پذیر ہوگا۔ (محمد اقبال مجددی)

اولیائے متقدمین ومتاخرین اس حکم سے خارج ہیں‘‘۔(1)

غور کریں تو اس توضیح سے کسی قسم کی بے ادبی کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا اس قول کی اسی قسم کی تشریح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے بھی کی ہے۔ حضرت شیخ محدث اس درجہ کے عالم، محدث اور قادری سلسلہ کے بزرگ صوفی تھے کہ ہندوستان میں ان کے مرتبہ کا کوئی قادری صوفی نہیں تھا۔ آپ نے ’’فتوح الغیب‘‘ (تصنیف حضرت غوث اعظم) کی شرح کے دیباچے میں جن شاندار الفاظ میں حضرت غوث اعظم کی مدح کی ہے، کسی نے نہیں کی ہوگی۔ جب حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محدث کی اس باب میں توضیحات یکساں ہیں تو اس میں تعجب اور اختلاف کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

یہ وہی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں، جن پر سلسلۂ قادریہ کا غلبہ تھا اور انہوں نے براہِ راست عالمِ رؤیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ سے بیعت کی تھی اور حضرت غوثِ اعظم نے ہی جب کہ آپ حرمین الشریفین سے واپس دہلی آئے تو عالمِ مکاشفہ میں یہ حکم دیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس سرہٗ سے اخذِ طریقہ کریں اس پر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بہت تعظیم وتوقیر کی اور انہیں سلسلۂ نقشبندیہ کی خلافت سے بھی نوازا، معاصر مؤلف مولانا محمد صادق ہمدانی کشمیری نے جو شیخ محدث کے شاگرد بھی تھے، لکھا ہے:

’’چوں حضرت خواجۂ ما (باقی باللہ) قدس سرہٗ در دہلی تشریف ارزانی فرمودند

---

(1) مکتوبات امامِ ربانی، 193/1

مخدوم (شیخ عبدالحق محدث) را فراوانِ اخلاصِ بحضرت ایشاں پیدا شد، بعداز اشارت از رُوحِ مقدس شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ از حضرت خواجۂ ما قدس سرہٗ اخذِ طریقہ نمودند و ملقن شدند و بعداز چندگاہ اجازہ طریقہ نقشبندیہ از آنحضرت یافتند و بارہا از حضرت مخدوم (شیخ محدث) استماع افتادہ کہ می فرمودند و تمثیل می نمودند کہ نسبتی کہ از حضرت خواجہ بما رسیدہ بانسبتہائے دیگر کہ از اکابر یافتہ ایم نسبتِ روح بجسد دارد۔۔۔حضرت مخدوم (شیخ محدث) از مقتدایانِ سلاسلِ متعدد مجاز اند و خلافت یافتہ لیکن نسبتِ عُلیہ قادریہ بر حضرتِ ایشاں استیلا دارد و در معاملہ بی واسطہ از حضرت غوث رضی اللہ عنہ در حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بہ بیعت ارادت مشرف شدہ بہ بزرگی بشارت یافتہ اند۔۔۔" (1)

یہی مؤلف اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد شیخ محدث پر حضرت خواجہ کی توجہات کی چاشنی وحلاوت بڑھ گئی تھی اور انہوں نے ترکِ علائق کر کے گوشہ نشینی اختیار کرلی، فرماتے ہیں؛

"چوں در ہزار و ہشت حضرت قطب العارفین خواجہ محمد باقی اویسی نقشبندی قدس سرہٗ بدار المعارف دہلی تشریف ارزانی فرمود و مستعدان و خدا پرستانِ عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند حضرتِ مخدوم را فراوانِ محبت و اخلاص بحضرت خواجہ پیدا شد۔ بعداز اشارت از حضرت غوث الثقلین، شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہٗ اخذِ طریقہ نمودہ بطریقۂ نقشبندیہ مشغول شد و بعداز چندگاہ اجازۂ ارشادِ طریقۂ نقشبندیہ از آنحضرت یافت و بعداز وفات حضرت خواجہ حلاوتِ چاشنی خلوت و عزلت در فراق

---

(1) محمد صادق کشمیری ہمدانی؛ کلماتِ الصادقین، مرتبہ محمد سلیم اختر، صفحہ 149

حضرت مخدوم غالب آمدہ ترک آمد و رفت خانۂ عالمیان کرد۔۔۔'' (1)

یہ بات متحقق ہے کہ کئی صوفیہ جامع السلاسل تھے یعنی انہیں بہت سے سلاسل میں بیک وقت اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو سلسلۂ قادریہ میں بھی اجازت تلقین دیتے تھے۔ (2) آپ کے ایک مرید نے آپ سے یا شیخ عبد القادر جیلانی ۔۔۔ الخ کے ورد کی اجازت چاہی تو آپ نے اسے منع نہیں فرمایا۔ (3)

معاملہ اگر حضرت غوثِ اعظم کے قول، (قدمی ھذہ ۔) کی تشریح تک رہتا تو زیادہ اختلاف کا سبب نہ بنتا لیکن دونوں سلاسل (قادریہ و نقشبندیہ) کے معتقدین نہ معلوم کیوں حضرت غوث اعظم اور حضرت مجدد الف ثانی کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی کوشش کرنے لگے حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی نے کہیں بھی ایسا اشارہ نہیں دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بعض دیگر علمی معاملات میں بھی حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ سے اختلاف کیا ہے، مثلاً حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کے سلسلہ میں آپ نے حضرت غوثِ اعظم کی رائے کے بر عکس علمائے اہل سنت کے اجتہاد کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت عائشہ کی افضلیت بیان کی ہے۔ بھلا اس اختلاف کو مخالفت کا رنگ کیسے دیا جا سکتا ہے؟

سلسلۂ نقشبندیہ کے معاصر تذکرہ نویس شیخ محمد امین بدخشی نے حضرت مجدد الف

---

(1) محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقاتِ شاہ جہانی، خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن (طبقہ عاشرہ)

(2) مکتوباتِ معصومیہ ۲/۱۴۹/۲۰۳ (3) مکتوباتِ معصومیہ 3/166..219

ثانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھ پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی محبت غالب ہے اور میں ہمیشہ ان کی فاتحہ خوانی کرتا رہتا ہوں اور فیضِ باطنی کا طالب رہتا ہوں۔ (1)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ایک خلیفہ اور نامور عالمِ دین مولانا محمد طاہر لاہوری (ف ۱۰۴۰ھ) کو حضرت غوث الثقلین سے بڑا اُنس تھا اور انھوں نے حضرت غوثِ اعظم کی روحانیت سے عالمِ مکاشفہ میں باطنی فیض بھی پایا تھا۔ انھی سے حضرت مجدد الف ثانی کے سب سے مشہور خلیفہ شیخ آدم بنوری (ف 1053ھ) نے سلسلۂ قادریہ میں فیض حاصل کیا۔ شیخ آدم نے خود لکھا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے مجھ سے عالمِ رویا میں فرمایا کہ طریقۂ نقشبندیہ کو تمام طریقوں میں زیادہ قرب حاصل ہے۔ (2)

حضرت مجدد الف ثانی نے ہمیشہ ہی حضور غوثِ اعظم اور اکابر سلسلۂ قادریہ کا احترام کیا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلی نے سلسلۂ قادریہ کا خرقہ اپنے پوتے شاہ سکندر کو سونپتے ہوئے وصیت کی تھی کہ یہ جُبّہ شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) کو دے دینا، معاصر ماخذ حضرات القدس میں ہے کہ جب شاہ سکندر یہ جبہ مبارک لے کر سرہند شریف آئے تو آپ نے کس احترام و توقیر کے ساتھ اسے قبول کیا۔ (3) انہی شاہ سکندر نے ایک مرتبہ سرہند شریف آکر حضرت مجدد الف ثانی سے کہا کہ اپنا کوئی فرزند مجھے دے دیں، اس وقت آپ کے فرزندِ اصغر شیخ محمد یحیٰ وہاں موجود تھے تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اسی کو لے لیں تو انہوں نے اس صاحبزادے پر اپنی قادری نسبت کا القا کیا۔ (4)

---

(1) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی، ورق، 167ح، 1/169

(2) محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، خطی، ورق، 132۔ح (3) بدرالدین سرہندی: حضرات القدس مرتبہ محبوب الٰہی، لاہور 1971ء (4) روضۃ القیومیہ 310/1

آپ کا یہی طرزِ عمل تا حیات رہا، یہاں تک کہ آپ کے ایامِ وصال کے زمانے میں جب کہ آپ پر انتہائی ضعف کا غلبہ تھا، عالمِ رویا میں حضور غوثِ اعظم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے اس شعر؛ افلت شموس.....اور ہمارے قول قدمی ھذہ....کی شرح لکھیں، انشاً اللہ صحت ہو جائے گی ۳۲ چنانچہ آپ نے اپنے فرزندِ گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو چنانچہ آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ نے آپ کے روضۂ منورہ میں بیٹھ کر یہ اسرار قلم بند کیئے، خود فرماتے ہیں؛

''پیش از مرضِ موت تپے وسرفہ عارض شدہ بود......... در ایامِ نقاہت مرض بیش می فرمودند کہ من مستغرق کمالاتِ اہلبیت رسول اللہ ﷺ...... وقدرے از کمالاتِ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سبحانہٗ سرہ الاقدس را ہم بیان کردند چنانچہ در مرضِ آخر ایں ذرۂ حقیر را وصیت بہ نوشتس بعضی ازیں اسرار کہ قابلِ اظہار بودند نمودند چنانچہ ایں فقیر بمقتضائے وصیت در ایامِ عزای آنحضرت بحسبِ فہم قاصر خویش با چشمِ گریاں و دل ریش مواجہۂ روضۂ منورہ نشستہ آں دریای ناسفتہ راہ در سلک نظم کشیدہ و داخلِ مکتوباتِ آنحضرت گردانید چنانچہ ختمِ مکتوبات جلد ثالث بہماں مرقومات مقرر گشت''(1)

''گویم کہ مجدد الف ثانی دریں مقام نائبِ مناب حضرت شیخ (عبدالقادر جیلانی) است و بہ نیابتِ حضرت شیخ ایں معاملہ کہ باو مربوط ست ـ ـ''(2)

پاکستان و ہند میں اٹھارویں صدی عیسوی میں افضلیت کا مسئلہ کئی پہلو بدل کر سامنے آتا رہا اس دور کے تصوف اور صوفیہ کے افکار کو اس عہد کی معاشرت کے مسائل نے اپنے منفی اثرات کی لپیٹ میں لے لیا تھا ہر طرف ایسے مسائل زیرِ بحث آرہے تھے جو ایک

---

(1) مکتوباتِ معصومیہ 370/369/193/2

(2) مکتوباتِ امام ربانی 585,123/3۔(لفظ مجدد مائۃ اور مجدد الف کی تشریح کے لئے دیکھئے مکتوبات 22,23,24/3)

زوال پذیر معاشرے میں بحث ونظر کا موضوع بنتے ہیں، ان میں سے سلاسلِ صوفیہ کا ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش اور متنازعہ فیہ مسائل میں شدت اور انتہا پسندی کے رُجحانات کا عام ہو جانا۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کو لیجیے کہ یہاں کے اکثر صوفیہ کا اس نظریہ کی طرف میلان تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے مقابل جب وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا تو ردوقبول کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس طرح جب دیگر مسائلِ عرفان میں آپ نے مجتہدانہ طریقہ کار اختیار کیا تو صوفیہ کے کئی گروہ آپ کے مخالف ہو گئے اور ان مباحث نے اتنا طول کھنچا کہ صورتِ حال نازک ہو گئی۔ اس لیے اٹھارہویں صدی کے بعض محتاط قسم کے چشتی بزرگوں نے اپنی خانقاہوں میں اس بحث پر پابندی لگا دی اور یہی ان حالات کا صحیح تقاضا تھا۔ لیکن یہ پابندی قائم نہ رہ سکی یہاں تک کہ ان دونوں نظریات کے ماننے والے ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ اس عہد کے ایک نقشبندی عالم وصوفی، شیخ محمد مراد گنگ کشمیری (ف 1131ھ) نے ایک کتاب ''صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین'' لکھ کر اس فضا کو بدلنے کی کوشش کی پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اس انتہا پسندی کے رجحان کو اعتدال پر لانے کے لئے ایک ایسا رسالہ لکھنا پڑا، جس میں انہوں نے اسے محض ایک لفظی نزاع ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ یہ مسلّمات میں سے ہے کہ دونوں نظریات الگ الگ جہتوں کے حامل ہیں۔

لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی میں جو فکری اعتبار سے نہایت بے راہ روی کا دور تھا افضلیت کا یہ مسئلہ روحانی اختلاف سے بڑھ کر خلاف کی صورت اختیار کر جاتا ہے اس صدی کے دو معاصر اور ذی علم عالم بھی اس اختلاف میں حصہ لئے بغیر نہ رہ سکے اوّل، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید (ف 1195ھ/1780ء)، دوم حضرت مولانا شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ف 1195ھ/1781ء) دونوں نے اپنے مکاتیب میں اس موضوع پر اظہارِ

خیال کیا ہے۔

حضرت مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ نے خوب لکھا ہے کہ (دونوں سلاسل کے) مریدین کے اقوال قابل اعتبار نہیں کیونکہ مریدوں کو اپنے پیروں سے غلو کی حد تک محبت ہوتی ہے....سلامتی کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو علمِ الٰہی کے سپرد کر دیا جائے اور ایسی فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے اور دونوں بزرگوں کے فضائل کا قائل ہونا چاہیے۔اس باب میں لب کشائی بے ادبی ہے کیوں کہ یہ مسئلہ دینی ضروریات میں سے نہیں ہے کہ اس پر بات کرنا لازم ہو۔(1)

شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (2) نے اس موضوع پر سب سے مفصل و مدلل بحث کرتے ہوئے بڑے اعتدال کے ساتھ ان دونوں بزرگوں کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ''و بر اصل سخن آمدیم آنکہ ازیں تحقیقات و لوازم و احکامِ عروج و نزول و حقیقتِ کارِ فضل و فضیلت در ارباب ہر دو مقام کہ.....در کلامِ معرفت القیام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اصلاً ترکِ ادب و گستاخی نیست......و حضرت مجدد الف ثانی را قدس سرہٗ در حقِ حضرت غوث الثقلین چہ اعتقاد است و چہ بزرگیہائی ایشاں را بیان نمودہ است در آخر جلد ثالث در آخرِ مکتوب کمالاتِ حضرت غوث آوردہ است۔''(3)

زیرِ نظر کتاب کی تالیف کا محرک حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی وہ منقبت (در مدحِ غوث اعظم) اور ان کے چند خطوط ہیں جن میں حضرت مجدد الف ثانی پر سخت

---

(1) مقاماتِ مظہری صفحہ 486

(2) شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری قادری نقشبندی (1195ھ/1780ء) خلیفۂ مولانا محمد مسعود پشاوری وھو خلیفۂ حاجی محمد سعید لاہوری وھو خلیفۂ شیخ سعد اللہ وزیر آبادی وھو خلیفۂ شیخ آدم بنوری وھو خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی (مکتوباتِ شاہ فقیر اللہ علوی ص 139) شاہ فقیر اللہ علوی کو قادری شطاری سلسلہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی (ایضاً 316-315)

(3) مکتوباتِ شاہ فقیر اللہ صفحہ 219 (بیس اوراق کا یہ مکتوب (49/202-221) اس قدر محققانہ مواد پر مشتمل ہے کہ اگر اسے الگ مع ترجمہ شائع کیا جائے تو مفید ہوگا۔

الفاظ میں تنقید ہے۔

ہم حضرت مولانا احمد رضا خان کے علم وفضل کے قائل ہیں کہ اگر دورِ آخر میں آپ غیر مقلدین کے خلاف صف آرا ہو کر قلمی جہاد نہ کرتے تو ہندوستان میں فقہ حنفی اور احناف کو بہت نقصان پہنچتا یہ انہی کی سعیٔ جمیلہ کا ثمر ہے کہ آج پاکستان و ہند میں فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی اکثریت ہے۔ لیکن بایں ہمہ علم وفضل، انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں جن الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ افسوس ناک ہے اس کا تعلق قدمی ھٰذا... الخ کی تشریح کے سلسلہ میں ہو یا آپ کے مجدد الف ثانی ہونے سے انکار کی صورت میں۔۔۔۔۔اعلیٰحضرت نے لکھا ہے؛

''یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے سب جاہلانہ خیال ہے'' (1)

دراصل حضرت مجدد الف ثانی نے اس موضوع پر اپنے مکاتیب میں اظہار خیال فرمایا ہے کہ مجدد ہر مایۃ اور مجدد الف ثانی میں کیا فرق ہے، لکھتے ہیں؛

''بعد از تجدیدِ الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحبِ ایں علوم و معارفِ مجددِ ایں الف است و بدانند کہ بر سَرِ ہر مائۃ مجددی گزشتہ است اما مجددِ مائۃ دیگر است و مجددِ الف دیگر چنانچہ درمیانِ مائۃ والف فرق است درمیانِ مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آں ست کہ ہر چہ درآں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسطِ او برسد اگرچہ اقطاب واوتادِ آں وقت بوند......'' (2)

یہاں حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس فیض رسانی میں مجدد الف ثانی حضرت شیخ عبدالقادر

---

(1) مکتوباتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی صفحہ 106 (2) مکتوباتِ امام ربانی 22,23,24/3

جیلانی کا نائب ہوتا ہے، فرماتے ہیں؛

''گویم کہ مجدد الف ثانی دریں مقام نائبِ مناب حضرتِ شیخ ست و بہ نیابت حضرتِ شیخ ایں معاملہ باو مربوط ست ....'' (1)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ان توضیحات پر تنقید کرتے ہوئے اگر مولانا احمد رضا خان صاحب صرف شیخ احمد سرہندی کے مجدد الف ثانی ہونے سے انکار کرتے تو یہ ان کی ذاتی رائے ہو سکتی تھی لیکن انہوں نے تو اس کلیہ سے ہی کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے انکار کر دیا۔۔۔

یہ حضرت مولانا احمد رضا خان کا ایک ذاتی خط ہے (2) جو ان کے ایک ایسے مجموعۂ مکاتیب میں ہے جو ذاتی خطوط پر مشتمل ہے اسے ان کا فتویٰ قرار نہیں دیا جا سکتا اگر مکتوب الیہ حضرت مجدد الف ثانی کے محولا بالا مکتوبات نقل کر کے آپ سے دریافت کرتا تو آپ جیسے جید عالم ایسی رائے نہ دیتے ہم اسے حضرت مولانا کا ایک نجی خط تصور کرتے ہیں جو آپ نے اشاعت کے لئے تحریر نہیں کیا ہو گا لیکن بعد میں اسے بلا تامل شائع کر دیا گیا۔

ہم وابستگانِ سلسلۂ مجددیہ آپ کے وہ اقوال جو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے متعلق ہیں، تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ ہر مصنف کی ہر بات قابلِ قبول نہیں ہوتی، یہ کلیہ خود حضرت مولانا کی اپنی تصنیفی زندگی سے ماخوذ ہے جس کی وجہ سے ان کی شان میں

---

(1) مکتوباتِ امامِ ربانی 585/123/3

(2) یہ مکتوب بالکل ذاتی نوعیت کا معلوم ہوتا ہے اس کے آخر میں آپ نے لکھا ہے ''کل سے بہت پریشان ہوں دعا فرمایئے''، ص 106 (اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے ذاتی خطوط کا مجموعہ مرتبہ شاہ محمود احمد قادری۔ مکتبۂ نبویہ لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے مولانا احمد رضا خان کی تحریرات میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کے جہاں جہاں حوالے آئے ہیں یکجا کر دیئے ہیں لیکن انہوں نے مولانا کے زیر بحث مکتوب اور مذکورہ منقبت در مدح حضرت غوث اعظم کے بارے میں کچھ نہیں لکھا (مجدد الف ثانی، امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ صفحہ 26۔35)

کوئی گستاخی واقع نہیں ہوتی۔

ہمیں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب سے جو عقیدت ہے اس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں کوئی صاحب حضرت مجدد الف ثانی کی حضرت غوثِ اعظم کے متعلق جملہ تحریرات یک جا کر کے سوال کرتا تو موصوف اپنے علم و تقویٰ کی بنیاد پر ان مذکورہ تنقیدات سے رجوع کر لیتے لیکن افسوس! کہ ایسا نہ ہوسکا۔

زیرِ نظر کتاب صاحبزادہ پیر سیّد محمد مسعود الحسن شاہ مرحوم سجادہ نشین چورہ شریف (ضلع اٹک) کی تالیف ہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ آپ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یقیناً بعض افراد کے لئے ان کے دلائل قابلِ قبول نہیں ہوں گے لیکن مرحوم نے کہیں بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تاہم اس نزاعی موضوع پر حتمی دلائل جمع کرنے کی ضرورت ابھی باقی ہے لیکن اس سلسلے میں اس وقت تک کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی جب تک ایک محقق، سلسلہ اور مسلک سے غیر جانبدار نہ ہو جائے اور یہ امر بہت دشوار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ مستقیم پر لائے! آمین۔

احقر

محمد اقبال مجددی

صدر شعبۂ تاریخ، اسلامیہ کالج، لاہور

24/ مئی 2001ء

ماخذ مقدمہ

1۔ میر صفر احمد معصومی، مقاماتِ معصومی (درحالات ومقامات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) مرتبہ محمد اقبال مجددی، زیرِ طبع

2۔ مکتوباتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی، مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، طبع عکسی استنبول ترکیہ۔

3۔ مکتوباتِ معصومیہ خواجہ محمد معصوم سرہندی مرتّبہ جلد اوّل، دوم غلام مصطفےٰ خان، جلد سوم نور احمد امرتسری۔

4۔ مکتوباتِ شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری۔ لاہور، 1919ء۔

5۔ نتائج الحرمین (حالات وکمالاتِ شیخ آدم بنوری) مؤلفہ محمد امین بدخشی۔ قلمی نسخہ کتاب خانہ انڈیا آفس لندن۔

6۔ حضرات القدس دفتر دوم مرتّبہ محبوب الٰہی۔ لاہور، 1971ء مؤلفہ بدر الدین سرہندی۔

7۔ وصالِ احمدی مؤلفہ بدر الدین سرہندی، مطبوعہ سیالکوٹ۔

8۔ مبدأ ومعاد مؤلفہ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی، مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر۔

9۔ روضۃ القیومیہ مؤلفہ کمال الدین محمد احسان۔ اردو ترجمہ۔ لاہور 1335ھ۔

10۔ مقاماتِ مظہری مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، طبع اوّل۔

11۔ کلمات الصادقین مؤلفہ محمد صادق ہمدانی کشمیری مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد، 1988ء۔

12۔ طبقاتِ شاہجہانی مؤلفہ محمد صادق ہمدانی کشمیری۔ خطی نسخہ انڈیا آفس، لندن

13۔ اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی کے ذاتی خطوط کا مجموعہ مرتبہ محمود احمد قادری۔ مکتبۂ نبویہ لاہور

14۔ مجدد الف ثانی، امام احمد رضا اور حضراتِ نقشبندیہ مؤلفہ مجید اللہ قادری۔ کراچی، 1999ء

تقریظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدوم ومکرم حضرت سجادہ نشین مولانا محمد مسعودالحسن صاحب متع اللہ تعالیٰ المسلمین بفیوضھم و برکاتھم کی کتاب ہٰذا کا مطالعہ کیا، جتنا خدا نے چاہا، محبین مخلصین کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ اس راہ کے مسافر یقیناً اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور محظوظ ہوں گے مجھے اس کتاب کے مطالعہ کے وقت مولانا موصوف کا طالبعلمی کا زمانہ یاد آتا رہا۔ حزب الاحناف لاہور میں انہیں جب میں دیکھتا تو مجھے ایک نیک سیرت اور صوفی مزاج انسان دکھائی دیتے۔ ایسے بانصیب طلبہ کم ہوتے ہیں جن کا مقصود رضائے الٰہی ہو اور وہ اپنے عزیز اوقات اسی کی خوشنودی اور اسی کے ذکر وفکر میں گزارتے ہوں۔ آپ اس وقت بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور یہ کتاب بھی اسی محبت کے نتیجہ میں تالیف ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بانصیب اور صاحب دولت ہیں جن کے قلوب میں امام ربانی، مجدد الف ثانی کی محبت اور عقیدت پائی جاتی ہے۔ سطحی اور روائتی خوش اعتقادی تو ہم میں پائی جاتی ہے لیکن اس سے اثر مرتب نہیں ہوتا۔ جو اصلی عقیدت اور قلبی رابطہ سے ہوتا ہے۔ بے شک نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن شیخ احمد سرہندیؒ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہ کام لیا جو ایک اولوالعزم پیغمبر سے لیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے وہ سلوک اور برتاؤ فرمایا جو ایک عظیم الشان نبی سے کیا جاتا رہا۔ آپ کا منصب اور معاملہ یہاں تک تھا کہ آپ کسی فاضل محقق اور علامہ کی مدح اور خطاب وتلقیب کے محتاج نہیں ہیں

اور نہ ہی کسی مخالف کی مخالفت آپ کے مقاماتِ عالیہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جنہوں نے آپ سے بغض وعناد رکھا وہ بے دولت اور بدنصیب ہیں اور جنہوں نے آپ سے محبت اور عقیدت رکھی وہ یقیناً آپ کے فیوضات وبرکات سے مالا مال ہیں۔

مولانا موصوف نے اندریں حالات لائقِ استفادہ کتاب لکھ کر اُمت محمدیہ پر احسان فرمایا ہے جبکہ ہمارے عظیم مرتب سنی علماء نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ نفرت پھیلانا شروع کر رکھی ہے کہ آپ دیوبندیوں کے پیر اور رہنما تھے۔ معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! ایسے جملے تحریر کرنا علماء عظام کے تقویٰ کی سفید چادروں پر بدنما داغ ہیں اور سوچ و بچار اور علم وفہم کی بدنامی کا سبب ہے بلکہ پوری جماعت میں تفریق کا زبردست خطرہ ہے۔ اس سے ہمیں ہر طرح پرہیز کرنا چاہیے۔ تاکہ قادری مجددی نقشبندی چشتی وسلاسل روحانیہ میں اختلاف اور تفریق پیدا نہ ہو جائے۔

خاکسار محمد صدیق نقشبندی مجددی

6 نومبر 1998ء جامعہ صدیقیہ، سانگلہ ہل۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰنِ الرّحیم

حضرت امامِ ربانی غوثِ صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

مکتوبات کے بارے میں علمأ کی رائے

علوم ومعارف کے ذخیرۂ کتب میں مکتوباتِ امامِ ربانی، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو بلند مقام ومرتبہ حاصل ہے۔ ان مکتوبات میں وہ حقائق بیان کئے گئے ہیں جن کی عظمت وندرت کا اعتراف تمام منصف مزاج اہلِ علم نے کیا ہے۔ ذیل میں چند علمأ کی آرأ کو بیان کیا جاتا ہے۔

اقتباس مقدمہ برعوارف المعارف

--از حضرت مولانا شمس بریلوی صاحب---

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرّہٗ کی تصانیف پر ایک نظر

آپ کے فیضانِ روحانی کا دور مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔ علمی فیضان کا سلسلہ بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، آپ دَورِ اکبری میں اعلائے کلمۃ الحق میں سرگرم ہو گئے تھے اور آپ کی مساعی سے عوام و خواص ہدایت یاب ہوئے، آپ کے روحانی فیضان کی شِدّت اور ہمہ گیری کا تعلق دورِ جہانگیری میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ نے نہایت واضح طور پر ان اقدامات کی مذمّت کی جو شریعت اور طریقت کو الگ الگ راستے قرار دیتے ہیں اور ایسے لوگوں، درویشوں اور صوفیوں کو علی الاعلان درویشانِ خام و ناتمام قرار دیا ہے، جو کسی ایسے راستے پر گامزن ہیں جہاں اتباعِ شریعت کا پورا پورا احترام نہ ہو۔ آپ کے رسالوں کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امامِ ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے نقشبندی نظریۂ تصوّف کو جو عین اسلام ہے، اپنے تبحّرِ علمی اور کمالِ روحانی سے بڑی شدت کے ساتھ پیش کیا ہے، جس میں کہیں لچک یا فروگزاشت یا تاویل کا موقع نہیں رکھا۔ اکبری دور کی بے دینی، بے راہ روی یا آزادروی کے جو اثرات جہانگیری دور میں داخل ہو چکے تھے، اس کا بہترین علاج اسی طرح ہوسکتا تھا اور وہ مادۂ فاسد، جو معاشرے کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا، اِسی تیز نشتر سے نکالا جا سکتا تھا۔

حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے رسائل ہی آپ کے بلند و اعلیٰ مقام اور علمی تبحر اور روحانی معرفت کے آئینہ دار ہیں لیکن آپ کے حقائقِ عرفان کا اصلی گنجینہ آپ کے مکتوبات ہیں۔ اکبر اور جہانگیر کا دور علومِ عقلی کے فروغ کا دور کہا جاتا ہے۔ فنِ تاریخ،

فلسفہ اور منطق کا خوب عروج ہوا اور ساتھ ہی ساتھ فنِ شاعری اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ جہانگیر کا دَور اکبر کی مذہبی آزادروی سے کچھ نہ کچھ پاک وصاف رہا۔ علمائے حق اور صلحائے تقویٰ شعار کی کوششوں سے اکبر کے دینِ الٰہی کا ٹمٹماتا ہوا چراغ تو عہدِ جہانگیری ہی میں بُجھ چکا تھا لیکن اس چراغِ مردہ کا دُھواں ابھی تک فضائے خیال پر چھایا ہوا تھا کہ شہاب الدین شاہجہان کی دین پروری اور اسلام دوستی کے باعث وہ دھواں چھٹ گیا، تصوّف کے تنِ مردہ میں جان آئی۔ شریعت اور طریقت کی وہ کوششیں، جن کا آغاز حضرت شیخ عبدالحق قادری محدّث دہلوی قدس سرہٗ کے قلم نے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے انفاسِ قدسیہ نے کیا تھا، بارآور ہوئیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات، جو کہ روحِ ایمان وعرفان کی بالیدگی کا سامان اور اہتزاز کا ذریعہ تھے، اس کے ساتھ حضرت محدّث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف کی جو شمع روشن کی تھی اس روشنی کو شب کورنگاہوں اور دینی اضمحلال کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے والوں تک پہنچایا تھا، اس کے مفید نتائج برآمد ہو رہے تھے اور قادری سلسلہ کی طرح نقشبندیہ سلسلہ بھی فروغ پا رہا تھا۔

عہدِ جہانگیری، جس کو اکثر مؤرخین اور اربابِ تحقیق، فقہ اور شریعت کے عروج کا دَور کہتے ہیں۔ جس کا تجزیہ شیخ اکرام مرحوم ''رودِ کوثر'' میں اِن الفاظ سے کرتے ہیں:

> ''اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں علومِ اسلامی کی بڑی قدر ہوئی لیکن قدرت کی نیرنگیاں دیکھئے کہ پچاس سال کے طویل عرصہ میں نہ تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی یا امام الہند شاہ ولی اللہ جیسا جیّد عالم اور نہ ہی سلطان المشائخ یا حضرت مجدد الف ثانی جیسا کوئی زبردست شیخ نظر آتا ہے البتہ مدّرس اور فقیہہ بکثرت تھے'' (رودکوثر ص 474)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف تین دفاتر پر مشتمل ہیں، ان

تینوں دفاتر کو اپنے اپنے موضوعات کے لحاظ سے سامنے رکھیں تو یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں کشف المحجوب کے بعد اس قدر جامعیت، استدلال اور تفصیل سے وہ بحثیں جو طریقت اور سلوک کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، صرف مکتوباتِ امام ربّانی قدس سرہٗ سے ہی مل سکتی ہیں۔ اس طرح یہ مکتوبات تصوّف کے موضوع پر بلاشبہ ایک مبسوط اور ضخیم کتاب کانعم البدل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی یہ مکتوبات قبولیت کے جس درجہ پر پہنچے اور ان کی ہر سو جس قدر شہرت ہوئی، وہ دوسرے مکتوبات کے حصّہ میں نہ آسکی۔ اس حقیقت کے اظہار سے یہ تاثر نہیں لینا چاہیے کہ دوسرے بزرگوں کے مکتوبات کی کوئی وقعت نہیں رہتی بلکہ ہر ایک مکتوبات کا مجموعہ اپنی جگہ ایک مقام رکھتا ہے۔ مکتوباتِ مجددیہ کے بارے میں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کشف المحجوب کے بعد تصوف کے موضوع پر تصنیف کی جانے والی کتابوں کے نایاب ہونے سے جو خلا پایا جاتا تھا وہ پُر کر دیا گیا۔ حضرت امامِ ربّانی قدس سرہٗ کی حیات سے تا ایں دم (تقریباً چارسو (400) سال کی مدّت ہو رہی ہے) ان کی مقبولیت میں سرِ مو فرق نہیں آیا بلکہ روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

مؤلف کی نظر میں

یہ ہے مقام حضرت امامِ ربّانی قدس سرہٗ کا، جس کو ہر دور کے علمأ تسلیم کر رہے ہیں۔ دوسرے علمأ کے اقتباسات اس لئے پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ یہ اعتراض ہی نہ رہے کہ مؤلف نے اپنی ہی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ آپ دیکھیں مولانا شمس قادری بریلوی نے حضرت امامِ ربّانی قدس سرہٗ کی دینی خدمات کو کس طرح بیان فرمایا ہے۔

حضرت امامِ ربّانی، مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کی دعوت الی الحق کا سلسلہ دورِ اکبری میں ہی شروع ہوتا ہے۔ یہ میرے حضرت امامِ ربّانی، مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کی جرأت بے باکانہ ہے کہ ایک بہت بڑے جاہ جلال والے بادشاہ، جس کی حکومت بنگالہ سے افغانستان تک بڑے رُعب اور دبدبہ سے چل رہی تھی، ایسے رُعب والے بادشاہ کے سامنے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کا سینہ سپر ہونا تائیدِ ایزدی سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے آپ نے واشگاف الفاظ میں ''دینِ اکبری'' کی تردید کی۔ اگرچہ اس دور میں حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ کے قلم نے بہت کام کیا اور اس دور میں عقائد کی جو خرابیاں اور بدعاتِ سیئہ جاری ہو چکی تھیں ان کی بڑے شدومدّ سے تردید کی لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا طرزِ عمل اور تھا، اُدھر روحانی فیضان کا سلسلہ بھی جاری تھا تو اِدھر تبلیغی سلسلہ بھی چل رہا تھا کہ آپ کی مجلس میں جو آتا اسے دینِ اکبری کی بدعات، جو اسلام میں رخنہ اندازی کررہی تھیں، کی تردید کرتے ہوئے آگاہ کیا جاتا اور پھر ساتھ ساتھ جو لوگ دُور کے رہنے والے تھے، انہیں مکتوبات کے ذریعے خبردار کیا جارہا تھا۔

آپ کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ جہانگیری دور میں دینِ اکبری کے اثرات کم ہوتے گئے اگرچہ ابتدائی دور میں وہ آپ کا مخالف ہو گیا تھا کیونکہ جہانگیر کے دربار میں علمائے سُوء اور ساتھ ہی شیعہ مکتبِ فکر کے لوگوں کا اثر ورسوخ تھا، جن کی وجہ سے جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے دربار میں بلایا تا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے حاضر ہوں لیکن آپ جرأت مندانہ حیثیت سے بغیر سجدہ کئے دربار میں داخل ہوئے۔ یہ دیکھئے! میرے حضرت امامِ ربّانی سرہندی قدس سرہٗ کی ہمت وجرأت کہ اتنے جاہ جلال والے بادشاہ کے سامنے بھی نہ جھکے، اِسی وجہ سے جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں پابند کردیا۔ اُس وقت حضرت

مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں جہانگیر کی طرف سے بڑے بڑے علمائ بھیجے گئے، جنہوں نے سجدۂ تعظیمی کے جواز میں دلائل دیئے لیکن آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ سجدۂ تعظیمی کرنے میں رُخصت ہے اور نہ کرنے میں عزیمت، مَیں عزیمت کو اختیار کرتا ہوں۔ اصل میں یہ کوشش اندرونی طور پر شاہجہاں بادشاہ کی تھی کیونکہ وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا بہت عقیدت مند تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح صلح وصفائی ہو جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ یہ ہے مقام امامِ ربّانی سرہندی قدس سرہٗ کا کہ آپ نے قید کی صعوبت کو برداشت کرلیا لیکن شرعی احکام میں سرِ مو بھی فرق نہ آنے دیا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔

حاضر ہوا مَیں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفَسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)

حضرت مولانا شمس صاحب بریلوی نے کہا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات ایک روشن شمع کی صورت میں شب کورنگاہوں کے لئے رہنما ثابت ہوئیں اور آپ کے سلسلہ قادریہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ نقشبندیہ بھی عروج پا رہا تھا۔

ایک اور جگہ مولانا ''مکتوبات امامِ ربّانی'' پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ ''کشف المحجوب'' کے بعد اگر کسی کتاب کا مقام ہے تو وہ صرف مکتوبات کا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کشف المحجوب کے بعد دوسرے اولیاؒ کے مکتوبات کم درجہ میں ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آج وہ مکتوبات نایاب ہو چکے ہیں جن کے نایاب ہونے کی وجہ سے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات منصۂ شہود پر باقی رہنے کی وجہ سے ان کی مقبولیت بہت زیادہ ہوئی، ان مکتوبات کی مقبولیت صرف برصغیر پاک و ہند ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ دوسرے مما لک میں بھی ان کی قدر ومنزلت بہت زیادہ ہوئی۔

مکتوبات شریف کے تین دفتر ہیں، ہر ایک دفتر اپنے اپنے موضوع کے لحاظ سے اس قدر جامعیت، استدلال اور تفصیل پر مشتمل ہے کہ یہ بحثیں جو طریقت وسلوک کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں وہ کشف المحجوب کے بعد صرف مکتوبات شریف میں ہی مل سکتی ہیں۔ مولانا شمس صاحب بریلوی کے نزدیک مکتوبات شریف میں جتنے مسائل ہیں چاہے ان کا تعلق شریعت سے ہے یا طریقت سے، سب کے سب برحق ہیں اور حقیقت پر مبنی ہیں اور نا قابلِ تردید ہیں۔

اقتباس از مقدمہ بر مکتوبات شریف

(اردو ترجمہ) از حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری

اکبری دَور میں گمراہی

مکتوباتِ قُدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے، جو مسائلِ شریعت، طریقت اور حقیقت ومعرفت پر مشتمل ہیں اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز سے، جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیۂ خام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔

علمائے سوء کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصانِ عظیم پہنچ رہا تھا، اس پر اظہارِ تاسف کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے مُلحد اُمرأ کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دینِ مبین پر جو مصیبتیں نازل ہورہی تھیں، ان کے دفعیہ کے لئے امرأ، علمأ اور صوفیأ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہوگئی تھیں، ان سے اجتناب برتنے اور بدعت کو محو کر کے سنّت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ غیر مقلد شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے ملحدانہ خیالات اور ناپاک عزائم کے اثراتِ بد، روافض وخوارج، نواصیب و دیگر فرقِ باطلہ کے بُرے عقائد، مفاسد ومضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے، تفضیلیہ کو اہل سنّت و جماعت سے خارج بتایا گیا۔ عقائدِ اہل سنّت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضراتِ اہلِ بیت، شیخین، ختنین اور جُملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی محبت واحترام کا سبق دیا گیا ہے۔ غرضیکہ سینکڑوں مسائلِ شریعت وطریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر مکتوب کا لُبِ لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے، جو طریقت، مخالفِ شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت وعظمت تب ہی پورے طور پر واضح ہوسکتی ہے جبکہ اکبری دَور کے ملحدانہ عقائد اور ماحول سے کما حقہ واقفیت حاصل کر لی جائے۔ اس موضوع پر محبِ محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب استاد شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقی کتاب ''دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر'' جو حال ہی میں دہلی اور لاہور سے شائع ہوئی ہے، کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

مؤلف کی گزارش

اب اگر غور و تدبر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

کے مکتوبات سراسر شریعت، طریقت، معرفت وحقیقت کے مسائل کا ایسا مجموعہ ہیں کہ جن میں مجددانہ انداز پایا جاتا ہے۔ صوفیہ خام کے بدعتی طریقوں پر خوب تنقید کی گئی ہے، اسی طرح جاہ پسند علمائے سوٗ، جنہوں نے دینِ اسلام میں اکبر بادشاہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے جو عقائدِ کفریہ رائج کئے تھے، ان کی بڑی سختی سے تردید کی گئی۔ اسی طرح ابوالفضل اور فیضی اور دوسرے فرقہ ہائے باطلہ کے عقائد پر پوری ضربِ کاری لگائی گئی۔ شریعت وطریقت کے بے شمار مسائل کو دلائلِ باہرہ سے ثابت کیا گیا۔ مکتوبات شریف کا مقصد ہی یہی تھا کہ اسلام ہر شعبۂ زندگی پر غالب ہو جائے تاکہ پورے طور پر نظامِ اسلام نافذ ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے، جس کی عظمت سمجھنے کے لئے اکبری دور کی تاریخ پر پورا عبور حاصل ہونے اور اس کے ملحدانہ عقائد سامنے رکھے جانے پر، انسان انصاف کی بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ایک عدیم المثال کام ہے۔ آخر حقیقت وہی ہے جس کو پاک و ہند کے علماٗ کے علاوہ دوسرے ممالک کے علماٗ بھی کو تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ان دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں، جن کو نظر انداز کرنا بعید از انصاف ہوگا۔

مضمون ہزارۂ دوم یا الفِ ثانی کا تجدیدی کارنامہ

مشمولہ تذکرہ مجدد الف ثانی

مرتّبہ محمد منظور نعمانی۔ مطبوعہ کتب خانہ الفرقان لکھنؤ 1959 ٔصفحہ 28

ازمناظر احسن گیلانی چشتی

(مکتوبات شریف کا تیسرا ترجمہ علامہ مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس ترجمے کی مقبولیت اوراس کے اثرات پر علامہ مناظر احسن گیلانی کا تبصرہ ملاحظہ ہو)

سلسلۂ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ ''خالدیہ سلسلہ'' کے نام سے عراق وشام خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اوراب بھی وہ سلسلہ بدستور کام کررہا ہے۔ نیز آپ کے مکاتیبِ طیّبہ خود براہِ راست ان ممالک میں بکثرت پڑھے جاتے ہیں۔ جہاں کے اکثر باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں، ان تک آپ کے مکتوبات عربی اوراُردو زبانوں میں پہنچائے گئے ہیں۔ غالباً روس کے رہنے والے مُلّا مراد مکی جومہاجر ہوکر بالآخر مکہ معظّمہ میں رہ پڑے تھے،انہوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا اورمصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک میں پھیل گیا۔ یہ خداداد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث وتفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئی، ان میں ایسی معتد بہ کتابیں مل سکتی ہیں جن میں ''مکتوبات'' کے مضامین نقل کیئے گئے ہیں، خصوصاً عصرِ جدید کی مشہور تفسیر ''روح المعانی'' جوسلطان عبدالحمید خان مرحوم خلیفہ ترکی کے زمانے میں لکھی گئیں، اس میں علامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ وفات 1304ھ) نے گویا اس بات کا التزام کررکھا تھا کہ جہاں بھی موقع میسّر آئے وہاں ''قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ'' بڑے فخر و ناز سے اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے۔

مؤلف کی نظر میں

علامہ گیلانی صاحب نے مکتوبات شریف پر جوتبصرہ کیا ہے وہ ایک بے لاگ تبصرہ ہے انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ مکتوباتِ امامِ ربّانی سرہندی قدس سرہٗ کی مقبولیت اِس مقام پر پہنچی کہ ترکی ،عراق وشام سے ہوکرعرب ممالک تک ان کی مقبولیت ہوئی۔

ملا مرادمکی جوروس کے رہنے والے ہیں، ان کے ذریعے مکتوبات شریف عربی میں

ترجمہ ہو کر سارے عرب ممالک میں پھیل گئے۔اس سے معلوم ہوا کہ روس میں بھی مکتوبات کی تعلیم ہوئی ہے اور وہاں مقبول بھی ہوئی۔علامہ گیلانی صاحب نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مکتوبات شریف کے بعد حدیث وتفسیر میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں،ان میں سے بعض ایسی کتابیں مل سکتی ہیں،جن میں مکتوبات شریف کے مضامین بھی نقل کئے گئے ہیں،خاص طور پر ''روح المعانی'' میں علامہ آلوسی نے تو جہاں کہیں بھی موقع ہوا،حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قول کو نقل کرتے ہوئے ''قال المجد دالفاروقی رحمۃ اللہ علیہ'' بطور سند مسئلہ کے حل کے لئے پیش کیا ہے۔

''السواد الاعظم''

------تقدیم از سیّد انور علی------

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

اس قسم کی کوشش دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ کے ایجاد کردہ مذہب ''دینِ الٰہی'' کے ذریعہ کی گئی۔اس نئے مذہب کا مقصد یہی تھا کہ تمام مذاہب بشمول اسلام ایک مشترکہ مذہب میں داخل ہو جائیں تاکہ کفر واسلام میں امتیاز باقی نہ رہے اور اس طرح مسلمانوں کی مِلّی وحدت خود بخود ہندو اکثریت میں فنا ہو جائے مگر اس کوشش کو ناکام بنانے کے لئے ایک طرف حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے خاموش قلمی کوشش کی تو دوسری طرف خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک باعزم، عظیم المرتبت مجاہد، حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدانہ سرگرمِ عمل ہوئے۔بالآخر ''دینِ الٰہی'' کا شیش محل پاش پاش ہو گیا اور برصغیر سے اس کے اثرات تک زائل ہو گئے۔

مجدد علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے صاحبزادگان اور نبیرگان نے اصلاحی تحریک کو آگے

بڑھایا اور اس طرح یک قومی نظریہ کے داعی اکبر بادشاہ کا پوتا اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دو قومی نظریہ کی عملی تفسیر بن کر سامنے آیا۔ غالباً اسی لئے اورنگ زیب عالمگیر یک قومی نظریے کے حامیوں کے دل میں کھٹکتا ہے۔ اس کھٹک نے مولانا آزادؔ کو سرمدؔ کے پردے میں دارا شکوہ کی حمایت اور اورنگ زیب عالمگیر کی مخالفت پر آمادہ کر لیا تھا۔

ڈاکٹر اشتیاق قریشی کے تاثرات

جہانگیر کے دورِ حکومت میں حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آگے آئے۔ آپ کی مسلسل کوششوں سے احیائے دین کا آغاز ہوا، چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجہ میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں، وہ اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے درباروں کی بدلتی ہوئی فضاؤں میں مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر ''سُنّیت'' کا نشانِ نصرت تھا۔

عرضِ مؤلف

یہ چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں اگر دیگر علماءٔ کے اقتباسات کو تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے لیکن میرا مقصد صرف ایک خاص مسئلہ پر توجہ دلانا ہے جس پر انشاء اللہ العزیز آئندہ صفحات میں بحث ہوگی۔

اب ان اقتباسات پر اگر پورا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مکتوبات شریف کا کام بہت بلند وارفع ہے۔ مذکورہ اقتباسات میں (علماءٔ کی تحریروں سے) ثابت ہوتا ہے کہ مکتوبات شریف میں جتنے مسائل بیان کئے گئے ہیں چاہے وہ شرعی مسائل ہوں یا تصوف

کے، ہر ایک مسئلہ حقیقت پر مبنی اور برحق ہے۔ ان میں کسی قسم کی تنقید کی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ اگر کوئی دوست ان مسائل پر اعتراض کرے تو یہ اس کی اپنی مرضی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ایک آفتابِ نصف النہار ہیں اگر کوئی آفتاب کی روشنی سے فیض یاب نہ ہو تو ہم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے ۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

گر دلیلت باید از وے رو متاب

اس مردِ کامل و مکمل نے ہندوستان کے اندر ان بدعات کو، جو دورِ اکبری میں روافض و خوارج نے جاری کر رکھی تھیں، نیست و نابود کرتے ہوئے توحید کے عقائد کو نکھارا اور احیائے سنت پر انتہائی زور دیا۔ اپنے عقیدت مند امرأ کے ذریعے بادشاہ اور بادشاہ کے وزرأ اور امرأ تک اپنے مکتوبات پہنچائے، جن میں سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی بار بار تاکید کی ہے۔ آپ کا نظریہ یہی تھا کہ توحید کے بعد اگر کوئی مقام ہے تو سنّتِ نبوی کا ہے، اگر سنت کی پیروی نہیں ہے تو توحید کا عقیدہ بے مقصد رہ جاتا ہے۔ توحید پر عمل کی تکمیل تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ اس کے ساتھ سنّتِ رسول ﷺ کی پیروی کا جذبہ پایا جائے۔

مجھے اس بات پر بہت افسوس ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ایسے مردِ کامل پر تنقید کرتے ہیں۔

امامِ رَبّانی غوثِ صمدانی
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی
مجددیت

''مجدد'' کی تعریف میں حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں رقم طراز ہیں: ''اَیْ یُبَیِّنُ السُّنَّۃَ مِنَ الْبِدْعَۃِ وَ یُذِلُّ اَھْلَھَا'' یعنی مجدد وہ ہوتا ہے جو سنت کو بدعت سے الگ کرتا ہے اور اہلِ بدعت کو پست اور ذلیل کرتا ہے۔

میرے نزدیک اس تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ کا دوسرے زعمائے ملّت سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام ربانی قدس سرہٗ نے احیائے سنّت میں کس قدر سعیٔ بلیغہ سے کام کیا کہ بدعات کا خاتمہ کر دیا اور اپنے دلائلِ باہرہ سے اہلِ بدع وہَوا کو ذلیل ورسوا کیا، جن کو مقابلے میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب آپ کی ذاتِ مقدس سنت کے انوار میں غوطہ زن ہوتی ہے اور اس بحرِ ذخّار کی شناوری کرتی ہے تو آپ کے سامنے بدعات کی تمام روشنیاں اندھیرے میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے آپ نے بدعات کا بڑی شد و مد سے رد کیا ہے کیونکہ وہ بدعات جو سنت کو مٹانے والی ہیں، وہ سراسر گمراہی ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد سُنّتوں کے مقابلے میں ان کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ باقی رہا بدعت کا

مسئلہ، تو یہ اپنے مقام پر انشا ٔ اللہ العزیز وضاحت سے بیان ہو گا کہ اس مسئلہ کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا کیا نظریہ ہے۔

مجددینِ امّتِ محمدیہ

اب مجدّد دین کا ذکر ہوتا ہے کہ علماؑ نے مجدّد دین کی کونسی فہرست تیار کی ہے، علماؑ نے گزشتہ صدیوں کے مجددین کی فہرست میں مختلف اکابر کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں ملک العلماؑ حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری نے پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک کے مجددین کی ایک فہرست دی ہے، یہ فہرست زیر نظر مقالہ میں موجود ہے۔ جناب مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری مرحوم نے بھی دسویں صدی تک مجددین کے اسمائے گرامی نقل کئے ہیں۔ کشتیٔ ملتِ اسلامیہ کے ناخداؤں اور محسنوں میں سرفہرست یعنی پہلی صدی کے مجدد خلیفۂ برحق، حضرت عمر بن عبدالعزیز (م 101ھ) ہیں اور اس چودھویں صدی کے مجدد احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں (م 1340ھ) اس مقدس گروہ کے سلسلہ کی بعض ہستیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں؛

1۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 204ھ)

2۔ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 330ھ)

3۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 404ھ)

4۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 505ھ)

5۔ خاتم الحفاظ امام جلال الدین السیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 911ھ)

6۔ محدث کبیر مولٰینا ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 1011ھ)

7۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 1034ھ)
8۔خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 1052ھ)
9۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م 1239ھ)
(از مقدمہ ''مسلکِ امامِ ربانی'' مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱)

مذکورہ فہرست سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجددیت ان ہی افراد پر منحصر ہے کیونکہ اپنے اپنے دَور میں بہت سے علمأ وصلحأ اِسی کوشش میں مصروف رہے کہ جو بدعات ہر صدی کے قریبِ اختتام ہونے پر جاری ہوچکی تھیں ان کی تردید کی اور اسی طرح جو سنتیں بدعات کے پردوں کے نیچے مٹ چکی تھیں جس کی وجہ سے ان پر عمل مشکل ہو گیا تھا، ان کو دوبارہ اجاگر کیا کہ ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مجددین کی حتمی فہرست میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس نے بھی مجددین کی فہرست مرتب کی ہے اس نے اپنے معیار اور علمی تحقیق کے مطابق مرتب کی ہے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں اس حدیثِ تجدید کی شرح میں لکھتے ہیں؛

''اَیْ یُبَیِّنُ السُّنَّۃَ مِنَ الْبِدْعَۃِ وَیُکْثِرُ الْعِلْمَ وَیُعِزُّ اَھْلَہٗ وَیَقْمَعُ الْبِدْعَۃَ وَ یُکْسِرُ اَھْلَھَا''

یعنی مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے ممتاز ونمایاں کرے گا اور علم کو بکثرت پھیلائے گا اور اہلِ علم کی عزت کرے گا اور اہلِ بدعت کا قلع قمع کرے گا اور بدعت والوں کا زور توڑ دے گا۔

مؤلف کی رائے میں

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کی جو شرح کی ہے اس کی مصداق بالکل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذاتِ مقدس بھی ہے کہ آپ کے سامنے سب سے پہلے

بدعات کوختم کرنے اور مٹانے کا کام تھا، جیسا کہ آپ کے مکتوبات شریف پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور آپ کی زندگی کی عملی جدوجہد سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے بدعات کے زور کو توڑنے کی کتنی کوشش کی تھی اور آپ کے سامنے سنت کے مقابلے میں کسی بدعت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

حدیثِ تجدید

حضور سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجددین کی بعثت اور ان کے ظہور کے متعلق فرمایا؛ "اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا" (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے سرے پر مجدد (ایسے بندے) بھیجتا رہے گا، جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیثِ تجدید کی شرح میں اپنی کتاب "لمعات التنقیح" عربی اور "اشعۃ اللمعات" فارسی میں فرماتے ہیں، جس کا اردو ترجمہ یوں ہے کہ وہ تجدید ونصرتِ دین اور ترویج وتقویتِ سنت اور بدعت کا قلع قمع، اس کی تضعیف اور نشرِ علوم اور اعلائے کلمۃ الحق کے ساتھ اپنے زمانہ میں ممتاز ہوگا۔ (1)

---

(1) اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ منْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا (رواہ ابوداؤد) حاشیہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ؛ یعنی اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماٗ اور اولیاٗ ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اوّل یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے، جو سنتوں کو پھیلائیں گے، بدعتوں کو مٹائیں گے، غلط تاویلوں کو دور کریں گے اور صحیح تبلیغ کریں گے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بناٗ پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں، دوسری صدی میں فلاں۔ بہت مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا پھر نبی۔ حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت، کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہا، کبھی اغنیاٗ کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک، کبھی ان کی جماعتیں۔ جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے۔ جیسے ایک زمانہ میں سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا اس زمانہ میں اعلیٰحضرت مولینا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق وباطل کو چھانٹ کر دکھلایا۔

مؤلف کے خیال میں

مندرجہ بالا تحریرات اور اسی طرح اس حدیث کے دیگر شارحین نے جو شرح کی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تجدیدِ دین سے مراد کتاب وسُنّت پر وہ عمل، جو زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ترک ہو کر مٹ چکا ہو، اس کو از سرِ نو زندہ کرنا، لوگوں کے غُلو اور افراط وتفریط کو روکنا جاہل مدعیوں کی تحریفات وتاویلات کی نفی کرنا اور خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی من گھڑت بدعات سے دین کو بچانا، حق و باطل میں تمیز کرنا اور دین کو اس کی اپنی اصل شکل میں لانا، جیسا کہ ابتدائے اسلام میں یعنی حضرت محمد ﷺ اور صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیھم اجمعین کے زمانہ میں تھا اور اس مجدد کی تبلیغ اور اثراتِ صحبت سے کثیر التعداد لوگوں کا اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہونا ۔ جو مقدس ہستی ایسا کام کرے مجددِ دین کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے اور جو حدیث پاک کے معیار پر ہی پورا نہیں اتر سکتا، وہ کتنا ہی فاضل عالم، فقیہہ، صاحبِ دل اور صاحب مکاشفہ ہی کیوں نہ ہو وہ مجدد نہیں ہوسکتا۔

مجدد کون ہوسکتا ہے؟

''مجدد'' وہی ہوسکتا ہے جس میں مذکورہ بالا صفات وکمالات پائے جائیں، لٰہذا مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے علم وفضل میں شہرۂ آفاق ہو اور اُمورِ دین میں اس کو اِس قدر دسترس ہو کہ لوگ والہانہ طور پر اس کے فیوضات وبرکات کی طرف رجوع کریں، اسی طرح وہ علومِ ظاہرہ وباطنہ میں یکتائے روزگار ہو، حامیٔ سنت اور قامعِ

بدعت ہو۔

مجدد کی پہچان اس کی دینی خدمات سے ہوتی ہے۔اس کے ہم عصر علماً وصلحاً قرائن اورظنِ غالب سے اس کی خدمات اور علم وفضل کو دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں۔(1)

مجدد کا زمانہ

حدیثِ مذکورہ کے الفاظ "علی رأس کل مأتہ" کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: " ای انتھائہ او ابتدائہ اذ اقل العلم والسنۃ و کثر الجھل والبدعۃ" یعنی ایک صدی کے آخر یا دوسری صدی کے ابتدا میں جب علم و سنت کی کمی ہو جائے اور جہل و بدعت کی کثرت ہو جائے۔اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں "المراد بالرأس آخر المائۃ او قریب من آخرھا" یعنی "رأس" سے مراد صدی کا آخر یا اس کے آخر کا قریبی زمانہ ہے۔

(1) عن ابراھیم بن عبد الرحمٰن العذری قالَ قالَ رَسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ھذا العلم مَن کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلَہ یَنفُونَ عنہُ تحریفَ الغَالِّینَ وانتحَالَ المبطلِیْنَ وتَاوِیلَ الجاَھلینَ (رواہ البیھقی فی کتاب المدخل مرسلاً)

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔اس علم کو (جو قرآن وحدیث کا علم ہے) عادل (اور ثقہ افراد) اپنے اسلاف سے حاصل کر کے غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کے غلط دعاوی اور جاہلوں کی تاویلات کا انتفا کریں گے۔

مجددین کی تعداد

مجددیت کے بارے میں بعض لوگوں کا تصور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجددیت ایک ایسا درجہ ہے جو نبوت کے بعد کوئی ''خاص منصب'' ہے اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ کسی خاص بندے ہی کو اس منصب پر فائز کرتا ہے اور اس صدی کے مسلمانوں کی فلاح و سعادت اور دینی و روحانی کمالات کا حصول اس پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنی صدی کے اس مجدد کو پہچانیں اور اس کی اتباع کریں لیکن مندرجہ بالا تصور کے بارے میں کتاب وسنت میں کوئی اصل و بنیاد نہیں مل سکی۔ مجددیت کے بارے میں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس میں لفظ ''مَن'' آیا ہے وہ جس طرح واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح جمع کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، شارحینِ حدیث حضرت علامہ السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرھما نے اس کی تشریح کی ہے لٰہذا یہ یقینی طور پر لازمی نہیں کہ ایک صدی میں ایک ہی مجدد ہو بلکہ ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں اگر ایک سے زائد ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کے باوجود ایک مجدد کا ہر ایک صدی میں پایا جانا ضروری ہے۔

موئف کی رائے

مندرجہ بالا تحریرات سے ان لوگوں کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دور میں صرف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجدد مانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ بھی مجدد ہوں لیکن دونوں کی تجدید میں یہ فرق ہے

کہ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ شرعیہ میں تجدیدی کام کیا ہے، حدیث کی بے مثال خدمت کی ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے علومِ شرعیہ کے ساتھ ساتھ طریقت اور تصوف کے علوم کو اس طریقہ سے ظاہر فرمایا کہ آپ سے پہلے ان علوم کو کسی نے ظاہر نہ فرمایا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے اولیائے اللہ جو گزرے ہیں، ان کو اِن علوم پر دسترس نہیں تھی حقیقت یہ ہے کہ تصوف و طریقت کے علوم کے اظہار کا ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ پہلے اولیائے اللہ نے اپنے اپنے دور میں جن علوم کے اظہار کی ضرورت تھی، ان کا اظہار فرمایا جیسا کہ انبیائے کرام کی جماعت کہ ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں جن علوم کی ضرورت تھی اور جن امور پر مامور تھے ان ہی کی تبلیغ کی اور ان احکام کا اظہار فرمایا جن کا منجانب اللہ حکم تھا۔ یہاں تک کہ جب ہمارے آقا و مولا حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ مبارک آیا تو آپ نے ان تمام علومِ ظاہرہ و باطنہ کا ااظہار فرمایا کہ آپ سے پہلے کسی نبی و رسول نے ان کا اظہار نہ فرمایا۔لہٰذا حضرت مجدد قدس سرہٗ نے راہِ سلوک کے اسرار و رموز کو جس انداز سے بیان فرمایا، ان پر غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ہی مقام ہے اسی لئے آپ کی مجددیت سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔

آپ صرف صدی کے مجدد ہی نہیں بلکہ آپ کا مقام ''مجدد الف ثانی'' بھی ہے آپ صدی کے بعد آنے والے مجدد کے منصب کے علاوہ ہزار سال کے بعد آنے والے وہ ''مجدد اعظم'' ہیں جن کی مجددیت کو مشرق و مغرب میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی مجدد تسلیم کیا جائے تو اس میں بھی

سلسلہ نقشبندیہ کو شرف حاصل ہوگا کیونکہ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقشبندیہ سلسلہ سے بھی منسلک ہیں۔ کیونکہ آپ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو کہ پاک و ہند میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں) کے مرید اور خلیفۂ مجاز ہیں اور مجدد اس حیثیت سے کہ انہوں نے دینی کام خاص طور پر حدیثِ پاک کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

مختلف صدیوں میں جتنے بھی مجدد گزرے ہیں، ہر مجدد، دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی دور میں متعدد مجدد نظر آتے ہیں۔ کوئی علمِ حدیث کا، کوئی علم فقہ کا۔ پھر اس میں بھی کوئی فقۂ حنفی کا مجدد ہے، کوئی فقۂ شافعی کا، کوئی علمِ کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک و احسان (تصوف) کا۔ اس کے باوجود ایسا بھی بے شک ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانے میں اپنے کسی بندے سے بہت بڑا تجدیدی کام لیا ہو، اور اس کے ذریعے دین کے بہت سے شعبوں کی خدمت کرائی ہے اور کبھی کسی سے اس سے کم شعبوں کا، یعنی دین کے کسی خاص شعبے میں تجدیدی کام لیا ہو۔ یہ فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ نبیوں اور رسولوں میں ہے کہ نبوت میں سب برابر ہیں لیکن درجات میں اور فضیلت میں فرق ہے؛ تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض (بقرہ، آیہ 253) سی لحاظ سے ان کی تبلیغ اور تجدیدی کام میں فرق رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لی ہیں، ان میں خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے۔ اسی طرح تجدیدی کام ہر دور میں جاری رہا، یہاں تک کہ اس آخری دور میں جس کا آغاز ہزارۂ دوم (الف ثانی)

سے ہوتا ہے حضرت امامِ ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ سرہندی سے دین کی تجدید وحفاظت، احیائے احکامِ شریعت اور اسرار ورموزِ طریقت کے اظہار میں جو کارِ عظیم اللہ تعالیٰ نے لیا ہے وہ بھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ پاک وہند میں امامِ ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی مجددِ اعظم ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش؛ شب جمعہ 14 شوال 971ھ، وفات؛ ماہِ صفر بروز منگل 1034ھ

مجدد کی بعثت

یہ بات بھی انتہائی غور کے قابل ہے کہ ہر صدی کے سرے پر مجدد کی پیدائش کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس وقت اس کے تجدیدی کام کا آغاز ہوتا ہے جس کو حدیث پاک میں بعثت کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے خود رسولِ اکرم ﷺ اپنی پیدائش سے چالیس سال کے بعد تاجِ رسالت سے سرفراز ہوکر مبعوث ہوئے ہیں حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ابتدائی دور میں ہی نبوت کا اعلان ہوتا اور تبلیغی کام جاری ہوجاتا۔

جس طرح نبیوں، رسولوں کے بارے میں قرآنِ حکیم نے بعثت من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور فرمایا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ ○ (آلِ عمران، آیت: 164) دیگر هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (جمعہ، آیت، 2) دیگر حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (اسرأ آیت، 15) وغیرہ۔ اسی طرح حدیثِ نبوی میں بھی مجددین کے لئے یہی بعثت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے۔ ان اللّٰہ عزوجل یبعث لھٰذہِ الامۃ (الحدیث)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی ورسول کی

بعثت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، کوئی نبی محض اپنے ذاتی کسب وکمالات اور شخصی جدوجہد یا کسی جماعتی تجویز سے نبوت کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتا، اسی طرح مجدد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور کسی مجدد کو محض اپنی ذاتی محنت اور شخصی کسب وسعی سے تجدیدی مقام حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی جماعت کی تجویز اور مفاہمت سے ہاتھ آتا ہے۔

اس بحث کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوّت ورسالت کے لِئے چُن لیتا ہے اور نبوت ورسالت کی خِلعتِ فاخرہ سے سرفراز فرما کر مبعوث فرماتا ہے، اسی طرح مجدد کو بھی منتخب کرلیا جاتا ہے پس ان دونوں منصبوں کا انتخاب یعنی (نبوت ومجددیت) من جانب اللہ ہوتا ہے۔لیکن یہ بات ضروری ہے کہ ان دونوں منصبوں میں فرق ہے، وہ اس طور پر کہ نبوت اصل ہے اور مجددیت اس نبوت کا ظل ہے۔ نبی کی ذات منصوص من اللہ اور وحیٔ الٰہی کے ذریعہ مشخص ہوتی ہے اور نبی کا کشف والہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے، جس کو وحی کہا جاتا ہے۔ادھر مجدد کا معاملہ اور ہے کہ مجدد کی شخصیت منصوص من اللہ نہیں ہوتی اور اس کا کشف والہام قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ نبی کا منکر خارج از اسلام ہے۔مجدد کا منکر اگرچہ خارج از اسلام نہیں ہے لیکن خارج از اصلاح وتقویٰ ضرور ہے۔

بہرحال مجددیت، نبوت کا ایک نمایاں پرتو ہوتا ہے، اسی لئے مجدد اپنے علم وعمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق وملکات کے لحاظ سے نبی کا نمونہ ہوتا ہے پس جس طرح کسی ذات کو یعنی نبی کو نبی مان لینے سے اس کے تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہوجاتا ہے، اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کرلینے سے اس میں وراثتِ نبوت کے غیر معمولی حظوظ کا اعتراف خود بخود لازم ہوجاتا ہے اور کسی کو مجدد مان لینے اور کہنے کے بعد کسی منقبت کا درجہ

باقی نہیں رہتا کہ جس کے ذریعے مجدد کی تعریف کی جائے اگر کی بھی جائے تو وہ اسی وصف تجدید کی تفصیل ہوگی، جس کا متن لفظ مجدد ہی ہوگا۔(1)

---

(1) مکتوبات حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (صفحہ 86)

آنچہ می گویند ایشاں خود را مجدد نوشتہ اند۔ دریں چہ قباحت است، درحدیث شریف آمدہ کہ بعد ہر مائۂ مجددے پیدا می شود کہ امر امت را تازہ می نماید۔ مجدد در سلاطین چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مجدد در امورِ دین در علماً چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مجدد در صوفیہ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و در اسرارِ علوم امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مجدد در افاضۂ فیوض با کثرتِ خوارق حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ایں مجددانِ ایں اُمۃ را تقویت فرمودہ اند و شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در حدیث مجدد است و علمِ حدیث را رواج بخشیدہ و حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در بیانِ مقاماتِ طریقت و حقیقت ممتاز اند رسوخ رواج دادن در علمِ دین با کثرت افشائے انوار و فیوض دلیل است بر مجدد بودن آں اکابر ہم چنیں کثرتِ فیوض و افادات کہ صحبت مبارکِ ایشاں اسرارِ توحید و شہود وحدت در کثرت و نسبت حضور و یادداشت و مراتبِ کمالاتِ نبوت و حقائقِ الٰہیہ و حقائقِ انبیاً علیہم السلام کہ بے مجاہدات و ریاضات در صحبتِ ایشاں در اندک زمان دست میداد سالکاں را بر درجاتِ ولایات ترقی حاصل مے شد از دلائلِ مجدد بودن ایشان است رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔

ترجمہ، جواب شبہ: یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو خود مجدد لکھا ہے۔ اس میں کونسی قباحت ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد مجدد پیدا ہوتا ہے جو امت کے دین کو تازہ کرتا ہے۔ سلاطین میں مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ امورِ دین کے مجدد علماً میں سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں صوفیاً میں مجدد معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اسرارِ علوم میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مجدد حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ فیوض کے افاضہ میں با کثرتِ خوارق کے مجدد حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ ان مجددین نے امت کے دین کو تقویت دی ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث کے مجدد ہیں علمِ حدیث کی خوب ترویج کی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقاماتِ طریقت و حقیقت کے بیان کرنے میں ممتاز ہیں۔ دینی علوم میں استواری کے رواج دینے میں، انوار و فیوض کو کثرت سے ظاہر کرنا (بقیہ حاشیہ) یہی آپ کے مجدد ہونے کی دلیل ہے۔ اکابرین کی طرح کثرتِ فیض اور فائدہ دینے میں کہ ان کی صحبت سے اسرارِ توحید، وحدت کا شہود کثرت میں حضوریٔ نسبت، یادداشت، کمالاتِ نبوت کے مراتب اور حقائقِ الٰہیہ اور حقائقِ انبیاً علیہم السلام جو کہ بغیر مجاہدہ اور ریاضت کے ان کی صحبت میں تھوڑی مدت میں حاصل ہوئے سالکین کو جو ولایات کے درجات پر ترقی حاصل ہوئی یہ سب حضرت مجدد قدس سرہ کے مجدد ہونے کے دلائل میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مکاتیب کی صورت میں

مجددیت کا دعویٰ

باوجود اس بات کے کہ ہر مجدد کو اپنی مجددیت کا علم ہونا لازمی امر نہیں ہے، جیسا کہ کئی ولی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ولی ہوتے ہیں لیکن ان کو بعض اوقات اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا۔ تاہم بعض حضراتِ مجددین کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجددیت کا علم عطا فرمایا جاتا ہے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر اس کا اظہار فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اپنے مجدد ہونے کا علم علےٰ وجہ الکمال تھا۔ جیسا کہ بعض مکتوبات میں خصوصیت سے خود تحریر فرمایا ہے۔

دفتر دوم مکتوب 4

بنام سیادت مآب میر محمد نعمان صاحب قدس سرہٗ

مکتوب شریف میں پہلے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی وضاحت فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں: ''اربابِ ولایت در رنگ علماءِ ظواہر در ادراکِ آن عاجز ندو در درکِ آن قاصر۔ ایں

علوم مقتبس از مشکوٰۃِ انوارِ نبوت اند علےٰ اربابہا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ کہ بعد از تجدیدِ این الف ثانی بہ تبعیت و وِراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ۔ صاحبِ این علوم و معارف مجددِ ایں الف است۔۔۔ و بدانند کہ بر سرِ ہر مائۃ مجددے گزشتہ است۔ اما مجددِ مائۃ دیگر است و مجددِ الف دیگر۔ چنانچہ درمیانِ مائۃ و الف فرق است درمیانِ مجددینِ اینہا نیز ہماں قدر فرق است بلکہ زیادہ از ان۔ و مجدد آنست کہ ہر چہ دران مدت از فیوض بأمّتاں برسد بتوسطِ او برسد اگر چہ اقطاب و اوتادِ آن وقت بوند و بُدَلاؑ و نجباؑ باشند۔"

ترجمہ: یہ معارف دائرۂ ولایت سے خارج ہیں۔ اربابِ ولایت بھی علمائے ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے سینہ سے اخذ کئے گئے ہیں، جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور پر ظاہر و تازہ ہوئے اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا حامل اس ہزار سال کا مجدد ہے اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے ان دونوں مجددوں میں اسی طرح فرق ہے بلکہ اس سے زیادہ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے، اس کے واسطے سے پہنچتا ہے اگر چہ اس وقت کے قطب اور اوتاد و ابدال و نجباؑ ہوں۔ (1)

---

(1) اس مکتوب کے ابتدائی حصہ میں فرماتے ہیں: اے فرزند! ایں علوم و معارف کہ ہیچ یک از اہل اللہ بدان تکلم نہ فرمودہ است نہ بصریح و نہ باشارت از اشرف معارف اند اکملِ علوم کہ بعد از ہزار سال بر منصۂ ظہور آمدہ اند و حقیقت واجب تعالیٰ و تقدس و حقائقِ ممکنات را کَمَا یُمکنُ ویَلیقُ بیان فرمودہ اند نہ مخالفتِ بکتاب و سنت دارند و نہ مباینت باقوالِ حق۔ ترجمہ: اے فرزند یہ علوم و معارف کہ جن کی نسبت اہلِ اللہ میں کسی نے نہ ہی صراحت سے گفتگو کی ہے اور نہ ہی اشارے سے۔ یہ ان نہایت اعلیٰ معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں جو کہ ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ کی حقیقت اور ممکنات کے حقائق کو جس قدر ممکن اور لائق بیان ہے، بیان کیا گیا ہے۔ یہ معارف نہ تو کتاب وسنت کے مخالف ہیں اور نہ ہی اہلِ حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

عام مصلحت کے لئے اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

دفتر اوّل مکتوب 234

بنام محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

''ای فرزند! این آن وقت است کہ در امِم سابقہ در ایں طور وقتیکہ پُر از ظلمت است پیغمبر اولوالعزم مبعوث می گشت و احیاءِ شریعتِ جدیدہ میکرد۔ و درین اُمت کہ خیرالامم است و پیغمبرِ ایشان خاتم الرسل علیہ وعلےٰ آلہٖ الصلوٰت والتسلیمات، علمأ را مرتبۂ انبیاءِ بنی اسرائیل دادہ اند و بوجودِ علما ٔ از وجودِ انبیأ کفایت فرمودہ اند۔ لہٰذا بر سرِ ہر مائۃ از علمائے این اُمت مجددے تعین می نمایند کہ احیائے شریعت فرماید علی الخصوص بعد از مضّی الف کہ در امِم سابقہ وقتِ بعثتِ پیغمبر اولوالعزم است و بہ ہر پیغمبرے در آن وقت اکتفأ نمودہ اند۔ درین طور وقت عالمے عارفے تام المعرفت درکار است کہ قائم مقامِ اولوالعزم امم سابقہ باشد۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ۔ اے فرزند یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا اور اِس امت میں جو کہ خیرالامم ہے اور اس امت کے پیغمبر آنحضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰت والتسلیمات ہیں اس امت کے علمأ کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیأ کے

وجود کو علماءؑ کے وجود پر کفایت کیا ہے اسی لئے ہر صدی کے سرے پر (ختم یا شروع میں) اس امت کے علمائؑ میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں تا کہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص طور پر ہزار سال کے بعد جو کہ سابقہ اُمتوں میں اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے ایسے وقت میں ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

شعر؛ روح القدس کا فیض اگر پھر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہی کام کریں گے جو کہ مسیحا نے کیا۔

دفتر اوّل مکتوب 261

بنام سیادت پناہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(نوٹ: اس مکتوب شریف کی ابتدا میں فضائلِ نماز کا بیان ہے اور بعد میں ''مجدد الف ثانی'' پر بحث ہے)

''ایں کمالیست کہ بعد از ہزار سال بوجود آمدہ است و آخریّتے است کہ برنگِ اولیّت برآمدہ مگر از اینجا فرمودۂ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ آخِرُهُمْ نہ فرمودہ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ چہ مناسبت آخر را باوّل بیشتر دیدہ کہ محل تردّد گشتہ و در حدیثِ دیگر فرمودہ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ بہترینِ این امت اوّل اوست یا آخر و درمیانِ آن کدِر است۔ (چند سطور کے بعد فرمایا) وشروعِ آخریتِ این امت از بدایتِ الف ثانی است از ارتحالِ آن سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام زیرا کہ مضیِّ الف را خاصیتے است عظیم در تغیرِ امور و تاثیر یست قوی در تبدیلِ اشیاء و چون درین

امت نسخ وتبدیل نبودہ ناچار نسبتِ سابقان بہمان طراوت ونضارت درمتاخران جلوہ گر گشتہ است وتائیدِ شریعت وتجدیدِ ملت درالفِ ثانی فرمودہ۔''

ترجمہ: یہ وہ کمال ہے جو ہزار سال کے بعد وجود میں آیا ہے اور آخریت جو اوّلیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے، شاید رسولِ اکرم ﷺ نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُمْ (ان میں سے اول بہتر ہیں یا ان میں سے آخر) اور یہ نہ فرمایا کہ ان کے اول بہتر ہیں یا ان کے اوسط کیونکہ آخر کو اول کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردد کا محل ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث شریف میں حضور علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اوّل ہیں یا آخر اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔ (مکتوب شریف کے اس مذکورہ حصہ کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا)

اور اس امت کی آخریت کی ابتدأ آنحضرت ﷺ کے رِحلت فرمانے کے بعد الف ثانی (یعنی دوسرے ہزار سال) سے ہے کیونکہ الف یعنی ہزار سال گزرنے کو امور کے تغییر میں بڑا دخل ہے اور اشیأ کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اور جب کہ اس امت میں نسخ و تبدیلی نہیں ہے اسی لئے سابقین کی جو نسبت تھی اُسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور اسی نسبتِ سابقہ نے ''الف ثانی'' میں شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید فرمائی ہے۔

دفتر اوّل مکتوب 301

بنام مولانا امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

''انگارم کہ این دولت در کبار تابعین نیز پرتو انداختہ است و در اکابر تبع تابعین نیز سایہ افگندہ۔ بعد ازان رو باستتار آوردہ تا آنکہ نوبت بالفِ ثانی از بعثتِ آن سرور علیہ و

علےٰ آلہ الصلوات والتسلیمات رسیدہ ودراین وقت نیز آن دولت بہ تبعیت وِوراثت بَرمنصۂ ظہور آمدہ وآخر را باوّل مشابہ ساختہ۔‘‘

ترجمہ: مَیں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگوں پر بھی اپنا پرتو ڈالا ہے، اسی طرح تبع تابعین پر بھی اس دولت کا سایہ پڑا ہے، بعدازاں یہ دولت پوشیدہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ آں سرورِ دوعالم علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (ہزارۂ دوم کی باری آگئی) اوراس وقت بھی وہ دولت تبعیت ووراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر کو اوّل کے مشابہ کردیا۔

امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بارے میں اکابرینِ اُمت کی شہادت

پاک وہندے کے علاوہ عرب وعجم میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصرین میں سے ے بہت سے علمأ ومشائخ ہیں، جنہوں نے آپ کی عظمت اورآپ کے مجدد الف ثانی ہونے کی ے شہادت دی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ان اکابر کے تسلیم کرنے پر آپ مجدد بنے ہیں بلکہ واللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (سورۃ البقرہ) کے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ’’الفِ ثانی‘‘ میں مجددیت کا مرتبہ عطا فرمایا تو پھران اکابرین نے آپ کے ان علوم ومعارف کو، جو دوسرے علمأ ومشائخ کے علوم سے ورأ ہیں، دیکھا اور سنا تو پھر یہ لوگ آپ کی مجددیت کے قائل ہوگئے، ان میں سے چند اکابر کے نام یہ ہیں:

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت فضل اللہ برہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ حسن غوثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میر مؤمن بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضرت مجدد کے شیوخ میں سے ہیں)

مولانا حسن قبادیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا میرک شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا جان محمد لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا عبدالسلام الدیوکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہم

یہ سب حضرات اپنے اپنے وقت کے فاضل و کامل بزرگ ہیں، جنہوں نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کی تعریف کی ہے اور مخالفین کا ردّ کیا ہے۔ اب ان میں سے چند حضرات کی رائے، جو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارے میں ہے، الگ الگ تحریر کی جاتی ہے۔

حضرت علامۂ زماں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ''مجدد الف ثانی'' ہونے کا اقرار کیا ہے اور اپنی تحریر سے اس کی تصدیق بھی فرمائی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تنقید کرنے والوں کی شدت سے تشنیع کرتے اور جو خطوط حضرت کی خدمت میں بھیجتے، ان

میں آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے خطاب فرماتے بلکہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نے آپ کو اس لقب سے ملقب کیا ہے۔ بعض مخالفین کے شبہ کے رد میں مولانا موصوف کی یہ عبارت بھی نقل کی جا رہی ہے:

''قدح کردن درسخنِ بزرگان بے فہمیدن مراد ایشان جہل است ونتیجۂ نیک ندارد پس ردّ کلام مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد (سرہندی) از جہل و نافہمیدگی است۔''

ترجمہ: اکابرِ ملت کے کلام میں ان کی مراد سمجھے بغیر نقص نکالنا جہالت ہے اور اس کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔ اور ملجائے مشیخت، معدن عرفان (شیخ احمد سرہندی) کے کلام کا رد کرنا جہالت اور عدم فہم کی وجہ سے ہے ''کتبہ الفقیر عبدالحکیم''

(علامہ روزگار مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماخوذ از رسالہ کشف الغطأ نقل کردہ از محمد فرح نبیرہ حضرت مجدد سرہندی قدس سرہٗ)

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت

علامۂ زماں، عبدالحکیم بن شمس الدین رحمہما اللہ تعالیٰ، مولانا کمال کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے اکابر علمأ اعاظم فضلأ میں شمار ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ اور تفسیر میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ کو ''آفتابِ پنجاب'' کہتے تھے اور مولانا بھی حضرت مجدد کے بڑے عقیدت مند تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو ''مجدد الف ثانی'' کہا ہے۔ جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں اپنے وطن سیالکوٹ میں تدریسِ علوم میں

مشغول رہے۔ پھر شاہجہاں بادشاہ نے دربار میں بلا کر انعام واکرام سے نوازا اور دو دفعہ چاندی سے آپ کا وزن کرا کر چاندی آپ کو بخش دی۔ دونوں مرتبہ چھ ہزار (6000) روپیہ وزن میں آیا اور چند دیہات مطافی آپ کو عطا فرمائے۔

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں۔ حاشیہ بر تفسیر بیضاوی۔ حاشیہ مقدمات التلویح۔ حاشیہ المطول۔ حاشیہ شرح المواقف۔ حاشیہ شرح عقاید التفتازانی۔ حاشیہ شرح عقائد للدوانی۔ الحاشیہ علی حاشیۃ الخیالی۔ حاشیہ شرح الشمسیہ۔ الحاشیہ علی حاشیہ عبدالغفور الفواید الضیائیہ۔ حاشیہ شرح المطالع۔ الدرالثمین فی اثبات الواجب تعالیٰ۔ الحواشی علیٰ ہوامش شرح حکمۃ العین۔ الحواشی علی ہوامش ہدایۃ الحکمۃ للمیبذی (سیّد زوار حسین شاہ صاحب)

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تبحرِ علمی بہت مشہور ہے۔ علماً میں سے سب سے پہلے یہ عالم ہیں، جنہوں نے امامِ سرہندی قدس سرہٗ کو ''مجدد الف ثانی'' لکھا اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ ''دلائل التجدید'' تصنیف فرمایا۔ واضح رہے کہ حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کو 10 ربیع الاول 1010ھ مطابق 1601ء بروز جمعۃ المبارک ''خلعت تجدید'' زیب تن ہوا۔ (دعوت وعزیمت)

حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ از ''ہدیہ مجددیہ'' نقل از کشف الغطاء

(پیدائش ماہ محرم 950ھ۔ وفات ماہ ربیع الاول 1052ھ)

آپ نے ابتدائی دور میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارِف پر بتقاضائے بشریت ومتقضائے معاصرت بعض اعتراضات کئے تھے لیکن آخر میں عنایتِ

الٰہی نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور اپنے اس عمل سے معذرت کی اور اپنے ایک مکتوب میں (جو حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لکھا، خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے) ان اعتراضات سے رجوع کیا ہے، وہ مکتوب درج ذیل ہے؛

''نسبتِ این فقیر درین ایام وصفائے باطن بہ خدمتِ ایشان از حد متجاوز است وَ اصلا پردۂ بشریت وغشاوۂ جبلیت درمیاں نہ ماندہ۔ نہ می داند کہ از کجا است۔ باقطع نظر از رعایت طریقۂ انصاف وحکم عقل کہ بہ این چنین عزیزان و بزرگان بدظن نہ باید بود و در باطن بہ طریقِ ذوق ووجدان وغلبہ چیزے افتاد است کہ زبان از تقریر آن لال است۔ سبحان اللہ مقلب القلوب ومبدل الاحوال شاید کہ ظاہر بینان دراین جا استبعاد کنند۔ من نمی دانم کہ حال چیست و بہ چہ منوال است۔'' (ماخوذ از بشاراتِ مظہری)

ترجمہ۔ ان ایام میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے حق میں فقیر کی صفائی قلب حد سے زیادہ ہے، پردۂ بشریت وحجابِ جبلت درمیان میں حائل نہیں رہا۔ مَیں خود نہیں جانتا کہ یہ کس بنا پر ہے برادرِ طریقت ہونے کی رعایت اور انصاف کا تقاضا اور عقل کا حکم یہ ہے کہ ایسے عزیزوں اور بزرگوں کے ساتھ بدظن نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود میرے باطن میں ذوق ووجدان اور غلبۂ حال سے ایک کیفیت پیدا ہوگئی ہے، جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ دلوں کے پھیرنے والے اور احوال کے بدلنے والے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ اس بات کو دور از عقل خیال کریں۔ مَیں نہیں جانتا کہ یہ حالت کیا ہے اور کیوں ہے۔ (از سیّد زوار حسین شاہ صاحب مصنف ''حضرت مجدد الف ثانی'' قدس سرہٗ)

مؤلف کی رائے میں

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر تنقید کرنے والے جو لوگ ہیں، ان کا نظریہ ہے کہ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارف پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان اعتراضات کے بارے میں عرض ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام سرہندی قدس سرہٗ کی مجددیت پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی ان کو مسائلِ شرعیہ میں اختلاف تھا بلکہ مسائلِ طریقت میں تھا اور وہ بھی صرف شبہات کی حد تک محدود تھا۔ ان شبہات کو رفع کرنے کے لئے چند معروضات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کیں۔ یہ شبہات اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تک تحریف شدہ مکتوبات پہنچے تھے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ان شبہات کو دُور کرنے کے لئے جواب میں بغیر تحریف کے اصل مکتوبات کی نقول تیار کروا کر اپنے دستخطوں کے ساتھ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ارسال کیں۔

اس بات پر بھی غور ہو کہ حضرت شیخ دہلوی قدس سرہٗ کے یہ سوالات عناد کے طور پر نہ تھے بلکہ استفسار اور برادرانہ طور پر تھے، یہ دونوں حضرات ہم عصر بھی تھے اور پیر بھائی بھی۔ جو پیر بھائی ہوتے ہیں ان کا آپس میں برادرانہ تعلق ہوتا ہے اور ان کے درمیان جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں، وہ مصلحانہ ہوتے ہیں نہ کہ عنادانہ۔ اسی لئے حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نجی مکتوبات کسی کو نہیں بتائے بلکہ پوشیدہ طور پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمتِ عالیہ میں بھیجنے کا اہتمام کیا، البتہ حضرت شیخ نے اعتراضیہ معروضات حضرت مرزا حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ انہوں نے جب حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے اعتراضات کو دیکھا تو حضرت

مرزا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ جو مکتوبات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچے ہیں، وہ تحریف شدہ ہیں۔ حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اصل مکتوبات، جن پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط تھے نقل کر کے حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجے تب جا کر حضرت شیخ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اپنی اولاد کو وصیت کی کہ وہ خطوط جن میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے چند مکتوبات پر اعتراض تحریر کئے گئے تھے، ان کو دریائے جمنا میں دھویا جائے تا کہ تحریر کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

ان اختلاف واعتراضات کی وضاحت مولانا وکیل احمد صاحب سکندر پوری نے کی ہے، جن کے پڑھنے سے حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تحریف شدہ مکتوبات حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجے گئے تھے، جن کی تحقیق کئے بغیر ہی حضرت شیخ نے اعتراضات کر دیئے۔ یہ بات واضح رہے کہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو مکتوبات حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجے وہ اعتراضیہ تھے اور جو مکتوب حضرت مجدد قدس سرہٗ کے پاس بھیجے تھے، وہ ان کے ذاتی مکتوب تھے جو کہ رفع شبہات کے لئے لکھے گئے تھے جیسا کہ مکتوباتِ مجددیہ میں حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام مکتوبات میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے خط وکتابت جاری رہی۔

مولانا وکیل احمد صاحب سکندر پوری طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت اشرف علی حیدر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت تھے۔ وہ خلیفہ تھے حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے (جن کا مزار حیدر آباد دکن میں ہے)، وہ خلیفہ تھے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور ان کے مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی تھے قدس اللہ اسرارہم۔

مولانا وکیل احمد صاحب نے 1309ھ میں انوارِ احمدیہ، 1311ھ میں ہدیہ مجددیہ اور

۱۳۱۴ھ میں الکلام المنجی بر ردّ ا یرادات البرزنجی لکھی ہے۔ پہلی دو کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور تیسری فصیح عربی میں ہے۔ ان اعتراضات کے جوابات مولانا وکیل احمد صاحب نے بہت اچھے انداز میں دیئے ہیں۔ ذیل میں ''ہدیہ مجددیہ'' کتاب کا حوالہ دیا جارہا ہے، جس میں حضرت شیخ کو مغالطہ ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ بھی حضرت شاہ فتح محمد فتحپوری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے۔ اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ تحریفات کا ثبوت ایک چشتی بزرگ کے ذریعے موصول ہورہا ہے۔ ''ہدیہ مجددیہ'' کتاب فارسی میں ہے آسانی کے لئے اردو ترجمہ بھی لکھا جارہا ہے۔

حضرت شاہ فتح محمد فتح پوری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(از ابوالحسن زید فاروقی دہلوی)

''شاہ فتح محمد فتح پوری چشتی در مناقب العارفین آوردہ چون بر ارقام احوالِ شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ رسیدم ومکتوباتِ او را مع معارضاتِ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ کردم تحیّرم افزود کہ چہ نویسم باوجود صدور چنین کلماتِ کفر در حقِ ختم المرسلین ﷺ و اہانت اولیأ را کہ ارض وسمأ بر علوِ مرتبۂ آن ہا شہادت می دہد۔ ہم چنین اکابر مثل شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ودیگر کسانے کہ در سلسلۂ وے داخل اند اکثرے علمأ ومحدثین صاحبِ حال وقال اند چسان اتباع کردند خصوصاً علمائے بلخ و بخارا و کابل کہ در تدیّن و صلابتِ دین نظیرے ندارند۔ اکثرے بہمین سلسلہ متمسک اند پس برائے تفتیشِ حال وے قصدِ دہلی کردم واز شیخ نورالحق بن شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقی شدہ استفسارِ حال وے نمودم بہ تحقیق پیوست کہ شخصے حسن خان نامی از قومِ افغان از مریدانِ شیخ کابلی چیزے از وے آزردگی پیدا کردہ مسوداتِ مکتوباتِ شیخ (مجدد) را کہ نزد وے بود از ان تحریف کردو

بست نسخہ نویسانیدہ و جابجا منتشر گردانید چون نقل مکتوبات بہ شیخ دہلوی کہ از خلفائے شاہ عبدالباقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بود رسیدہ کمال متوحش شدہ مکتوباتے در ردّ آن اقوالِ کاذبہ شیخ کابلی نوشت و بسیار زجر و توبیخ کرد از آنجا شیخ کابلی مسوداتِ خود را کہ دستخطی بودہ بجنسہٖ نزد شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرستاد و نوشت کہ معاذ اللہ کہ از من چنین کلمات بہ صدور پیوستہ باشد۔ یکے از مریدانِ من مردود بہ طریقت گشتہ این فتنہ برپا ساخت و مراہدف برنا و پیر نمود و آخر بدعائے من گرفتار شدہ در بخارا در تہمتِ ارتداد کشتہ شد بعد دریافت آن شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در توصیفِ آن مقال و اعتذار عدمِ علم بدین حال مکتوبے نوشت۔ چنانچہ آن مکتوب شیخ دہلوی دستخطی شان ملاحظہ کردم۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک و اگرچہ نزدوے زمرۂ اہلِ وجد و سماع از جنسِ فساق (1) ایم لیکن بحکم ظَنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا راہِ انصاف پیمودہ در پئے تفتیش حال وے شدیم انتہیٰ'' (ہدیہ مجددیہ صفحہ 105..104)

ترجمہ: حضرت شاہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات لکھنے کا موقع آیا اور مَیں نے ان کے مکتوبات کو اور پھر شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعتراضات کو پڑھا، حیرت میں پڑ گیا کہ مَیں ایسے شخص کے بارے میں کیا لکھوں کہ ایک طرف تو ان سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسے کلماتِ کفر صادر ہوئے ہیں اور ایسے بلند پایہ اولیأ کی اہانت کی ہے کہ جن کی بزرگی و جلالتِ قدر پر زمین و آسمان گواہی دے رہے ہیں اور دوسری طرف شیخ (سیّد) آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے اولیأ اللہ ان کے مرید ہوں اور صاحبِ قال و حال علمأ و محدثین ان کے سلسلہ سے وابستہ ہوں اور خاص کر بلخ و بخارا و کابل کے علمأ جو تدیّن اور صلابت دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، ان کے سلسلہ میں داخل ہوں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مَیں حقیقت معلوم کرنے کے لئے

---

(1) ''فاسق۔ یہاں پر ترک امرحق کردن یعنی امرحق کو چھوڑنا۔ (غیاث اللغات) حالانکہ خود حضرات چشتیہ نے سماع کو بہت سخت شرائط سے مشروط کیا ہے جو کہ کتابوں میں مذکور ہے۔

دہلی روانہ ہوا اور وہاں شیخ نور الحق سے ملا جو کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے ہیں، ان سے مجھے حقیقت کا پتہ چلا (شیخ نور الحق حضرت خواجہ محمد معصوم، قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) اور مَیں (اس حقیقت کو) لکھتا ہوں: پٹھان حسن خان جو کہ حضرت شیخ احمد قدس سرہٗ کا مرید تھا، وہ کسی بات پر ان سے ناراض ہوا، اس کے پاس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات کے کچھ مسودات تھے، اس نے ان مکاتیب میں تحریفات کیں اور پھر ان کے بیس نسخے لکھوا کر منتشر کئے۔ جب وہ خطوط شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شاہ عبدالباقی قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز تھے) کے پاس پہنچے تو بہت ناراض ہوئے اور ان کے رد میں خطوط لکھ کر شیخ احمد کابلی قدس سرہٗ کو ارسال کئے۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطوط زجر و توبیخ سے لبریز تھے۔ حضرت شیخ احمد کابلی قدس سرہٗ نے اصل خطوط کی نقلیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کو ارسال کیں اور انہیں لکھا: ایسی تحریر سے اللہ تعالیٰ مجھے محفوظ رکھے، میرے مریدوں میں سے ایک شخص مجھ سے برگشتہ ہوا اور یہ فتنہ پھیلا کر مجھے ہر چھوٹے بڑے کا ہدف بنایا، بالآخر میری بددعا اسے لگی اور وہ بخارا میں ارتداد کی تہمت میں مارا گیا۔ جب شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ بات کھلی تو انہوں نے ایک مکتوب آپ کو لکھا جس میں آپ کے بیان کی تعریف کی اور اپنی لاعلمی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر مَیں نے ملاحظہ کی والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک اگرچہ ان کے نزدیک ہم اہلِ وجد و سماع نافرمانوں میں ہیں تاہم ظَنُّوا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا پر نظر رکھتے ہوئے میں نے راہِ انصاف اختیار کی اور ان کے حال کی تفتیش کی۔

مؤلف کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معاندین اگر اچھی طرح غور کریں تو شاہ فتح محمد

چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جب تحریف شدہ مکتوبات حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان مکتوبات کی پوری طرح چھان بین نہ کی اور مغالطے میں آ کر ان مکتوبات کو قابلِ اعتراض سمجھتے ہوئے ان پر اعتراضات تحریر کر دیئے اور وہ مکتوبات حضرت مجدد قدس سرہٗ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے ان اعتراضیہ مکتوبات کے جواب میں ایک تو اصل مکتوبات کی دستخطی نقل بھیجی اور یہ لکھا کہ حسن خان مرید نے خیانت کی ہے کیونکہ اس نے اصل مکتوبات کی عبارات کو تبدیل کر کے بیس نسخے تیار کئے، جن میں سے ایک نسخہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا تھا، جسے پڑھ کر آپ ناراض ہوئے۔ آخر حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہٗ بھی تو بلند حیثیت کے مالک تھے اور علومِ شرعیہ پر بہت ہی دسترس رکھتے تھے پھر تقویٰ کے لحاظ سے بھی اونچا مقام تھا اور ساتھ ہی حضرت مجدد قدس سرہٗ کے پیر بھائی بھی تھے اور عمر کے لحاظ سے بھی بڑے تھے، ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے انہیں بجا طور پر یہ حق پہنچتا تھا کہ ایسی باتوں پر اصلاح کے طور پر اعتراض کریں اگرچہ وہ مکتوب حقیقت پر مبنی نہیں تھے۔ جب امام ربانی سرہندی قدس سرہٗ کا جواب موصول ہوا تب جا کر اپنے اعتراضات پر پشیمان ہوئے اور اس پر اپنی معذرت حضرت حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیجی۔ اسی معذرت کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعنوان اخلاص نامہ تحریر کیا ہے (وہ عبارت آئندہ صفحات میں آئے گی)۔

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ شاہ فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ تو نقشبندی ہیں اور نہ ہی قادری، سہروردی، بلکہ چشتی سلسلہ سے منسلک ہیں، ان کی تحریر طرفداری سے بالکل مبرا ہے۔ ان کی تحریر پر بھی اگر کوئی ناقد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حقانیت تسلیم نہ کرے تو اسے سوائے تعصب کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تعجب کی یہ بات ہے کہ ناقدین

حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اعتراضات والی تحریروں کو پیش کرتے ہیں لیکن معذرت والے خط کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے اور یہی رٹ ہے کہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتراض کیے ہیں، اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح حسن خان نے جو بیس نسخے تیار کیے تھے، وہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی بھیجے تھے لیکن دوسرے لوگوں کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے بھی اعتراض تحریر کیے ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غلط تحریروں سے دھوکا کھا گئے لیکن دوسرے لوگ محتاط رہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اخلاص نامہ از محدث شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بحوالہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی مدظلہ)

شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''بشاراتِ مظہریہ'' میں اپنے پیرومرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہٗ کا بیان تحریر کیا ہے؛

''می فرمودند کہ از اخلاص نامۂ شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ کہ بجانبِ حضرت خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ کہ از اجّلِ خلفائے عارفِ کامل وخدا آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اند ومکتوبِ طولانی کہ بہ اولادِ خود بدین مضمون نوشتہ اند آنچہ مسوداتِ اقتراحات کہ برکلماتِ قدسی آیاتِ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نوشتہ ام، درآبِ جمن بشوئید۔ معلوم می شود آنچہ غبارے بہ نسبت حضرت مجدد قدس سرہٗ بہ ایشان رسیدہ بود، آخر بہ صفا انجامیدہ است وآن اخلاص نامہ این است؛

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَ اَبْقَاکُمْ عَلٰی رُؤُسِ الْمُحِبِّیْنَ الطَّالِبِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ دراین سہ روز

کہ ازاحوال شریف خبر نہ گرفت یا بہ جہت تقصیرے کہ در جبلتِ بشر است یا بہ قصدِ آن کہ مطلقا از آلائشِ ضعف وفترت پاک شدہ باشند تا بہ خبرِ مسرت اثر صحتِ کلی و عافیتِ تام مشرف و مسرور گردد۔ امید کہ بہ اعلامِ آن مشرف گردانند، دیدۂ محبت در راہِ انتظار وصول اخبار مسرت آثار بندگی حضرت میاں شیخ احمد دوچار است۔ امیدوار است کہ دعائے محبان بہ اجابت رسیدہ اثرِ عظیم آرد۔ نسبتِ این فقیر در این ایام وصفائے باطن بہ خدمتِ ایشان از حد متجاوز است و اصلا پردۂ بشریت وغشاوہ جبلت درمیان نہ ماندہ۔ نمی داند کہ از کجاست۔ باقطع نظر از رعایت طریقہ انصاف وحکمِ عقل کہ بہ این چنیں عزیزان و بزرگان بد نہ باید بود و در باطن بہ طریقِ ذوق و وجدان وغلبہ چیزے افتادہ است کہ زبان از تقریر آن لال است۔ سُبحان اللہ مقلب القلوب ومبدل الاحوال شاید کہ ظاہر بینان دریں جا استبعاد کنند۔ من نمی دانم کہ حال چیست و بہ چہ منوال است، زیادہ چہ گوید و چہ نویسد والله اعلم بحقيقة الحال۔

ترجمہ: فرماتے تھے کہ جو اخلاص نامہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ارسال کیا ہے جو کہ عارفِ کامل وخدا آگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے عالی قدر خلفاء میں سے ہیں اور طویل مکتوب اپنی اولاد کو اس مضمون کا لکھا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کلماتِ قدسی آیات پر جو اعتراضاتی مسوّدے میرے تحریر کردہ ہیں، ان کو جمنا کے پانی میں دھو ڈالو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی طرف سے جو غبار ان کے دل میں تھا، وہ صاف ہو گیا تھا اور وہ اخلاص نامہ یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور چاہنے والے مخلص طالبوں کے سروں پر باقی رکھے ان دو تین دنوں کے عرصہ میں آپ کے احوال شریفہ کی خبر معلوم نہ کرنے کی وجہ یا تو وہ کوتاہی ہو سکتی ہے جو انسان کی فطرت میں ہے یا پھر وہ ارادہ ہو سکتا ہے کہ کامل صحت حاصل ہو جائے تو پھر خبرِ مسرت سننے میں آئے۔ امید ہے صحت کی خبر سے آگاہ کریں گے۔ بندگی حضرت

میاں شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اخبارِ مسرت آثار پر چشمِ شوق لگی ہوئی ہے، امید ہے چاہنے والوں کی دعا قبول ہو کر بڑا اثر پیدا کرے گی۔ آج کل ان سے فقیر کا قلبی تعلق بے حد زیادہ ہے۔ بشریت کا کوئی پردہ یا افتادِ طبع کا کوئی اثر بالکل حائل نہیں رہا۔ مَیں خود نہیں جانتا کہ یہ کس بنأ پر ہے۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ طریقۂ انصاف کی رعایت اور حکمِ عقل کا تقاضا ہے کہ ایسے عزیزوں اور بزرگوں کے ساتھ بُرا نہ ہونا چاہیے۔ میرے دل میں ذوق و وجدان اور غلبہ کی بنأ پر کچھ ایسی کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ اس کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ، دلوں کا پلٹنے والا اور احوال کا بدلنے والا۔ ظاہر بین شائد اس پر یقین نہ کریں، مَیں خود بھی نہیں جانتا کہ کیا حال ہے اور کیوں ہے، زیادہ کیا کہوں اور کیا لکھوں؟ حقیقتِ حال کا پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔''

حضرت مرزا قدس سرہٗ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جناب شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طویل مکتوب کو خود ملاحظہ کیا ہے، جو جنابِ شیخ نے اپنی اولاد کے نام لکھا ہے۔ آپ کے لئے اس کے ذرائع اچھی طرح مہیا ہو گئے تھے، خاص طور پر جناب حضرت مرزا قدس سرہٗ کے الفاظ کہ ''بدین مضمون'' اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔ آپ کے پیرومرشد سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ، حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے، مع ہٰذا انہوں نے حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا ہے جو کہ حضرت سیف الدین قدس سرہٗ کے اور پھر آپ کے والد محترم حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے اور بشاراتِ مظہریہ میں لکھا ہے کہ آپ یعنی (محمد محسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جناب شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کے نواسے تھے۔ حضرت محمد محسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے محمد احسان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ کے یعنی حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کے قدمائے اصحاب اور اکمل خلفأ میں سے تھے اور ان کے بھائی شیخ غلام حسن

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ کے مخصوص اصحاب اور زبدۂ احباب میں سے تھے۔
(''مقامات مظہری'' واز ''حضرت مجدد قدس سرہ اور ان کے ناقدین'' مصنفہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی)

مؤلف کے خیال میں

تعجب اور حیرانگی کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ناقدین حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات پر تو یقین کرتے ہیں لیکن ان کی معذرت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے، نہ ان کے رجوع کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

غور فرمایئے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بلند پایہ ولیٔ کامل و مکمل تھے۔ ان کی ولایتِ کاملہ کا اس بات سے ہی اندازہ لگایئے کہ حضرت سید غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاضی ثنأ اللہ عثمانی پانی پتی قدس سرہٗ جیسے بلند پایہ عالم و متقی حضرت مرزا قدس سرہٗ کے بڑے خلفأ میں شمار ہوتے ہیں، جس بادشاہِ ولایت کے ایسے برگزیدہ لوگ ارادت مند اور عقیدت مند ہوں تو ان کا اپنا مقام کس قدر بلند و اعلیٰ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پہلے ہی اپنی زندگی میں اپنے بارے میں پیشین گوئی فرمادی تھی، آخر آپ شہید ہوئے، اپنے شعر کے صحیح مصداق ثابت ہوئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طنیت را

حضرت مرزا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کو کسی صورت میں جھٹلایا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ پاک نفوس مبالغہ آمیزی سے پاک وصاف ہوتے ہیں، دوسری طرف یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ پہلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے کہ حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے (شیخ نورالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ اسی طرح حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حافظ محمد محسن صاحب بھی حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ اور آپ کے والد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے حافظ محمد محسن صاحب کے صاحبزادے محمد احسان صاحب بھی حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے خلیفۂ اکمل تھے اور ان کے بھائی غلام حسن صاحب بھی مخصوص احباب میں سے تھے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراضات کو اچھالنے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعتراضات پر مستقل رہتے اور ان کی تردید نہ کرتے تو ان کے صاحبزادوں اور نواسوں کو بھی ان اعتراضات کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے تھا لیکن اس کے برعکس نہ صرف یہ کہ وہ خاندانِ مجددیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے بلکہ خلافت بھی حاصل کی۔ ان کے اس اقدام سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے صاحبزادے نور الحق رحمۃ اللہ علیہ کو ان اعتراضات کو دھو ڈالنے کی وصیت برحق ہے اور حضرت خواجہ حسام الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں جو اخلاص نامہ لکھا گیا، وہ خلوصِ نیت پر مبنی ہے۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے اب ہم ان اسباب کی طرف آتے ہیں، جن کی وجہ سے اس دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت تھی۔

....

دسویں صدی اور عہد اکبری

اقتباس از ''تاریخِ دعوت وعزیمت''

(مولانا سید ابوالحسن ندوی)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دسویں صدی میں مال و دولت کی فراوانی، عہدوں اور منصبوں کی طمع اور ان میں مسابقت کے جذبے نے یہ تضاد پیدا کردیا تھا کہ دنیا داروں اور دنیا پرستوں کا ایک بڑا گروہ پیدا ہوگیا تھا، جو دینی اور اخلاقی تعلیمات واصول کو بالائے طاق رکھ کر حصولِ جاہ ومنصب یا لذت وتمتع کے لئے ہر طرح کی بدعنوانی اور بے راہ روی اختیار کرنے لگا تھا۔ یہ طبقہ عام طور پر ایسے زمانہ میں پیدا ہوتا ہے جب وسیع اور مستحکم حکومتیں قائم ہوجاتی ہیں اور امن وامان کا دور آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوری خاندان کی حکومت کے آخری دور اور مغلیہ سلطنت کے قیام کے بعد ہندوستانی معاشرہ میں یہی کیفیت نمایاں ہوگئی تھی اور بہت سے خلافِ اسلام اور خلافِ شریعت اعمال ورسوم اور آئین جاری ہوگئے تھے۔ رسمیت اور ظاہر پرستی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو معاشرہ اخلاقی وذہنی پستی اور علمی حلقے جمود کا شکار ہوجاتے ہیں اور نظام سلطنت بے روح ہوجاتا ہے تو لوگ ایسی تحریکوں میں (چاہے غلط ہوں یا صحیح) اپنی تسکین کا سامان پاتے ہیں۔ کتاب وسنت کی تعلیم سے

غفلت اور حدیث سے ناواقفیت بھی ان تحریکوں کا اہم سبب ہے، یہی کتاب وسنت ہے جس سے ہر دور میں دین کا صحیح مزاج پیدا ہوتا ہے۔ دینی علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے ہم اس بات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ امت کے فہم وعمل میں اصل دین اور اسوۂ رسول ﷺ اور طریقہ صحابہ وتابعین سے کتنا بُعد اور انحراف پیدا ہو گیا تھا۔

الف ثانی۔۔ایک نقطۂ نظر

ہم (مؤلف کتاب ہٰذا) یہاں پر ایک فتویٰ تحریر کرتے ہیں جو کہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی گجراتی کے قلم سے سامنے آیا ہے۔فتویٰ بہت طویل ہے لہٰذا اس کے کچھ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ

''قانونِ شریعت کے مطابق یہ بات حتماً مُسلّم ہے کہ اللہ جل ّشانہٗ اپنے پیارے رؤف ورحیم حضور اقدس ﷺ کے طفیل ان کی امت کو ضلالت سے بچانے کے لئے ہر سو سال بعد آنے والی صدی کے بالکل ابتدأ میں اپنے کسی کامل اکمل بندے کو مجددیت کا تاج پہنا کر اُمتِ نبی کریم ﷺ کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد جلد دوم صفحہ نمبر 589 کتاب الملاحم کے شروع میں پہلی حدیث ہے:

حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ ابْنُ دَاؤدُ الْمَهْدِی قَالَ حَدَّثَنَا اِبْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِی سَعِیْدابنُ اَبِی اَیُّوْب عَنْ شَرَاحِیْلَ بْنِ یَزِیْدَ الْمُهْدِی عَنْ اَبِی عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَبعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رأسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا''

ترجمہ،سلمان بن ابوداؤدمہدی نے ابوداؤد سے روایت کی ان سے ابن وھب نے۔ان کو

خبر دی سعید بن ایوب نے، انہوں نے شراحیل بن یزید مہدی سے روایت لی۔ انہوں نے علقمہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ میری امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں مبعوث فرماتا رہے گا ایسے شخص کو جو دینِ پاک کو صاف ستھرا کرتا رہے (الخ)۔ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ جامع الصغیر نے جلد اول صفحہ نمبر 74 پر اس کو صحیح کہا۔

اس حدیثِ پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ پہلی یہ کہ ہر مجدد ایک صدی کے لئے ہوگا نہ کم نہ زیادہ۔ بعض نقشبندی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار سال کے مجدد ہیں، بالکل غلط ہے بلکہ آپ بھی دیگر مجددین کی طرح فقط ایک صدی کے مجدد ہیں الف ثانی کا مطلب دوسرے ہزار کی ابتدائ جو گیارہویں صدی ہے نہ کہ پورے ہزار سال۔ کیونکہ پورے ہزار سال تو اب ہو ہی نہیں سکتے قیامت قریب ہے اور موجودہ نقشبندیوں کا یہ قول خود ساختہ اس حدیثِ منورہ کے بھی خلاف ہے۔

(اس حصہ سے آگے چل کر تحریر ہے)

چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ وہ مجدد فردِ واحد ہوگا نہ کہ جماعتِ کثیرہ (1) اگرچہ دیگر علمائ اس کے معاون بن جائیں مگر اصل مجدد فقط ایک شخص ہی ہوگا، اس لئے کہ حدیثِ مذکورہ بالا میں مَن (2) اسم موصول ہے جو صرف وحدت کو چاہتا ہے۔

(پھر مجددین کا ذکر کرتے ہیں)

---

(1) فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں؛ ''پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ ہٰذا لقیاس''۔ (از مکتوباتِ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) اس تحریر سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک صدی میں تین مجدد بھی رہے۔

(2) مَنْ ۔ بالفتحہ بمعنی کسی و آں کس و کیست و بایں معنی برائے جمع و مفرد ہر در آمدہ (غیاث اللغات)

(i) مَنْ ۔ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لئے یکساں طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (مفردات القرآن)

(ii) مَنْ یعمل خیراً بجزا بہٖ (جو نیکی کرے گا اس کو اس کا بدلہ ملے گا)

مِن النا س مَنْ لا یو من با اللہ (لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے) (المنجد)

دسویں صدی کے مجدد (ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جنہوں نے اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کا تختہ اُلٹایا۔ (پورا فتویٰ نہیں لکھا گیا بلکہ اختصار سے لکھا گیا ہے)

مؤلف کے نقطہ نظر میں

مفتی صاحب نے حدیثِ پاک کا حوالہ دے کر تین باتیں ثابت کی ہیں۔ پہلی یہ کہ صرف ایک مجدد ایک صدی کے لئے نہ کم نہ زیادہ۔ نقشبندیوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھ رہے ہیں کہ بعض نقشبندی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار سال کے مجدد ہیں بالکل غلط ہے....(الخ) ہر صدی کا ایک مجدد ہوتا ہے (یہ کیسا اٹل حکم دیا جا رہا ہے حالانکہ پہلے صفحات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر صدی کا ایک مجدد ہوتا ہے اگر ایک سے زائد ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ایک ہی دور میں ایک سے زائد نبی ہو گزرے ہیں) نقشبندیوں کا یہ نظریہ کہ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہزار سال کے مجدد ہیں، بالکل غلط ہے (خود ہی مجدد الف ثانی لکھ رہے ہیں پھر ساتھ ہی تردید بھی کر رہے ہیں) ان کو معلوم نہیں کہ جب دس صدیاں گزر جائیں تو اس کے بعد ہزار کی گنتی شروع ہوتی ہے اسی کو گیارہویں صدی یا ہزارۂ دوم کہا جاتا ہے، گیارہویں صدی کہہ لیں یا ہزارۂ دوم کہہ لیں یا الف ثانی کہہ لیں بات ایک ہی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ دوسرے ہزار کی گیارہویں صدی ہے نہ کہ پورے ہزار سال، یہ کتنا مغالطہ ہے۔ نقشبندیوں کا یہ نظریہ انہوں نے کہاں سے لیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پورے ہزار سال کے مجدد ہیں بلکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعد اور مجدد بھی آتے رہیں گے لیکن فیضان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا جاری رہے گا جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس فیضان میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائبِ مناب

ہوں اور یہ فیض حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ہوگا جب ان کا ظہور ہوگا تو فیضان کا سلسلہ ان کے سپرد ہوگا۔ (پھر جب مجددین کا ذکر کرتے ہیں تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں) دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کا تختہ اُلٹایا۔

یہ مفتی صاحب کی غیر تحقیقی بات ہے، جو کارنامہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اسے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ انہیں اتنا علم نہیں کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قندھار میں پیدا ہوئے اور تحصیلِ علوم سے فارغ ہو کر ہندوستان میں آئے پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں پر اپنے علوم کی اشاعت کی اور تجدیدی کام کیا۔ وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصنیفات کا سلسلہ اور فیض اب بھی جاری ہے۔

مفتی صاحب کے مندرجہ بالا فتویٰ کے لحاظ سے جو سوالات اُبھرتے ہیں ان کا جواب تفصیل سے دوسرے مصنفین کے حوالہ سے دیا جا رہا ہے جن کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لقب کیوں ہوا؟ اور اکبری دینِ الٰہی کی بیخ کنی کس نے کی؟ اور ایک مردِ مجاہد بن کر اکبر بادشاہ کا ردّ کس نے کیا؟ معلوم نہیں کہ ان لوگوں کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجدد الف ثانی کہنے میں کیوں ضد ہے؟

الف ثانی کا مغالطہ

اقتباس از ''تاریخ دعوت و عزیمت''

دسویں صدی ہجری اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے اختتام پر اسلامی تقویم کے ہزار سال کی تکمیل اور دوسرے ہزار (الف ثانی) کا آغاز ہوتا ہے۔ عام حالات میں اگرچہ

یہ تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن دنیا کی طویل عمر اور حیات انسانی کی وسیع تقویم میں جس طرح ہر صدی پر ایک ورق الٹتا ہے، اسی طرح ایک ہزار سال پر بھی گیارہویں صدی کا نیا ورق الٹنے والا تھا۔ لیکن جب ذہنوں میں شدید قسم کا انتشار اور عقائد میں تبدیلی، دین کی صحیح تعلیم اور کتاب وسنت کے علم سے نہ صرف غفلت بلکہ نفرت ہو۔ اس دور میں اہلِ یونان کے علوم کو عقل انسانی کی آخری منزل سمجھا جائے۔ علومِ نبوت، آسمانی وحی اور تنزیل اور نصوصِ قرآنی کی اپنی من مانی تاویلات سے تضحیک وتحقیر کی جائے اور ان پر ایمان لانے کو جہل اور کورانہ تقلید کا مرادف قرار دیا جائے۔ تو اس دور کے لوگوں کے نزدیک اس دین کی تاریخ اور دنیا کی تقویم میں الفِ اول کا ختم ہونا اور الفِ ثانی کا شروع ہونا ایک اہم حادثہ اور زریں موقع ہے۔ دسویں صدی کے نصف آخر میں ہمیں عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں اور خاص طور پر ایران میں اس خیال کے عکس نظر آتے ہیں۔ ظہورِ اسلام کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ہزار سال پورے ہو رہے ہیں اور دوسرا ہزار شروع ہونے والا ہے۔ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کا ظاہر ہونا حدیث سے ثابت ہے (جس کا ذکر ہو چکا ہے) اور تاریخ بھی اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اسی لئے بعض ذہین لوگ دوسرے ہزار کے شروع ہونے پر مجددیت سے کہیں زیادہ دینِ جدید کے مؤسِّس یعنی بنیاد رکھنے والے اور عالم اسلام کے نئے دور کے فاتح کے ظہور کے خواب دیکھنے لگے تھے اور ان میں بہت سے لوگوں نے اپنا نام اس منصب کے امیدواروں میں لکھانے کی کوشش بھی شروع کر دی تھی۔ اس دور کی کوئی ذہنی اور فکری تاریخ مرتب نہیں ہے اگر ہوتی تو دسویں صدی کے عالمِ اسلام میں ہمیں صاف نظر آتا کہ ''الف ثانی'' کے قرب نے کتنے دلوں میں تمنائے خام کے چراغ روشن کر دیئے تھے۔

نقطوی تحریک

دسویں صدی ہجری میں ''نقطوی تحریک'' چلی جس نے پہلے ایران میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی لیکن صفوی حکومت نے نقطوی تحریک کے ہزاروں پیروکاروں کو قتل کیا، اس قتل و غارت گری کے نتیجہ میں بہت سے نقطوی ہندوستان بھاگ آئے ان میں نقطوی تحریک کے بانی محمود پسیخوانی کا ایک بڑا عالم پیروکار میر شریف آملی بھی تھا، جو پہلے بلخ پہنچا اور پھر وہاں سے بھاگ کر دکن آ گیا اور ہندوستان میں اپنی تبلیغ سے ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا۔

اس تحریک کے عقائد کے بارے میں جو خالص ملحدانہ تحریک ہے، اسکندر منشی نے لکھا ہے ''یہ فرقہ حکمأ کے مذہب کے مطابق عالم کو قدیم مانتا ہے۔ اجسام انسانی کے دوبارہ زندہ ہونے اور حشر و نشر کا مطلق عقیدہ نہیں رکھتا۔ اعمال کے حسن و قبح کی سزا اور جزا کو دنیا کی راحت و ذلت کی شکل میں اسی کو جنت و دوزخ سمجھتا ہے۔''

مشہور مؤرخ صمصام الدولہ شاہنواز خان ان کے متعلق لکھتا ہے:

> ''علم نقطہ۔ الحاد و زندقہ اباحت (سب کچھ جائز ہے) اور وسیع المشربی (یعنی سب صحیح ہے) کا نام ہے۔ حکمائے قدیم کی طرح وہ بھی قِدَمِ عالم کے قائل اور حشر و نشر و قیامت سب کے منکر ہیں، اعمال کے حسن و قبح کا انعام و سزا اور جنت و دوزخ اسی دنیا کی خوشحالی اور تنگ حالی کو سمجھتے ہیں۔''

مذکورہ معلومات اس لئے تحریر کی جا رہی ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تجدید سے پہلے ہندوستان میں دینی گمراہی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی اور اس وقت کس قدر ایک مجدد کی ضرورت تھی جو شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔

دسویں صدی ہجری اور اکبری دور کے حالات

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد اس کے ابتدائی حالات ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے شروع ہوئے۔ بعد میں حالات کے بدلنے سے اکبر کے دینی خیالات میں بہت سی تبدیلی آ گئی۔ اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ بعض علمأ کی آپس میں رقابت پیدا ہو گئی تھی۔

مخدوم الملک مولوی عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور شیخ عبدالنبی گنگوہی کا دربارِ اکبری میں بڑا اثر و رسوخ تھا، اسی اثر کی وجہ سے ان کو مخدوم الملک اور صدالصدور کے خطابات بادشاہ کی طرف سے دیئے گئے۔ ان کے آپس میں اختلاف پیدا ہو جانے سے اکبر کی نظر میں ان کا وہ وقار نہ رہا اور اسی دوران میں ملا مبارک ناگوری کو موقع ملا تو اس نے دربارِ اکبری میں اپنا مقام حاصل کر لیا۔ ملا مبارک ناگوری مختلف ادوار میں سنی، شیعہ، صوفی اور مہدوی کے علاوہ اور بھی بہت کچھ بنتا رہا۔ اس نے باوجود درباری ہونے کے خود نہیں بلکہ اپنے دونوں بیٹوں ابوالفضل (1) اور فیضی کو دربار میں جگہ دی۔ ان دونوں کے عقائد و خیالات اچھے نہ تھے، جس کی وجہ سے عام حلقوں میں ان کی مخالفت کی گئی۔ رفتہ رفتہ اپنی علمی استعداد اور ذہانت کی وجہ سے انہوں نے دربار میں اونچا مقام حاصل کر لیا تھا۔ فیضی نے اپنی ذہانت و فطانت کے زور سے قرآن پاک کی غیر منقوط تفسیر لکھی، جس پر بادشاہ نے اسے دس ہزار روپے انعام دئے، ابوالفضل بھی ذہانت میں فیضی سے کم نہ تھا۔ اس نے اپنے علم اور ذہانت سے بادشاہ کو فرماں روائے سلطنت کی سطح سے بڑھا کر ''امامِ زماں'' اور ''ہادیٔ دوراں'' کے منصبِ رفیع پر پہنچا دیا تھا۔ اس کے علاوہ اکبر کے لئے ایک بڑی آزمائش کی بات اور اسلام سے اس کے مزاج کے منحرف ہونے کا ایک قوی سبب یہ بھی تھا کہ اس نے اپنی سلطنت کو مضبوط بنانے کے لئے راجپوت راجاؤں کے ساتھ رشتے ناطے کر لئے اور ان

---

(1) ابوالفیض فیضی (ولادت 954ھ وفات 1004ھ)۔ ابوالفضل علامی (ولادت 957ھ وفات 1011ء)

کو اعلیٰ منصب عطا کئے اور ان کا پورا پورا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بہت سے ایسے کام کئے، جو اس کے پیشرو سلاطین نے ابھی تک نہیں کئے تھے۔ مثلاً گاؤ کشی کی ممانعت، آفتاب کے رخ بیٹھ کر جھروکے کا درشن، داڑھی منڈوانا، بھدرا کروانا، قشقہ لگوانا، ہندو رانیوں کے ساتھ مل کر تمام ہندوانہ رسموں میں حصہ لینا۔ اکبر کی بیوی راجہ بھاری مل کی بیٹی راجہ بھگوان داس کی بہن تھی۔ دوسری جودھ بائی، جودھ پور کی رانی۔ ان ہندو رانیوں کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کے بھائیوں اور عزیزوں کا اکبر پر خاصا اثر تھا اور یہ بات بھی قدرتی تھی کہ اکبر کے دین میں جو تبدیلی ہوئی، وہ اسی تعلق کا نتیجہ تھی۔ ادھر مُلّا مبارک کو موقع ملا تو اس نے جھٹ ایک ''محضر نامہ'' لکھ کر بادشاہ کی دستگیری کی اور یہی محضر نامہ اکبر کے رُخ پھیرنے میں ممد و معاون ثابت ہوا، جو ذہنی اور تہذیبی ارتداد کا صدر دروازہ کہا جا سکتا ہے۔

محضر نامہ کی عبارت

''خدا کے نزدیک سلطانِ عادل کا مرتبہ مجتہد کے رُتبے سے کہیں زیادہ ہے اور حضرت کہف الانام، امیر المؤمنین ظل اللہ علی العالمین، ابوالفتح جلال الدین اکبر بادشاہ غازی سب سے زیادہ عدل کرنے والے، عقل والے اور علم والے ہیں۔ اس بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں، جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر وہ اپنے ذہنِ ثاقب اور رائے صائب کی روشنی میں بنی آدم کی آسانیوں کے پیش نظر کسی پہلو کو ترجیح دے کر اس کو معیّن کریں اور اس کا فیصلہ کریں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا فیصلہ قطعی اور اجماعی قرار پائے گا اور رعایا اور برایا کے لئے اس کی پابندی حتمی اور ناگریز ہوگی۔''

یہ محضر نامہ رجب 987ھ میں تیار کیا گیا اور ساتھ ہی اس کا نفاذ ہوا۔ بادشاہ کے ایما پر

علمائے وقت نے دستخط کیئے اور اس کی رُو سے بادشاہ امامِ مجتہد، واجب الاطاعت اور خلیفۃ اللہ قرار پایا اور یہی اس سفر کی ابتدا ہے جو نہ صرف دینِ اسلام سے انحراف تھا بلکہ اس سے عناد و اختلاف پر جا کر مکمل ہوا۔

الف ثانی کی اہمیت

بادشاہ اکبر کو مجتہدِ مطلق بنا دینے کے بعد دوسرا قدم یہ تھا کہ ظہورِ اسلام پر ایک ہزار سال گزر رہے ہیں، دوسرے ہزار سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس نئے ہزار سال سے دنیا کی ایک نئی عمر شروع ہو گی، اس کے لئے ایک نیا آئین اور ایک نیا شارع ہونا چاہیے اور اس کے لئے اکبر جیسے صاحبِ تاج اور امامِ عادل اور عاقل سے بڑھ کر کوئی موزوں نہیں۔ جیسا کہ عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ

> ''بادشاہ کے ذہن میں چونکہ یہ بات راسخ ہو گئی تھی کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کی مدت کے ہزار سال پورے ہو چکے ہیں جو اس دین کی طبعی عمر ہے اور اب کوئی مانع ان پوشیدہ دلی تقاضوں کے اظہار میں نہیں رہا۔''

مؤلف کے خیال میں

اس ہزار سالہ (الف ثانی) کے مسئلہ کو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر صدی کے ختم ہونے سے پہلے ہی دین اسلام میں بہت سی بدعات اور خلافِ شرع رسومات کے (یعنی قرآن و سنت کے احکام سے انحراف کرتے ہوئے نئی راہیں اور نئے اعتقادی) مسئلے جاری ہو

جاتے ہیں، جن کی وجہ سے دینِ اِسلام کی مضبوط جڑیں کھوکھلی ہونے لگتی ہیں ۔ ان کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کا پیدا ہونا از روئے حدیثِ پاک لازمی ہوتا ہے، جو ان تمام برائیوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اور اپنی تقریر و تحریر سے ان خلافِ شرع باتوں کی بیخ کنی کرتا ہے اور دینِ اِسلام میں ایک نئی روح ڈالتا ہے جس کی وجہ سے دوسری صدی کی ابتدا میں دینِ اِسلام کے باغ میں ایک نئی بہار آ جاتی ہے اور اس میں اسی طرح سنت کی پیروی کا عمل جاری ہو جاتا ہے اور تازہ رونق پیدا ہو جاتی ہے جو گزشتہ صدی کے اوائل میں تھی۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوا ہر صدی کے قریبِ اختتام کو دینِ اسلام میں بدعات کے جاری ہونے میں بہت اثر ہے۔ اسی طرح دوسری صدی کی ابتدا میں دینِ اسلام کی اصلاح میں الگ عملی رنگ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ عملی تبدیلی نہ ہوتی تو ہر صدی پر مجدد کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یوں ہوتا کہ اس صدی میں علما کو جب بھی موقع ملتا تو دینِ اسلام میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کے لئے قدم اٹھاتے لیکن ان سے یہ ذمہ داری مکمل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہر عالم مجدد نہیں ہو سکتا بلکہ "وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ" اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے بندۂ خاص بناتا ہے۔ تجدیدِ دین کے لئے شریعت و طریقت میں معرفتِ تامہ رکھنے والا عالم ہی مجدد بننے کا اہل ہوتا ہے۔

اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح ہر صدی کو مِائۃ کہا جاتا ہے مِائۃ اوّل، مَاتہ ثانی، مَاتہ ثالث، الخ۔ دوسری صدی کو مِائۃ ثانی کہا گیا۔ کیونکہ یہاں پر مَاتہ کا ذکر تھا جب مِائۃ، دس تک پہنچ گئے تو ''الوف'' کی باری آ گئی۔ ایک سے دس تک پورا الفِ اوّل ہوا۔ جب اس سے آگے دوسرا ہزار سالہ آ گیا تو اسے ''الفِ ثانی'' کہا گیا، اسی وجہ سے ہم امامِ سرہندی قدس سرہٗ کو ''مجدد الف ثانی'' کہتے ہیں۔ مفتی اقتدار احمد گجراتی صاحب کا یہ کہنا کہ اب ہزار سال پورے نہیں ہو سکتے کیونکہ اس ہزار سال میں قیامت قریب ہے۔ یہ

نہ سوچا کہ الفِ ثانی قیامت آنے پر ہی پورا نہ ہوگا۔ اگر پورا نہیں ہوتا تو نہ ہو، ہم تو ''ابتدائے الفِ ثانی'' کی بات کر رہے ہیں کہ وہ اس وقت شروع ہوا تھا، لہٰذا یہ الفِ ثانی ہوگا۔ معلوم نہیں مفتی صاحب کو قیامت کا فون کہاں سے آ گیا؟

اس ''الفِ ثانی'' کے لقب پر بعض بریلوی حضرات تنقید کرتے ہیں۔ ایک فتویٰ تو آپ نے ملاحظہ کرلیا۔ آئندہ صفحات میں دیگر حضرات کا ذکر بھی آئے گا۔

حضرت امامِ ربّانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا تجدیدی کارنامہ

(ماخوذ از ''تاریخِ دعوت و عزیمت'')

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

ان تمام اہلِ نظر اور انصاف پسند حضرات کا، جن کی گیارہویں صدی ہجری (جس سے ہزارۂ دوم، الف ثانی کا آغاز ہوتا ہے) کی اسلامی تاریخ پر عمومی اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر خصوصی نظر ہے، اس پر اتفاق ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ سے اسلام کی حفاظت و تقویت کا وہ عہد آفریں کام انجام پایا، جس کو حدیثِ پاک کی سادہ معروف اصطلاح میں تجدید کہا گیا ہے۔ اس اصطلاح نے ان کے سلسلہ میں ایسی شہرت حاصل کی ہے کہ وہ ان کے نام کے قائم مقام بن گیا ہے یعنی ''مجددی'' نام کا مشہور ہونا اور جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کا کام وقت کے اہم ترین اور سنگین فتنوں کا سدِ باب اور شریعتِ اسلامی کی صداقت و

ہدایت پر از سر نو اعتماد و اعتقاد بحال کرنا، ''ہمہ اوست'' اور (وحدت الوجود) کے عقیدہ اور نظریہ کی وضاحت اور اس کے متوازی ''وحدت الشہود'' کے نظریہ و مسلک کو مدلل طریقہ سے پیش کرنا، ہندوستان میں اسلام کے اکھڑے ہوئے قدموں کو جمانا، اکبری عہد کے مخالفِ اسلام اثرات کو ختم کرنا، ہندوستان میں ایک تجدیدی انقلاب لانے کی حکیمانہ اور مدبرانہ کامیاب کوشش کرنا تھا اور پھر آخر میں جہاد اور سعی اعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ ہندوستان میں اسلام کو قائم رکھا بلکہ اس کو عالم اسلام میں دینی علوم اور دعوتِ اسلامی کا مرکز بنا دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وہ اصل تجدیدی کارنامہ کیا تھا، جس کو آپ کے دوسرے کاموں پر فوقیت حاصل ہو؟ لوگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کا جواب دیا ہے۔ ان میں سے تین گروہوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو قابلِ ذکر ہیں؛ وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِب۔

(1).....ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اس لئے ''مجدد الف ثانی'' کہلانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کو اسلام کے لئے دوبارہ بازیاب کیا اور اس کو برہمنیت یا وحدتِ ادیان کی گود میں جانے کی بجائے دوبارہ حضرت جناب رسالت مآب محمد عربی ﷺ اور دین حجازی کی نگرانی میں دیا اور اس کو گیارہویں ہجری (بمطابق سولہویں صدی عیسوی میں) اس انجام اور حشر سے بچا لیا جو اس کا تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں ہونے والا تھا بلکہ درحقیقت ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ کو اس ہمہ گیر اعتقادی، مذہبی، دینی اور تہذیبی ارتداد کے فوری خطرہ سے محفوظ کر دیا، جو اکبر جیسی باعزم شخصیت اور اس کے ساتھ ہی اس کے یگانۂ روزگار مشیروں جیسے ملا مبارک اور اس کے بیٹے ابوالفضل اور فیضی وغیرہ کی ذہانت سے ایک امرِ واقعہ بن کر سامنے آ گیا تھا۔ یہ معنوی اور روحانی انقلاب اور یہ ذہنی و تہذیبی

ارتداد اس سیاسی زوال و اقتدار کے خاتمہ سے کہیں زیادہ سنگین، دیر پا اور دُور رس تھا، جو اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہندوستان کی نو خیز غیر مسلم طاقتوں کے اُبھرنے سے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں انگریزوں کے تسلط سے پیش آیا۔ جیسا کہ ہندوانہ تحریکیں مسلمانوں کے خلاف ہو کر (شدھی جیسی تحریک اور اس طرح دوسری تحریکیں) ظاہر ہوئیں، شاید علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مشہور شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبر دار

(2).....دوسرے گروہ کے نزدیک ان کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے طریقت و شریعت کی فوقیت و بالا دستی کو ایسے پُر از اعتماد و تجربہ کارانہ انداز اور اس قوت و وضاحت کے ساتھ بیان کیا، جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا اور اس سے طریقت کا شریعت کے تابع بلکہ خادم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا اور سلوک و طریقت کے حلقہ میں شریعت سے استغنا بلکہ کہیں کہیں انحراف اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ باطنی حواس کی صفائی کی بنا پر جو مکاشفات ہونے لگے تھے۔ ان پر پورا اعتماد کرنے کا جو فتنہ شروع ہو گیا تھا وہ رُک گیا اور وضاحتِ مجددیہ کے بعد کسی کو کھل کر یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ شریعت و طریقت کے الگ الگ کوچے ہیں اور طریقت پر شریعت کے پہرے نہیں بٹھائے جا سکتے۔

(3).....تیسرا گروہ وہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا اصل تجدیدی کارنامہ یہ سمجھتا ہے کہ انہوں نے ''وحدت الوجود'' کے مسئلہ کو اس طور پر واضح کیا کہ اس کی حقیقت ظاہر ہوئی اور عوام الناس میں اس عقیدے کی وجہ سے ان کے اعتقاد میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کو ختم کیا اور جب کہ اس عقیدے نے آخری صدی میں پوری علمی و روحانی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور جس کے خلاف کسی پڑھے لکھے آدمی کا لب کشائی

کرنا بھی اپنی جہالت کا ثبوت دینا تھا۔اس کے مقابلے میں وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا جو کہ وحدت الوجود سے اوپر کا مقام ہے(انشاءاللہ العزیز اس بحث کو آئندہ تفصیل سے تحریر کیا جائے گا)۔

تبلیغ ودعوت کے وسیع انتظامات

1026 ہجری میں آپ نے بہت سے خلفاً تبلیغ وہدایت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے۔ان میں سے سَتّر خلفاً مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ (یہ آپ کے خلیفہ ہیں) کی قیادت میں ترکستان کی طرف روانہ کئے گئے۔چالیس حضرات مولانا محمد فرخ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں یمن وشام اور روم کی طرف بھیجے گئے۔دس ذمہ دار اور تربیت یافتہ حضرات مولانا محمد صادق کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماتحت کاشغر کی طرف اور تیس خلفاً مولانا شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں توران، بدخشان اور خراسان گئے۔

ان حضرات کو اپنے اپنے مقامات میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور کثرت سے بندگانِ خدا نے فائدہ اٹھایا۔اسی طرح بہت سے نامی گرامی علماً ومشائخ جو اپنے اپنے مقامات میں بہت عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے،سفر کی دشوار گزار منزلیں طے کر کے سرہند شریف حضرت مجدد قدس سرہٗ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور بیعت و استفادہ سے مشرف ہوئے۔ان میں شاہِ بدخشاں کے معتمد علیہ شیخ طاہر بدخشی،طالقان کے جیّد عالم شیخ عبدالحق شادمانی،مولانا صالح کولابی، شیخ احمد برکی ،مولانا یار محمد اور مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔آپ نے ان میں سے اکثر حضرات کو خلافت واجازت عطا فرما کر دعوت وارشاد کے لئے اپنے اپنے مقامات کو واپس کر دیا۔

یہ تو تھا ہندوستان سے باہر ملکوں میں تبلیغ ودعوت کا انتظام، اب ہندوستان کے اندر بھی تبلیغ ودعوت پر غور فرمائیں کہ ہندوستان کے اندر کس طرح اسلام کا پرچار کیا۔ حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر دکن بھیجا۔ شیخ بدرالدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر پہلے سہارنپور پھر شاہی لشکر آگرہ میں بھیج دیا۔ میر محمد نعمان کشمی رحمۃ اللہ علیہ کو (جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاً میں سے تھے) تجدیدِ بیعت و اجازت نامہ مرحمت فرما کر برہانپور روانہ فرمایا۔ مولانا شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو شہر لاہور (جو ہندوستان میں دوسرا سیاسی و علمی مرکز تھا) طالبانِ حق کی رہنمائی کے لئے روانہ فرمایا، جنہوں نے لاہور میں روحانیت کے فیض کو ایسا عام کیا کہ ہزاروں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت فرما کر شہر پٹنہ روانہ فرمایا۔ شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کو منازلِ سلوک طے کرا کے اور تعلیم وطریقت کی اجازت دے کر بنگالہ بھیج دیا۔ شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیلِ حال کے بعد جونپور روانہ فرمایا۔ مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت میں مجاز ہونے کے بعد برک پہنچ کر تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ حصار شادمان، علاقہ اصفہان کے باشندہ تھے (جنہوں نے مکتوبات شریف کے دفتر دوم کو ترتیب دیا تھا) آپ کو شہر پٹنہ روانہ کیا گیا۔ شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ دریائے گنگا کے کنارے ارشاد وتربیت کا چشمہ جاری کئے ہوئے تھے۔ یہی مقام ہندوؤں کا مذہبی لحاظ سے مرکز تھا۔ سید محبّ اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر مانک پور روانہ کیا۔ شیخ کریم الدین رحمۃ اللہ علیہ عثمان پورہ علاقہ حسن ابدال (ضلع اٹک) کو توجہاتِ خصوصی سے سرفراز فرما کر واپس وطن بھیج دیا۔

مؤلف کی نظر میں

یہ ہیں حضرت امام سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے تجدیدی انتظامات اسی کو مجددیت کہتے ہیں۔آپ کی تجدیدی کارگزاری پر پوری طرح غور کیا جائے تو پورے عالمِ اسلام میں کہیں بھی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی، جس نے اپنے دور میں پورے عالمِ اسلام کو اپنے فیض سے مستفیض فرمایا ہو۔اور ساتھ ہی یہ بات بھی تسلیم کے قابل ہے کہ اس وقت اور آپ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی، جس نے پورے طور پر مامور من اللہ ہو کر ایسا تجدیدی کام کیا ہو۔ابھی 1027 ھ کا سال مکمل نہیں ہوا تھا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی جلالتِ شان اور قوتِ ارشاد کا آوازہ بیرون ہند تک بھی پہنچ چکا تھا۔لوگ جوق در جوق زیارت واستفادہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ساتھ ہی ماوراَالنہر، بدخشاں، کابل اور بعض دوسرے عجمی ممالک کے بہت سے شہروں میں آپ کے خلفائے کرام موجود تھے، جو اپنی روحانیت سے لوگوں کو فیض یاب کر رہے تھے اور یہ کہ عرب ممالک تک بھی آپ کی شہرت پہنچ گئی تھی۔ ہندوستان میں تو مشکل سے ہی کوئی شہر ہو گا جہاں آپ کے نائبین اور دعوت الی الحق دینے والے موجود نہ ہوں۔ان ہی میں سے ایک چورہ شریف بھی ہے، جس کے بانی خواجہ خواجگان، حضرت خواجہ سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ المعروف باواجی صاحب ہیں جنہوں نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے فیض کو پھیلایا۔آپ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی سیرت کے ایسے کامل نمونہ تھے کہ سنتِ مصطفوی ﷺ پر سختی سے پابندی فرماتے تھے، سنت کے خلاف کسی عمل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

موجودہ دور میں بھی ترکیہ ملک میں سلسلہ خالدیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ، دینی اشاعت اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہے، جو کہ وہاں کے مسلمانوں میں

بہت مؤثر ثابت ہو رہی ہے۔ بہت سے مسلمان جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ تھے، وہ اب مذہبِ اسلام کو اچھی طرح سے سمجھنے لگے ہیں اور ساتھ ہی سلسلہ مجددیہ مظہریہ کے روحانی فیض سے بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ میرے امام سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا دائمی فیض کام کر رہا ہے۔ سلسلہ خالدیہ ترکی میں دینی کتب پر زرِ کثیر خرچ کر کے اشاعت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے، خاص طور پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات شائع کی جا رہی ہیں، یہ کتابیں پاکستان میں بھی پہنچ رہی ہیں۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلۂ وحدت الوجود کی تفصیل

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م638ھ) شیخ اکبر کے نام سے مشہور ہیں۔ وحدت الوجود کے ذوق اور مسلک کے مجدد، خاتم اور علمی طور پر بانی اور مؤسّس ہیں اور انہی کے زمانے میں اس کی شہرت اور مقبولیت اس درجہ کو پہنچی کہ اہلِ تصوف میں سے کوئی بھی اس کے اثر سے نہ بچ سکا۔ یہاں تک کہ اہلِ ذوق و تحقیق کا شعار اور ان کا ''کلمۂ جامعہ'' بن گیا بلکہ اس کا انکار کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا تھا۔ بقول حضرت مجدد قدس سرہٗ ''انہوں نے اس کے اس طرح ابواب و فصول بنائے، جس طرح علمِ نحو وصرف میں دستور ہے۔'' (1)

(مکتوب نمبر 89 دفتر سوم بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی)

---

(1) مکتوب؛ 89، دفتر سوم، بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی۔

عقیدۂ وحدت الوجود ہندوستان میں

آٹھویں صدی ہجری میں جب یہ عقیدہ ہندوستان میں آیا تو اس وجہ سے کہ ہندوستان خود اس مسلک و ذوق کا قدیم ترین اور پر جوش ترین قائل و داعی رہ چکا تھا اور بعض مؤرخینِ تصوف کے قول کے مطابق متصوفینِ اسلام نے جو ایران، عراق اور مغرب میں پیدا ہوئے ''توحیدِ وجودی'' کا سبق ہندوستان ہی سے لیا تھا، اسلام کی آمد کے بعد بھی بلا کسی انقطاع کے یہ ملک اس مسلک و عقیدہ کا علمبردار ''ہمہ اوست'' کا قائل ہے۔ اپنی اطلاق پسندی کی وجہ سے اس مشرب نے گہرا اور شوخ رنگ اختیار کر لیا اور یہاں آکر اس فلسفہ کے مزاج نے مقامی مزاج سے ہم آہنگ ہو کر ایک نیا جوش اور نیا مکتبِ خیال پیدا کر لیا۔ یہاں کے مشائخ میں ایک بڑی تعداد اس مسلک کی حامی اور داعی نظر آئی، ان میں خاص طور پر چشتیہ صابریہ سلسلہ کے نامی گرامی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی (م944ھ)، شیخ عبدالرزاق جھنجھالوی (م949ھ)، شیخ عبدالعزیز دہلوی المعروف بہ شکربار (م975ھ)، شیخ محمد فضل اللہ برہانپوری (م1029ھ)، شیخ محبّ اللہ الہ آبادی (م1058ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنے عہد کا ابنِ عربی اور اپنے شہر کا ابنِ فارض تھا۔ ان میں سے اکثر حضرات، حضرت مجدد قدس سرہٗ سے کچھ پہلے یا ان کے زمانے سے قریب یا متصلاً مسند آرائے تحقیق ہوئے۔

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور نظریۂ وحدت الوجود کی مخالفت

قارئین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ نظریۂ وحدت الوجود کی مخالفت صرف حضرت

مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے نہیں کی بلکہ آپ سے پہلے بہت سے علمائے ظواہر نے بھی کی، جو کہ علوم ظاہر کے دریا کے غواص تھے لیکن حقیقت و معرفت و حقائق اور عملی تجربات سے ناواقف تھے۔

پہلے محقق اور مسلم صوفی و عارف جنہوں نے خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ اس مشرب پر تنقید و تردید کی، وہ حضرت رکن الدین ابوالمکارم علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حضرت علاؤ الدولہ سمنانی (659۔736ھ) خراسان میں سمنان کے ایک دولت مند گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس خاندان کے کئی افراد حکومت و وزارت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ انہوں نے شیخ نورالدین بن عبدالرحمٰن الکسرقی الاسفرائنی سے کبروی سلسلہ میں باطنی استفادہ کیا اور اجازت پائی۔ شیخ اکبر کے وحدت الوجود کے نظریہ کے خلاف انہوں نے مسلسل مناظرات جاری رکھے اور اپنے خطوط میں جابجا ذکر کیا۔ ان کے نزدیک سالکِ طریقت کی انتہائی منزل توحید نہیں بلکہ ''عبودیت'' ہے۔ ان کے ملفوظات ان کے مرید اقبال بن سالق سیستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرتب کیے، جس کے کئی نسخے ''چہل مجلس'' یا ''ملفوظاتِ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی'' وغیرہ کے ناموں سے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے نفحات الانس صفحہ ۵۰۴ و صفحہ ۵۱۵ کا بیشتر حصہ بھی انہی ملفوظات پر مبنی ہے۔

حضرت مخدوم بہاری (م 584ھ) نے اپنے مکتوبات میں بڑی خوبی کے ساتھ اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ وہ اپنے ذاتی تجربہ اور اس مقام کی تحقیق کی روشنی میں جو اُن کو حاصل تھا، کہتے ہیں کہ عام طور پر جس کو وحدت الوجود کے نظریہ میں غیر حق یعنی ماسوی اللہ کو عدم محض اور فنائے کامل سمجھا جاتا ہے، وہ دراصل وجودِ حقیقی کے سامنے دوسرے موجودات کا اس طرح ماند پڑ جانا اور مغلوب ہو جانا ہے، جس طرح آفتاب کی روشنی کے سامنے ستاروں کی روشنی ماند اور ذرات کا وجود بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ وہ دو لفظوں میں اس حقیقت کو اس

طرح بیان کرتے ہیں ''نابودن دیگرونا دیدن دیگر'' کسی چیز کا معدوم ونابود ہو جانا اور چیز ہے اور نظر نہ آنا اور چیز ہے۔ اور فرماتے ہیں یہ ایک ایسا نازک مقام ہے جہاں اچھے اچھوں کے قدم لڑکھڑا گئے ہیں اور توفیقِ الٰہی کے بغیر اور خضر کامل کی رہنمائی کے بغیر جادۂ حقیقت پہ قائم رہنا مشکل ہے۔ (مکتوباتِ بہاری دفتر اول مکتوب 330)

صرف یہی نہیں کہ مذکورہ بالا حضراتِ مشائخ نے اس نظریہ کی مخالفت کی بلکہ شیخ اکبر سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر محدثین، فقہا اور وہ علماءٗ ہیں، جن کو علمائے ظاہر کہا جاتا ہے ان میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، ابوحیّان مفسر، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام، حافظ ابوزرعہ، شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی، ملا علی قاری، علامہ سعدالدین تفتازانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین جیسے نامور علماءٗ اور ائمہ فن تھے۔

ایک نئی تجدیدی شخصیت کی ضرورت

اس مسئلہ کی تنقیح۔ اس سلسلہ میں اتمامِ حجت کے لیے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی، جو سیر وسلوک کی ان پُرخار وادیوں میں اور ان اعلیٰ منازل سے گزر چکا ہو۔ دریائے حقیقت کا غواص ہو اور جو ان عملی تجربات کے مواج اور طوفانی سمندر سے گزر کر ساحلِ حقیقت پر پہنچا ہو۔ وہ عدمِ علم کو عدم شئی نہ بنائے بلکہ ایک عینی شاہد اور ایک بلند ہمت و بلند نظر مسافر کی طرح پوری خود اعتمادی کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرۃ اتنا کہے کہ جہاں تک توحید وجودی کا تعلق پایا جاتا ہے۔

ہوں اس کوچہ کے ہر ذرہ سے آگاہ
ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں

وحدت الوجود کے بارے میں تین مسلک

1۔ وحدت الوجود کا مکمل اثبات اور یہ کہ وہ ایک بدیہی حقیقت ہے اور تحقیق و معرفت کی آخری منزل ہے۔

2۔ وحدت الوجود کا مکمل انکار اور یہ کہ وہ وہم و خیال اور باطنی مشاہدات کے سوا کچھ نہیں۔

3۔ وحدت الوجود کے متوازی وحدت الشہود کا نظریہ اور یہ کہ سالک کو جو کچھ نظر آتا ہے اور جو حقیقتِ نفس الامری ہے وہ یہ نہیں کہ وجود واحد ہے اور واجب الوجود کے سوا ہر وجود حقیقتاً معدوم ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ موجودات اپنی جگہ پر موجود اور قائم ہیں لیکن واجب الوجود کے وجودِ حقیقی کے نور نے ان پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے کہ معدوم نظر آتے ہیں اور جس طرح ستارے آفتاب کے طلوع کے بعد اس کے نور کے سامنے اس طرح ماند پڑ جاتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ ستارے نہیں ہیں تو وہ کاذب نہیں ہوگا۔ اسی طرح موجودات اس وجودِ کامل و حقیقی کے سامنے ایسے بے حقیقت نظر آتے ہیں کہ گویا ان کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اس مسئلہ میں تجدیدی اضافہ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ان تین مسلکوں کے مقابلے میں چوتھا مسلک اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ''وحدت الوجود'' سالک کے سیر و سلوک کی ایک منزل ہے۔ اس کو مشاہدہ کے طور پر نظر آتا ہے کہ وجودِ حقیقی و کامل کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں جو کچھ ہے وہ ایک ہی وجود ہے باقی سب اس کی تلوینات و تنوعات ہیں اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

قول کے مطابق وہ تنزلات ہیں۔ جبکہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے مطابق اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال اور شریعت کا چراغ رہنما ہوتا ہے اور سالک کی ہمت بلند ہوتی ہے تو دوسری منزل بھی سامنے نظر آتی ہے اور وہ ''وحدت الشہوؔد'' کی منزل ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بلند پایہ مکتوبات جو کہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں وہ اپنے روحانی ارتقاٗ اور وحدت الوجود کے مشرب سے وحدت الشہود تک پہنچنے کا حال اپنے ایک اہلِ تعلق ''شیخ صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

دفتر اوّل مکتوب نمبر 31 میں کچھ تمہید کے بعد تحریر ہے:

توحید وجودی

مخدوم ومکرم! کمسنی سے فقیر کا اعتقاد اہلِ توحید کا مشرب تھا۔ فقیر کے والد قدس سرہٗ ظاہراً اسی مشرب پر تھے اور مستقلاً اسی طریق سے اشتغال رکھتے تھے۔ بحکم ''ابن الفقیہہ نصف الفقیہہ'' فقیر کو بھی اسی نسبت سے عملی طور پر حظِ وافر حاصل تھا اور وہ اس میں بڑی لذت پاتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد پناہ، حقائق ومعارف آگاہ، مؤیدالدین، شیخ راشد، رہنمائے راہِ خدا، محمد الباقی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں پہنچایا اور آنجناب نے اس فقیر کو طریقہ عُلیہ نقشبندیہ کی تعلیم دی اور اس کے حال پر توجہ بلند فرمائی۔

اس طریقہ علیہ کے اشتغال کے بعد تھوڑی مدت میں اِس پر توحیدِ وجودی کا انکشاف ہوا اور اِس انکشاف میں ایک طرح کا غُلو پیدا ہو گیا۔ اس مقام کے علوم ومعارف کا بکثرت فیضان ہوا اور اس مرتبہ کے دقائق میں شاید ہی کوئی بات رہ گئی ہو جو منکشف نہ کر دی گئی ہو۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے نازک ودقیق علوم، جیسے چاہیے تھا سامنے آئے اور تجلیٔ ذاتی، جس کو صاحبِ فصوص نے بیان کیا ہے اور اس کا وراء نہائی عروج بھی حاصل ہوا، جس

کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ "ما بعد ھٰذا الاّ العدم المحض" (اس کے بعد صرف عدم محض ہے) سے مشرف کیا گیا اور اس تجّلی کے وہ علوم و معارف، جس کو شیخ ابن عربی خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، تفصیل سے علم میں آئے۔ اس توحید میں سُکر و غلبۂ حال اس حد تک پہنچا کہ اپنے بعض عرائض میں جو حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو لکھے تھے، ایسے سکر کے اشعار لکھ دیئے۔

اس حال نے مُدتِ مدید تک طول کھنچا اور مہینوں سے برسوں کی نوبت آئی کہ ناگاہ حضرتِ حق کی عنائتِ بے غایت نے دریچۂ غیب سے منہ نکالا اور عرصہ ظہور میں آئی اور بے چونی و بے چگونی "لیس کمثلہ شئی" چہرہ پر جو پردہ پڑا ہوا تھا، اس کو ہٹا دیا اور سابق کے وہ علوم جو اتحاد اور وحدت الوجود کی خبر دیتے تھے، روبزوال ہوئے اور احاطہ اور سریان اور قرب ومعیتِ ذاتی جو اس مقام میں منکشف ہوئی تھی، روپوش ہوگئی اور یقین الیقین سے معلوم ہوگیا کہ صانع جل شانہٗ اس عالم کے ساتھ ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اس کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کا عقیدہ ہے شکر اللہ سعیھم۔ وہ ذات پاک کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں وہ بے چون و بے چگون ہے اور عالم سراسر اس داغ سے داغدار ہے۔ جو بے کیف ہے وہ باکیف کا عین اور مثل کیسے کہا جا سکتا ہے اور واجب کو عینِ ممکن کیسے کہہ سکتے ہیں؟ قدیم عین حادث کبھی نہیں ہوسکتا۔ ممتنع العدم، عین جائز العدم نہیں ہوسکتا، انقلابِ حقائق محال ہے عقلاً و شرعاً۔ اور ایک کا دوسرے پر محمول کرنا صحیح نہیں ہوسکتا اصلاً و رأساً۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے تابعین ذاتِ واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور اس کو کسی حکم کا محکوم علیہ نہیں سمجھتے پھر اس کے باوجود احاطۂ ذاتی اور قرب و معیتِ ذاتی کو ثابت کرتے ہیں۔ اس بارے میں صحیح بات وہی ہے جو علمائے اہل سنت نے کہی ہے کہ سارا معاملہ قربِ علمی اور احاطہ علمی کا ہے۔ مشربِ توحید وجودی کے منافی ان علوم و

معارف کے حصول کے زمانہ میں اس فقیر پر سخت اضطراب کا زمانہ گزرا، اس لئے کہ وہ تو حد سے بالاتر کسی اور امر کو نہیں سمجھتا تھا۔ وہ بڑے تضرع وزاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو یہاں تک کہ سارے حجابات جو اس حقیقت پر پڑے ہوئے تھے اٹھ گئے اور حقیقت نفس الامری منکشف ہوگئی اور معلوم ہوا کہ عالم اگرچہ اللہ تعالیٰ کے کمالاتِ صفاتی کے لیے آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مظہر (آئینہ میں جو عکس پڑ رہا ہے وہ) عین ظاہر (صاحب عکس) نہیں اور سایہ اپنی اصل کا (جس کا وہ سایہ ہے) عین نہیں ہوسکتا جیسا کہ توحید وجودی کے قائلوں کا مسلک ہے۔

اس مسئلہ کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے مثلاً ایک جامع علوم وفنون عالم کی خواہش ہوئی کہ اپنے کمالاتِ گونا گوں کو عرصۂ ظہور میں لائے اور اپنے مخفی محاسن وکمالات کو منظر عام پر لائے تو اس نے حروف واصوات کی ایجاد کی تاکہ ان کے آئینوں میں اپنے کمالاتِ مخفی کو ظاہر کرے، ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حروف واصوات جو ان کمالاتِ مخفی کی جلوہ گاہ اور آئینہ ہیں، ان کمالات کا عین یا ان کمالات کو محیط ہیں یا ان کے قریب ہیں یا معیتِ ذاتیہ رکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان وہی نسبت ہوگی جو دال و مدلول کے درمیان ہوتی ہے۔ حروف واصوات ان کمالات کی دلیل ہونے سے زیادہ اور کچھ نہیں اور جو نسبت پیدا ہوئی ہے وہ وہمی اور تخیلی ہے فی الحقیقت ان نسبتوں (عینیت، اتحاد، احاطۂ قرب، معیت بالذات) میں سے کوئی بھی نسبت ثابت نہیں لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہر ومظہر اور دال ومدلول ہونے کی نسبت متحقق ہے، اس وجہ سے بعض لوگوں کو بعضے عوارض کی بنأ پر ان وہمی نسبتوں کا حصول ہو جاتا ہے لیکن نفس الامر میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرّا ومبرا ہیں۔ حق اور خلق کے درمیان بھی اسی دالّیت و مدلولیّت اور ظاہریت ومظہریت کے سوا کوئی علاقہ نہیں۔ بعض حضرات کو مراقبہ توحید کی

کثرت ان وہمی احکامات کے لگانے کا باعث ہو جاتی ہے،ان مراقبات کی صورت،قوت خیالیہ میں منقش ہو جاتی ہے۔بعض دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کے اعادہ وتکرار سے ان احکامات کا ایک طرح کا ذوق حاصل ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں کا اس طرف مائل ہونے کا سبب غلبۂ محبت ہے۔اس لئے کہ محبوب کی محبت کے غلبہ کی بنأ پر ہر محبّ کی نظر سے غیر محبوب نکل جاتا ہے اور وہ محبوب کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔یہ نہیں ہے کہ نفس الامر میں غیر محبوب کا وجود نہیں ہے اس لئے کہ یہ مخالف حس وعقل وشرع ہے اور کبھی یہی محبت احاطہ و قربِ ذاتی کا حکم لگانے پر آمادہ کرتی ہے اور توحید کی یہ قسم،پہلی دو قسموں سے اعلیٰ ہے اور احوال کے دائرہ میں داخل ہے اگرچہ نفس الامر کے مطابق اور عقل کے موافق نہیں ہے۔ شریعت اور نفس الامر کے ساتھ اس کی تطبیق کی کوشش تکلفِ محض ہے۔غایت ما فی الباب یہ خطائے کشفی ہے جو خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ ملامت وعتاب اس سے اٹھ جاتا ہے بلکہ ایک حیثیت سے حال و مغلوبیت ہونے کی وجہ سے اس کی تصویب کی جا سکتی ہے۔(ملحض)

توحید شہودی

مکتوب بنام شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔دفتر اول مکتوب نمبر 43

’’وہ توحید جو سلوک کے دوران حضراتِ صوفیأ کو حاصل ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں توحید وجودی و توحید شہودی،توحید شہودی نام ہے ایک دیکھنے کا یعنی سالک کا شہود سوائے ایک کے نہ ہو اور توحید وجودی نام ہے ایک کو موجود جاننے کا اور غیر کو معدوم سمجھنے کا۔‘‘(اس سے آگے بیان فرماتے ہیں)

''مثلاً شخصے کہ یقینی بوجودِ آفتاب پیدا کرد استیلائے این یقین مستلزمِ آن نیست کہ ستارہ ہا را درآن وقت منتفی ومعدوم داند اما وقتی کہ آفتاب را دید البتہ ستارہ ہا رانخواہد دید و مشہودِ او جز آفتاب نخواہد بود ودرین زمان کہ ستارہ ہا رانمی بیند، میداند کہ ستارہ ہا معدوم نیستند بلکہ میداند کہ ہستند اما مستورند ودر شعشانِ نورِ آفتاب مغلوبند۔''

ترجمہ: مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا یقین پیدا ہو گیا اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ستاروں کو اس وقت معدوم جانے لیکن جس وقت وہ آفتاب کو دیکھے گا ستاروں کو نہیں دیکھے گا اس کا مشہود سوائے آفتاب کے کوئی نہ ہوگا۔ اور جس وقت وہ ستاروں کو نہیں دیکھے گا اس وقت بھی وہ جانے گا کہ ستارے معدوم نہیں ہیں بلکہ وہ جانے گا کہ وہ ہیں لیکن مستور ہیں اور آفتاب کی روشنی کے پرتو اور غلبہ سے مغلوب ہیں۔

(پھر آگے فرماتے ہیں) حضرت قبلہ گاہی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کچھ عرصہ تک توحیدِ وجودی کا مشرب رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے رسائل ومکتوبات میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے لیکن آخر میں کمال عنایتِ خداوندی نے ان کو اس مقام سے ترقی عطا فرمائی اور ایسی شاہراہ پر ڈال دیا ہے، جس سے اس معرفت کی تنگی سے خلاصی ہوگئی۔

(مکتوب نمبر 160، دفتر اول میں وحدت الوجود سے ترقی کو بیان فرماتے ہیں

''درویشے کہ این سطور از وی مستفاد گشت، اول معتقدِ توحید بود از زمانِ صبیٰ علمِ این توحید داشت وبیقین پیوستہ بود ہر چند حال نداشت وچون درین راہ درآمد اوّل راہِ توحید منکشف شد ومُدتے در مراتبِ این مقام جولان نمود وعلومِ بسیار کہ مناسب این مقام بودند فائض گشتند ومشکلات وواردات کہ برارباب توحید وارد میشوند ہمہ بکشوف وعلومِ فائضہ حل شدند بعد از مُدتے نسبتِ دیگر برین درویش غلبہ آورد در غلبۂ آن در توحید توقف نمود اما این توقف بحُسنِ ظن بود نہ بانکار مدتی متوقف بود آخر الامر بانکار انجامید ونمودندے کہ این پایہ

پایانست رخت بمقامِ ظلّیت برد، اما درین انکار بے اختیار بود ونمی خواست کہ ازان مقام برآید بواسطۂ آنکہ مشائخِ عظام بآنمقام اقامت دارند وچون بمقامِ ظلّیت رسید وخود را وعالم راظل یافت چنانکہ طائفہ ثانیہ بآن قائلند آرزوئ آن شد کہ کاشکے ازاین مقام نبرند کہ کمال درو حدت وجود میدانست واین مقام فی الجملہ باو مناسبت دارد اتفاقاً از کمال عنایت وغریب نوازی ازآن مقام ہم بالا بردند و بمقامِ عبدیت رسانیدند این زمان کمال این مقام درنظر آمد وعلوِ آن واضح گشت واز مقاماتِ گزشتہ تائب ومستغفر شد واگر آن درویش را باین طریق نمی بردن وفوقیتِ بعض را از بعض نمی نمودند تنزلِ خود را در این مقام میدانست چہ نزدِ او بالاتر از توحید مقامِ دیگر نبودہ۔"

ترجمہ: یہ راقم سطور، اوّلاً توحید وجودی کا عقیدہ رکھتا تھا۔ زمانۂ طفولیت سے اس کو اِس توحید وجودی کا علم حاصل تھا اور اس کے دل میں اس کا یقین راسخ تھا، اگر چہ اس معاملہ میں اس وقت صاحبِ حال نہ تھا۔ اس نے راہِ سلوک میں جب قدم رکھا تو اول توحید وجودی کا طریق منکشف ہوا اور اس نے مدت تک اس مقام کے منازل ومراتب میں جولانی کی اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے اس پر فائض ہوئے اور وہ مشکلات وواردات جو اربابِ توحید پر وارد ہوتے ہیں، وہ ان مکاشفات اور علومِ فیضانی سے حل ہو گئے۔ ایک مدُت کے بعد دوسری نسبت کا اس فقیر پر غلبہ ہوا اور اس غلبے کی حالت میں اس کو توحید وجودی کے بارے میں توقف لاحق ہوا لیکن یہ توقف حسنِ ظن کے ساتھ تھا، انکار کے ساتھ نہیں۔ مدت تک وہ متوقف رہا، آخر الامر معاملہ انکار تک پہنچ گیا اور اس کو دکھایا گیا کہ یہ مرتبہ یعنی (وحدت وجود کی منزل) فروتر ہے اور وہ مقام ظلّیت تک پہنچا جو اس سے بالاتر ہے۔ اس انکار کے معاملہ میں وہ بے اختیار تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر نکلے اس لئے کہ بڑے بڑے مشائخ اسی مقام پر اقامت ڈال چکے تھے لیکن جب وہ مقام

ظِلّیت تک پہنچا اور اس نے اپنے آپ کو اور عالَم کو ظِل پایا تو اس کو یہ آرزو ہوئی کہ اُس کو اِس مقام سے جدا نہ کیا جائے، اس لئے کہ وہ کمال، وحدت الوجود میں ہی سمجھتا تھا اور یہ مقام فی الجملہ اس سے مناسبت رکھتا تھا لیکن تقدیری بات کہ کمال عنایت اور غریب نوازی سے اُس کو اِس مقام سے بھی اوپر لے جایا گیا اور مقامِ عبدیت تک پہنچایا گیا۔ اُس وقت اِس مقام کا کمال نظر آیا اور اس کی بلندی واضح ہوئی اور وہ مقاماتِ گزشتہ سے توبہ واستغفار کرنے لگا۔ اگر اس عاجز کو اس راستہ تک نہ لے جاتے اور ایک مقام کو دوسرے مقام پر ظاہر نہ کرتے تو وہ اس مقام میں اپنا تنزل سمجھتا، اس لئے کہ اس کے نزدیک توحید وجودی سے بالاتر کوئی مقام نہ تھا۔ **واللہ یقول الحق وھویھدی السّبیل**۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے منصفانہ مسلک

ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کے باوجود حضرت مجدد قدس سرہٗ اپنا مسلک یوں تحریر فرماتے ہیں؛

''عجیب معاملہ ہے کہ یہ فقیر شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مقبولین و کاملین میں دیکھتا ہے لیکن ان کے وہ علوم (جو جمہور کے عقائد اور کتاب وسنت کے ظواہر کے خلاف ہیں) ان کو خطا پر محمول کرتا ہے۔۔۔لوگوں نے ان کے بارے میں افراط وتفریط کی راہ اختیار کی اور وہ میانہ روی سے دُور جا پڑے ہیں۔ ایک جماعت شیخ پر زبانِ طعن وملامت دراز کرتی ہے یہاں تک کہ ان کے معارف وحقائق کی بھی تغلیط کرتی ہے۔ دوسری جماعت نے شیخ کی مکمل تقلید اختیار کی اور ان کے تمام معارف وحقائق برسرِ حق سمجھتی ہے اور دلائل وشواہد سے ان کی حقیقت ثابت کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط وتفریط کی راہ

اختیار کی ہے اور میانہ روی سے دُور جا پڑے ہیں۔

عجیب معاملہ یہ ہے کہ حضرت شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف مقبولین و کاملین میں نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ان کے اکثر معارف وحقائق جو اہلِ حق کے خلاف ہیں، خطا و ناصواب نظر آتے ہیں۔ شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیائے مقبولین میں سے ہیں صرف خطائے کشفی کی وجہ سے ان کے وہ علوم، جو کہ باصواب ہیں کس طرح ردّ کئے جا سکتے ہیں؟ اور ان کے وہ علوم، جو کہ ناصواب اور اہلِ حق کی رائے کے خلاف ہیں کس طرح ان کی تقلید کی جا سکتی ہے؟'' (دفتر اول مکتوب 266)

(ایک اور مکتوب میں اپنا اور توحید وجودی کے مخالفین کا فرق بیان فرماتے ہیں) ''اس فقیر کا توحید وجودی کے قائلین سے اختلاف کشف وشہود کی راہ سے ہے۔ علماً ان امور (وحدت اور غیر اللہ کے وجود کی مطلق نفی) کی قباحت کے قائل ہیں۔ اس فقیر کو توحید وجودی کے ان اقوال و احوال کے حسن میں کوئی اشکال نہیں بشرطیکہ ان سے عبور واقع ہو جائے۔'' (دفتر دوم مکتوب 42)

توحید وجودی کی مخالفت کی ضرورت

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب توحید وجودی سلوک کی ایک منزل اور سالک کے لئے ایک عبوری مرحلہ ہے جس پر سالکین کا ایک جمِ غفیر ہر زمانہ میں پہنچا ہے، ان میں سے ایک بڑی جماعت اس مرحلہ پر پہنچ کر رک گئی لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق نے کسی کو اس مقام سے آگے بڑھا کر مقام توحیدِ شہودی تک پہنچا دیا ہو تو اس میں کونسی قباحت پائی جاتی ہے، اور حضرت مجدد قدس سرہٗ اس کی مخالفت کیوں فرماتے ہیں؟ اور اس کے مقابلے میں بڑے زورِ بیان سے توحید شہودی کے اثبات پر اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

اس سوال کا جواب

توحید وجودی کے قائلین اور مبلغوں میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے زمانہ میں بھی ایک بڑی جماعت ایسی پیدا ہوگئی تھی، جس نے اپنے آپ کو قیودِ شرعی اور فرائض و واجباتِ اسلامی سے آزاد سمجھ لیا تھا اور یہ سمجھ کر کہ جب سب حق کی طرف سے ہے بلکہ سب حق ہے تو پھر حق و باطل کی تفریق اور کفر و ایمان کے امتیاز کا کیا سوال؟ انہوں نے شریعت اور اس پر عملدرآمد کو عام لوگوں کے عمل کے درجہ کی چیز سمجھ لیا تھا۔ لیکن حضرت مجدد قدس سرہٗ کے نزدیک اصل مقصود اس توحید وجودی سے بلند تر مقام اور اس سے آگے کی منزل تھی، جو کاملینِ راہ اور واصلینِ بارگاہ کو حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے توحید وجودی کے مقام پر عبور کیا اور توحید شہودی کے مقام پر فائز ہو کر توحید وجودی کے قائلین کی شریعتِ مطہرہ سے آزادی کے نظریہ کی بڑی سختی سے تردید کی۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے لئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے حمیتِ دینی اور غیرتِ فاروقی کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور جن کی ذات سے حدیثِ مشہور کی پیشین گوئی کا ظہور ہونا مقدر ہو چکا تھا، جس میں فرمایا گیا ہے؛ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ثانی؛ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِّیْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَ تَاوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ۔ (رواہ البیہقی فی کتاب المدخل مرسلا)۔ ترجمہ؛ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے جو غلو والوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے۔ (ترجمہ حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مجدد قدس سرہٗ اس بات کا مشاہدہ فرما رہے تھے کہ اس عقیدہ ٔتوحید وجودی کے اثر سے شریعت کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی ہے اور اس کا تقدس و احترام کم ہوتا جا رہا

ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ عام لوگوں نے توحید وجودی کی حقیقت کو نہ پہچانا اور اس کے ظاہری مضامین کو اپنے دِلی مقاصد کے مطابق ڈھال کر شریعت کی راہ سے دور جا پڑے، چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا؛ ''آخر ابنائے زمانہ میں بعض نے تقلید کی بنا پر، بعض نے محض اپنے علم کے زور پر اور بعض نے ایسے علم کی بنائ پر جس میں ذوق کی شمولیت ہے (خواہ کسی محدود مقدار میں) اور بعض نے الحاد و زندقہ کی بنا پر اس توحید وجودی کا دامن تھام لیا ہے۔ اور وہ ہر چیز کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق ہی جانتے ہیں اور اپنی گردنوں کو کسی نہ کسی ترکیب سے تکلیفِ شرعی کے طوق سے آزاد کر لیتے ہیں اور احکامِ شرعیہ کے بارے میں تساہل سے کام لیتے ہیں اور اس معاملہ میں بڑے مسرور اور مطمئن نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ اوامر شرعیہ پر عمل کرنے کی ضرورت کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو ضمنی اور تبعی بات سمجھتے ہیں۔ حاشا وکلاَّ! ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے اعتقادِ فاسدہ سے پناہ مانگتے ہیں۔'' (دفتر اول مکتوب 43)

اسی مکتوب میں فرمایا؛ ''اس زمانہ میں اس گروہ کے بہت سے ایسے لوگ جو صوفیوں کے لباس میں اپنے کو ظاہر کرتے ہیں، توحید وجودی کا برسرِ عام اعلان کرنے لگتے ہیں اور اس کے سوا وہ کسی چیز کو کمال نہیں جانتے۔ علم کے ذریعے حقیقت سے دُور رہ گئے ہیں۔ مشائخ کے اقوال اپنے ذہن کے پیدا کئے ہوئے مضامین پر اتار لائے ہیں اور ان کو اپنا مقتدیٰ بنا رکھا ہے اور اپنے تخیلات سے اپنے بازارِ کاسد کو گرم کر رکھا ہے۔''

مؤلف کی نظر میں

جو مندرجہ بالا اقتباسات حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوبات سے لئے گے ہیں

ان میں سے جب ہر مکتوب کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے وحدت الوجود کا کُلیتہً رد نہیں کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ناقدین نے آپ کے نظریۂ وحدت الوجود کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے، یہ سب کچھ تعصب کی وجہ سے ہے۔

آپ کے مکتوبات پر جب انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وحدت الوجود کا انکار نہیں ہے بلکہ خود اقرار فرما رہے ہیں کہ اس مقام پر میرا پورا عبور ہوا ہے اور اس مرحلہ سے میں خود گزرا ہوں اور اپنے پیرومرشد کی رہنمائی میں اس مقام میں بہت ہی فیضان ہوا اور اس کے علوم ومعارف کا بکثرت حصول ہوا اور شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دقیق علوم بھی سامنے آئے اور اس میں غلبۂ حال اس حد تک پہنچا کہ اپنے اقوال جو بعض عرائض میں جو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں ارسال کیئے، کا ذکر کیا۔ یہ حالت بڑی مدت تک رہی بلکہ مہینوں اور برسوں تک رہی۔ آخر کار عنایتِ خداوندی نے اس پردہ کو اٹھا دیا اور وحدت الشھو د کے علوم کا دریچہ کھول دیا اور وہ علوم جو توحید وجودی سے حاصل تھے، وہ سب روپوش ہو گئے۔ اس مکتوب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وحدت الوجود کا انکار نہیں کیا بلکہ اس سے آگے ایک اور مقام کا اثبات کیا، جس کو وحدت الشھو د کے نام سے تعبیر کیا اور اس مقام پر پہنچ کر آپ کو وہ مشاہدات واسرار حاصل ہوئے، جن کو آپ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا بیان فرمایا۔ یہ ایسے رموز وغوامض تھے جن کو آپ سے پہلے کسی مجدد اور ولی نے بیان نہیں کیا بلکہ یہ علوم علمأ کے علم سے بھی بالاتر تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ سے پہلے جو اولیأ تھے وہ ان علوم سے بہرہ ور نہیں تھے بلکہ ہر ولی، قطب، غوث اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے، اسی لئے وہ اپنے اپنے زمانہ میں ان علوم واسرار کا اظہار کرتے رہے، جن کی ان کے دور میں ضرورت ہوتی تھی۔ ان علوم سے زیادہ بیان کا حکم نہ تھا کیونکہ اولیأ اللہ، فنا فی اللہ کے مقام سے گزر کر بقأ باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں اور وہ ہر بات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو جاتے ہیں۔ جن

اسرار وعلوم کو ظاہر کرنے کا حکم ہوتا ہے انہیں لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بیان فرماتے ہیں اور جن علوم کو مخفی اور اپنی ذات میں محفوظ رکھنے کا حکم ہوتا ہے، اسے محفوظ رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثِ پاک مروی ہے (مشکوٰہ شریف کتاب العلم فصل ثالث)

”عن ابی ھریرہ قال حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین فامّا احدھما فبثثتہ فیکم وامّا الآخر فلوبثثتہ قطع ھذا البُلعُوم یعنی مجری الطعام“ (رواہ البخاری)۔ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے دو ظرف (1) حفظ کئے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے، جسے مَیں تمہارے درمیان نشر کر رہا ہوں لیکن دوسرا اگر تمہارے درمیان ظاہر کردوں تو میرا حلقوم (گلا) کاٹ دیا جائے۔

یہ ہے اولیائ اللہ کی شان! کہ انہیں بعض علوم کے اظہار کا حکم ہوا ہے اور بعض کو محفوظ رکھنے کا۔ انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کو ایک خاص قوم کے لیے اور ایک خاص وقت تک بھیجا گیا۔ نبیوں میں سے بعض پر کتاب نازل ہوئی اور بعض پر صحیفے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو احکامِ خداوندی کی تبلیغ کی۔ جہاں انہوں نے شریعت کے مطابق ان کی ظاہری اصلاح کی وہاں اسی طرح عبادات کے ذریعے ان کی باطنی اصلاح بھی کی یعنی روحانی فیوضات و برکات سے ان لوگوں کے دلوں کو منور کیا، جو لوگ آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ لیکن وہ فیوضات اتنے ہی ظاہر

---

(1) وعائین۔ طیبی نے کہا ہے کہ علم کی ہر دو قسم کو ظرفین سے تشبیہ دی گئی ہے جن چیزوں پر ایک مشتمل ہوتا ہے دوسرا انہیں ہوتا اور شاید کہ اول سے مراد علم احکام اور اخلاق ہو اور دوسرے سے علم اسرار ہو جو کہ غیر یعنی نااہل سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں اور یہ اہلِ عرفان علمائ باللہ کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی مراد قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں دین میں فتنہ اور فساد ہونے کہ خبر ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض فتنوں کو کنایتاً فرماتے تھے تصریح نہیں کرتے اپنی جان پر خوف کی وجہ سے جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ میں امارۃ اور بچوں کی امارۃ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یزید بن معاویہ کی امارۃ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ امارۃ ساٹھ ہجری میں قائم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ اس فتنے سے ایک سال پہلے ہی فوت ہوگئے۔ (بحوالۂ لمعات)

فرمائے اور وہی اسرار اور رموز بیان فرمائے، جتنی کہ ان ایمان والوں کی اہلیت اور قابلیت تھی۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بدستور جاری رہا۔ ان کے حالات دوسری مختلف کتابوں میں تفصیل سے تحریر کیئے گئے ہیں، جن کو بلند پایہ ہستیوں نے اپنی اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔ لیکن جب ہمارے آقا و مولا سید العالمین، محبوبِ رب العالمین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیّین، امام الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین، احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا دور آیا اور آپ کی ذات مقدس پر قرآن حکیم نازل ہوا سبحان اللہ! کیا ہی بے مثال کلامِ حمید ہے، جس میں ایک طرف شرعی احکام کی تعلیم دی جا رہی ہے تو دوسری طرف جاں نثار ایمان والوں کی روحانی اصلاح بھی کی جا رہی ہے۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو وہ اسرار و رموز بتائے، جو کہ صحابہ کرام کے ذریعے ہم خطا کاروں تک پہنچے ہیں۔ یہ ایسے اسرار و علوم ہیں، جو آپ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں فرمائے تھے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی قوم میں ان اسرار کی حقیقت تک پہنچنے کی قابلیت نہ تھی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پہلے انبیأ علیھم السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اسرار باطنیہ بتائے ہی نہیں بلکہ بذریعہ وحی اتنے ہی اسرار ظاہر کرنے کا حکم تھا، جس قدر اس قوم کو ضرورت تھی۔ ہر نبی کو اسرارِ الٰہیہ بتائے جاتے ہیں اور امورِ غیبیہ پر مطلع کیا جاتا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضانِ عمیم تھا کہ آپ کی نظر کرم سے وہ نوری جماعت پیدا ہوئی، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اسرار کو اپنے دلوں میں سمونے کی قوت و صلاحیت حاصل تھی اور ان اسرار کی تہہ تک پہنچنے کی اہلیت و قابلیت کے جوہر پیدا کیئے گئے تھے۔ کیونکہ قوم قریش پہلے ہی اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ہر قسم کے کلام کو سمجھنے میں ماہر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لئے خلفائے راشدین کے علاوہ عبادۂ ثلاثہ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہم اپنی ذہانت وفطانت اور وسعتِ علمی کے مطابق موجود تھے، اسی طرح دوسرے صحابۂ کرام اپنی اپنی وسعتِ قلبی کے لحاظ سے بلند مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظاہری اور باطنی علوم کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ روح البیان جلد نمبر 3 میں ہے: وفی الحدیث سألنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیب فوضع یدہ بین کتفی بلاتکیّف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علم الاولین والآخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عھدًا علی کتمہ اذھو علم لایقدر علی حمّلہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہٖ الی الخاص والعام من امتی وھی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون۔ (بحوالہ الکلمۃ العلیاء فی اعلاء علم المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم)

خلاصہ یہ کہ حدیث شریف کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے ربّ نے شب معراج میں سوال کیا، مَیں جواب نہ دے سکا پس اس نے اپنا دستِ قدرت ورحمت بے تکیّف وتحدید میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، مَیں نے اس کی سردی محسوس کی پس مجھے علمِ اوّلین وآخرین عطا فرمائے اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے ایک علم تو ایسا ہے جس کو پوشیدہ رکھنے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ مَیں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو اس علم کی برداشت کرنے کی طاقت نہیں اور ایک ایسا علم جس کو ظاہر کرنے اور نہ کرنے کا مجھے اختیار دیا گیا اور ایک ایسا علم جس کی تبلیغ کا ہر خاص وعام امتی کی نسبت حکم فرمایا اور انسان وجنّ اور فرشتے یہ سب آپ کے اُمتی ہیں۔ (ھکذا فی المدارج النبوۃ)

گزشتہ صفحات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مع وضاحت بیان ہو چکی ہے، اس کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک کا بیان ہے۔ اس مذکورہ

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں علم کی تین قسمیں بیان ہو رہی ہیں۔ ایک وہ علم ہے، جس کو اِسرار یعنی چھپانے کا عہد ہے۔ ایک وہ علم ہے جن کو ہر خاص و عام پر تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ تیسرا وہ علم ہے جس کے ظاہر کرنے اور نہ کرنے کا اختیار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان اسرار کو جب چاہیں ظاہر کر دیں اور جب چاہیں ظاہر نہ کریں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت و وراثت میں اولیائے کرام کو بھی علوم اختیاری حاصل ہوتے ہیں، جب وہ عروج پر ہوتے ہیں تو بامرِ الٰہی ان کی زبانِ فیض ترجمان سے وہ اسرار و غوامض صادر ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے عارفین باللہ اور علمائے ربانیین کی عقلیں حیرت میں گم ہو جاتی ہیں۔ ان اولیائے کرام میں سے یہی حال حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کا تھا کہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے اُن رازوں کو ظاہر کیا کہ آپ کے دَور کے بڑے بڑے عرفأ اور علمأ نے تسلیم کر لیا کہ ایسے اسرارِ غامضہ اس سے پہلے سننے میں نہیں آئے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کا یقینی نظریہ یہی تھا کہ وہ کامل و مکمل مقبولین اولیأ میں شمار ہوتے ہیں اور وحدت الوجود سے آگے مقامات پر انہیں عبور حاصل ہے، اسی لئے حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے مقام پر رُک کیوں گئے اور اس سے اوپر والے مقامات کو کیوں ظاہر نہیں کیا؟

فیصلہ کن یہ بات ہوئی کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے آپ کے جلیل القدر صحابی کو اسرارِ غیبیہ پر عبور حاصل تھا، لیکن ان کے اظہار کرنے میں معذرت فرما رہے ہیں۔ اسی طرح تاجدارِ عرب و عجم، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر وہ اسرارِ غیبیہ القا ہوئے ہیں، جن میں سے بعض کا اظہار کیا اور بعض کے بارے میں فرمایا کہ وہ ورأ الورأ ہیں، جن کو ہر کوئی سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود آپ

کے مجددی دَور میں آپ کے بہت سے خلفاً تھے، جو معرفت میں انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے، ان پر آپ نے اپنے مکاشفات اور اسرارِ الٰہیہ کو ظاہر فرمایا کیونکہ وہ لوگ جو آپ کے حلقہ بگوش تھے، ان میں اسرار وغوامض کے سمجھنے کی قابلیت و اہلیت تھی، خاص طور پر اپنے صاحبزدگان کو الگ مکان میں جہاں اور کوئی نہیں ہوتا تھا، خصوصی اسرار پر عبور کرواتے تھے کیونکہ ان کے صاحبزدگان میں سب سے زیادہ استعداد تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاً ورسول علیہم السلام دنیا میں آئے، ہر ایک کو ایک دوسرے پر فضیلت تھی۔ نبوت میں سب برابر تھے لیکن درجات اور قربِ خداوندی کے لحاظ سے فرق تھا۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک معراج میں جو مقام اور قربِ خداوندی حاصل ہوا اس کی انتہا ہی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو درجات وفضائل ہیں، وہ احاطہ بیان سے کہیں اعلیٰ وارفع ہیں۔

تلک الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض منهم من کلّم اللّٰه ورفع بعضهم درجات۔ (سورۃ البقرہ آیہ 253) یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وہ فضائل ہیں، جس کو چاہے عنایت فرما دے، اس میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔ ذرا اس بات پر بھی توجہ ہو کہ دوسرے انبیائے کرام کے بھی صحابی پائے جاتے ہیں لیکن جو مقام حضرت ابوبکر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا کہ آپ ثانی اثنین اذهما فی الغار بھی ہوئے اور افضل البشر بعد الانبیاً اور بعض علماً نے بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد متصل افضلیت کے پائے جانے میں بہت راز ہیں، یہ فضائل صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پائے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد ائمہ

کرام مجتہدین عظام کے علوم کو دیکھئے کہ ان میں سے ائمہ کرامِ اربعہ کو جو فضیلت حاصل ہوئی، اس مقام تک کوئی نہ پہنچ سکا لیکن ان ہی ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مقام و درجہ ہے، وہاں تک ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکا۔ اسی وجہ سے آپ کو امامِ اعظم کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اس کے بعد اولیائے کرام کی جماعت ہے کہ کس زبان سے ان کی تعریف کی جائے اور کس تحریر سے ان کے کمالات تحریر کئے جائیں۔ تابعین اور تبع تابعین تک تو خیر القرون کا دور تھا، اس کے بعد سلسلۂ طریقت کا دَور آتا ہے۔ نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ اور چشتیہ میں ایسے باکمال اولیا گزرے ہیں، جن کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک وِلایت کے درجات میں اپنا اپنا جُدا امتیازی نشان رکھتا ہے۔ کتاب کی طوالت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے تفصیلی حالات بیان نہیں کیے جاسکتے۔ اس دینِ اسلام پر ہزار سال گزرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان واجب الاذعان ''ان اللہ یبعث لِھٰذالامۃ الخ'' کے مطابق اگر صالحین بندوں میں سے کسی بندے کو تجدیدِ دین کے لئے منتخب فرما دے تو اس میں کونسی تعصّب کی بات ہے یہ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی دین ہے، جس کو چاہے اپنی خصوصی رحمت سے نوازے اس میں کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔ دیکھئے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ الٰہیہ سے جو ارفع و اعلیٰ مقام ملا ہے، وہ کسی اور غوث، قطب کو نہیں ملا تو اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک جاری رہے گا اور شاہِ بغداد کے فیضان سے حضرت امامِ سرہندی کو ہزارۂ دوم آنے پر مجددیت کا مقام ملا ہے تو اس میں کونسی حرج کی بات ہے اور اگر ان کو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے ملقب کیا جائے تو شریعت و طریقت کی کونسی خلاف ورزی پائی جارہی ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔ اس کے بعد اب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ کے بارے میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کا جو نظریہ اور تاویل ہے، تحریر میں لایا جائے گا۔ اس تفصیل میں چونکہ سکر و صحو کا دخل ہے، لہٰذا پہلے ان کا بیان ہوگا، بعد میں دوسری تفصیل آئے گی۔

سُکر و صُحو

اس مسئلہ کے بارے میں مشائخِ عظام کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے سکر کو صحو پر ترجیح دی ہے اور بعض نے صحو کو سکر پر ترجیح دی ہے، جیسا کہ بعض مشائخ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول قدمی ھذہ الخ کو حالت سکر میں شمار کیا ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ فاضل بریلوی صاحب نے اس قول کو صحو قرار دیا ہے، جیسا کہ حدائقِ بخشش جلد اول میں ہے۔

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا
آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشہ والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا

معلوم نہیں کہ فاضل بریلوی صاحب نے اپنے ان اشعار میں کس ذات پر تنقید کی ہے اگر صرف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مراد لیں تو یہ حق سے تجاوز ہوگا کیونکہ گزشتہ مشائخ میں سے بعض حضرات بھی سکر کے قائل پائے جاتے ہیں، جیسا کہ امام سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں ان کا ذکر کیا ہے؛

دفتر سوم مکتوب نمبر 121: ''مخدوما! قصوریکہ در معنی سبحانی کہ از بسطامی قدس سرہ

درغلباتِ سکر صادر شدہ است گفتہ باشد لازم نمی آید ازان کہ آن قصور در قائل آن مستقر و مستمر باشدتا دیگرے از وے افضل بود چہ بسا معارف است کہ در وقتے بمقتضائے حالِ آن وقت صادر شدہ است ودر وقتِ دیگر بعنایتِ خداوندی جل شانہ چونکہ قصورِ آن معرفت را در یافتہ است ازان درگزشتہ و بمقامِ فوق رسیدہ۔ در مکتوب شریف اندراج یافتہ بود کہ اربابِ سکر اگر این قسمِ سخنانِ شطح آمیز نویسند گنجائش دارد امّا از اربابِ صحو اظہارِ این سُخنانِ بسیار مستبعدست۔ مخدوما! ہر کہ این قسمِ سخنان نوشتہ است منشائے آن سکر است و بے مزجِ سکر درین باب دست بقلم نبردہ۔ غایۃ مافی الباب درسکر مراتبِ کثیرہ است۔ ہرچند سکر بیشتر شطح غالب تر سکرِ بسطامی باید کہ بے تحاشی قول "لِوائِی ارفَعُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ" ازان بوجود آید پس ہر کہ صحو دارد گمان نہ کنند کہ سکر ہمراہِ او نیست کہ آن عین قصور است۔ صحوِ خالص نصیبِ عوام ست۔ ہر کہ صحو را ترجیح دادہ است مرادش غلبہ صحوست نہ صحو صرف وہم چنین ہر کہ سکر را ترجیح میدہد مرادش غلبۂ سکرست نہ سکرِ خالص کہ آن آفت است۔

جنید قدس سرہٗ کہ رئیسِ اربابِ صحوست وصحو را بر سکر ترجیح میدہد چنداں عباراتِ سکر آمیز دارد کہ چہ تعدادِ آن نماید فرمودہ؛ "هُوَ الْعَارِفُ وَالْمَعْرُوفُ" وگفتہ؛ لَوْنُ الْمَآءِ لَوْنُ اِنَآئِہٖ وفرمودہ اَلْمُحْدَثُ اِذَاقُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ"۔ وصاحبِ عوارف المعارف کہ از کُمّلِ اربابِ صحوست در کتابِ او چنداں معارفِ سکر یہ است کہ چہ شرح آن دہد۔ و این فقیر در ورقے بعضے معارفِ سکر یہٗ او را قدس سرہ جمع کردہ است از بقایائے سکرست کہ تجویز افشاءِ اسرار نمودہ مے آید واز سکر است کہ مباہات وافتخار کردہ می شود و از سکرست کہ مزیتِ خود بر دیگرے اظہار کردہ می آید۔ اگر صحوِ خالص باشد افشائے اسرارِ آنجا کفر بود وخود را از دیگرے بہتر دانستن شرک باشد۔ بقیۂ سکر در صحو در رنگِ نمک است کہ مصلحِ طعام است اگر نمک نباشد طعام معطل و بیکار بود۔

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے
چندیں سخنِ نغز کہ گفتے کہ شنودے

صاحبِ عوارف المعارف قدس سرہٗ کہ قول "قدمی ھٰذہٖ علی رقبۃِ کُل ولی اللّٰہ" را کہ از حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ صادر شدہ است، بر بقیۂ سکر محمول داشتہ است مرادش قصورِ این قول نیست کما تُوُھِّمَ۔ کہ آن عین مُحِدَّتِ اوست بلکہ بیانِ واقع نمودہ است یعنی صدورِ این قسمِ سخن کہ مبنی از مباہات وافتخارست بے بقیۂ سکر کائن نیست کہ در صحوِ خالص بہ اَمثالِ این سخناں تکلم نمودن دشوار است۔"

ترجمہ۔ میرے مخدوم! معنیٰ "سبحانی" میں جو کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے غلبۂ سکر میں صادر ہوا تھا، جو کچھ قصور بیان کیا گیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قصور دائمی اور مستقل ہو جائے تاکہ دوسرا اس سے افضل ہو سکے۔ اکثر معارف ایسے ہوتے ہیں، جو بمقتضائے وقت صادر ہوئے ہیں مگر جب عنایتِ الٰہیہ سے ان کا قصور ان کو معلوم ہوا ہے، تو اسے ترک کر دیا گیا ہے اور ان سے گزر کر اوپر کے مقام کو چلے گئے۔ معترض نے یہ بھی لکھا کہ اگر اربابِ سکر اس قسم کی شطح آمیز باتیں لکھیں تو اس کی گنجائش ہے مگر اربابِ صحو سے ایسی باتوں کا صادر ہونا تعجب ہے۔

(حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا جواب) میرے مخدوم! جس شخص نے ایسا لکھا ہے سکر ہی کی وجہ سے لکھا ہے۔ سکر کی آمیزش کے بغیر اس بارے میں کوئی کچھ نہیں لکھتا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ سکر کے بہت سے درجے ہیں جس قدر سکر غالب ہوگا، اسی قدر شطح غالب ہوگا۔ جس شخص کو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ جیسا سکر حاصل ہو جائے تو وہ بے تحاشہ کہہ اٹھے گا کہ میرا جھنڈا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ صُحو والے کے متعلق یہ خیال نہ فرمائیں کہ اُسے کبھی سکر نہیں ہوتا، ایسا خیال کرنا بھی غلط ہے، خالص صحو (نرا ہوش) تو عام لوگوں کا

حصہ ہے اور جس نے صحو کو ترجیح دی ہے، اس کی مراد غلبۂ صحو ہے صرف صحو نہیں۔ اسی طرح جس نے سکر کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبۂ سکر ہے صرف سکر نہیں کیونکہ صرف سکر تو آفت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو ارباب صحو کے سردار ہیں اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں خود ان کی اپنی اس قدر سکر آمیز باتیں ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہی عارف ہے، وہی معروف ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے اور فرماتے ہیں حادِث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس میں حدوث کا اثر باقی نہیں رہتا اور صاحبِ ''عوارف المعارف'' (حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ) جو اربابِ صحو میں کامل ترین ہیں، ان کی اسی کتاب میں بھی سکر والے معارف ہیں، جن کی تفصیل کیا بیان کی جائے؟ اس فقیر نے ان کے بعض سکر آمیز معارف ایک جگہ جمع بھی کئے ہیں۔ چنانچہ یہ بات سکر ہی کی ہے کہ اسرار کو ظاہر کرنے کو جائز کہا جائے اور یہ بات بھی سکر کی ہے کہ کوئی بڑائی اور فخر کی بات بیان کی جائے اور اپنے مراتب دوسروں پر ظاہر کئے جائیں۔ اگر صحوِ خالص ہوتا تو ایسے مواقع کے اسرار کا افشأ کرنا کفر تھا اور اپنے کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک تھا۔ صحو میں تھوڑا سا سکر ایسا ہے، جیسا نمک جو طعام میں اصلاح کرتا ہے۔

گر نہ ہوتا عشق یا غم عشق کا
کون کہتا کون سنتا اس کی بات

حضرت صاحبِ عوارف المعارف قدس سرہٗ نے حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے قول قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ (1) کو سکر پر محمول کیا ہے۔ صاحبِ عوارف کی مراد اس قول میں کوئی نقص اور قصور والی بات نہیں، جیسا کہ وہم کیا گیا

---

(1) شیخ شہاب الدین سہروردی اور خواجہ یوسف ہمدانی وغیرھما آپ کے خلفأ فرماتے ہیں کہ ہم محفل میں حاضر تھے کہ آپ (شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے دل پر تجلّی کے انوار کا نزول ہوا۔ آپ نے زیادہ محبتِ خداوندی میں سرمست ہوکر فرمایا قدمی ھٰذہ۔۔۔ الخ (خزینۃ الاصفیا فارسی صفحہ 98)

ہے کیونکہ اس میں عین محمدت یعنی تعریف ہے بلکہ واقع کا بیان ہے یعنی اس قسم کے کلام کا صادر ہونا جو کہ فخر و بڑائی پر مبنی ہو وہ بغیر سکر کی آمیزش کے نہیں ہو سکتے کیونکہ صرف صحوِ خالص میں اس جیسی باتوں کا کلام مشکل ہے۔

مؤلف کی نظر میں

سکر و صحو کے بارے میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کا نظریہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور ساتھ ہی فاضل بریلوی صاحب کا نظریہ جو دو اشعار میں تحریر ہو چکا ہے، ان میں سکر کی تردید پائی جا رہی ہے حالانکہ حضرت مجدد قدس سرہ صحو کے قائل ہیں بشرطیکہ اس میں سکر کی آمیزش پائی جائے۔

قارئین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ فاضل بریلوی صاحب بذاتِ خود علوم و فنونِ نقلی و عقلی میں کتنے ہی بلند مقام پر فائز ہوں، پھر بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام تک ان کی رسائی نہیں ہے۔ امام سرہندی قدس سرہٗ جب شریعت کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں تو فرائض کے بعد سب سے پہلے سنتِ نبوی علےٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر انتہائی طور پر توجہ دِلاتے ہیں۔ جب سنت کے انوار کو اپنے مشاہدے میں لاتے ہیں اور اس کے بحرِ ذخار کی شناوری فرماتے ہیں تو بدعاتِ حسنہ کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی اگرچہ علماً کے نزدیک بدعتِ حسنہ کا ثبوت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک بدعت کا مفہوم

بدعاتِ سیئہ و حسنہ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے

مکتوب (دفتر اول مکتوب نمبر ۱۸۶) میں بیان فرمایا ہے۔ اس مکتوب کی ابتدا ئیوں ہے:

''از حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ بتضرُّع وزاری والتجا وافتقار[1] وذُل وانکسار در سِرّ وجہار مسئالت می نماید کہ ہر چہ درین محدَث شدہ است ومبتدع گشتہ کہ در زمانِ خیرالبشر وخلفاءِ راشدینِ اونبودہ علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات اگر چہ آن چیز در روشنی مثلِ فلقِ صبح بود۔ این ضعیف را با جمعے کہ با و مُستنِد اند گرفتارِ عمل آن محدث نگر دانا د و مفتونِ حُسنِ آں مُبتدَع نکناد بحرمتِ سید المختار و آله الابرار علیه و علیهم الصلوٰت والتسلیمات الخ۔'' (یہ مکتوب ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے)

حصہ مذکور کا ترجمہ ملاحظہ ہو

؛اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وزاری والتجأ وافتقار وذل وانکسار سے خفیہ وظاہر میں سوال کرتا ہے کہ جو چیز دین میں نئی پیدا ہو چکی ہو اور بدعت میں شمار ہو جائے جو کہ زمانۂ خیرالبشر اور خلفائے راشدین میں نہ پائی گئی ہو، آپ پر اور آپ کے صحابہ کرام پر صلوٰۃ وسلام ہو، اگر چہ وہ چیز روشنی میں روشن صبح کی طرح کیوں نہ ہو، اس ضعیف کو اس جماعت کے ساتھ جو اس کے ساتھ سند لینے والے ہیں، ان کے اس محدث میں گرفتار نہ کر اور اس بدعت کے حسنہ ہونے پر فریفتہ نہ کرے، بحرمتِ سیدِ مختار آپ پر اور آپ کی آل پر صلوٰۃ والسلام ہو۔ اس مکتوب شریف پر ایک فیصلہ کن حاشیہ جو کہ حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی امرتسری خلیفۂ مجاز شیخ العرفأ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ مجددی دہلوی نے تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو؛

---

[1] افتقار۔ حاجت مندی۔ ذل۔ عاجزی

”یقول المعرب (1)عفی عنه شدّد الامام الربانی قدس سره فی البدعة تشدیدا کثیراً فی غیر موضع من مکاتیبه ویحق له ذٰلك فلولا ھٰکذا لاستغرقت ظلمات البدعة جمیع البلاد الھند وماورأ النھر ولایخالف قوله فی ذٰلك قول العلماء الاسلاف رحمھم اللّٰہ تعالٰی حیث قسموا البدعة علٰی حسنة وسئیة و ارادوا بالحسنة مایکون له اصل فی الصدرالاول ولواشارةً کبناء المنائر والمدارس والرباطات و تدوین الکتاب وترتیب الدلائل و نحو ذٰلك والسیئة ما لیس له اصل فیه اصلاً۔ فا لامام قدس سره لایطلق اسم البدعة علٰی القسم الاول لوجود اصله فی الصدرالاول فلایکون مبتدعا و محدثا بل یخُصُّه بالقسم الثانی فقط لکونه مبتدعاً ومحدثاً حقیقةً قولهﷺ کل بدعةٍ ضلالة فا لنزاع بینھما لفظی اعنی فی اطلاق اسم البدعة علی القسم الاول وعدم اطلاقه۔ قال سیدی الشیخ محمد مظھر قدس سره فی المقامات السعیدیه و کان والدی عفی اللّٰہ عنه یقول البدعة الحسنة عند الامام الربانی قدس سره داخلة فی السنة ولایطلق علیھا اسم البدعة بموجب کل بدعة ضلالة والنزاع لفظی بینه وبین العلماء القائلین بوجود الحسن فی البدعة وثبت ھذا با بلغ الوجوه فی رسالةالرابطه وقال فی ھامشھا قوله لفظی ای فکل بدعة لم تخالف السنة فھی البدعة الحسنة عندالعلما ء داخلة عندالامام الربانی قدس سره فی السنة وانما کتب ذٰلك ردًاللوھابیة القائلین بعدم الحسنة فی البدعة اصلا متمسکین بقول الامام الربانی قدس سره۔ قلت و کون ھذاالنزاع لفظیاً انما ھو بین العلماء المتقدمین

---

(1) المُعَرَّبُ ۔ یہ محمد مراد منزاوی میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی مکتوبات شریف میں سے چند مکتوب منتخب کئے اور عربی میں ان کا ترجمہ کیا اسی لئے یہ ”مُعَرَّب“ کہلائے۔ دوسرے مطبوعہ مکتوبات پر ان کا حاشیہ ہے جو نقل کیا گیا ہے ۔

و اما المتاخرون الذین وسعوا ذیل البدعۃالحسنۃ وادخلو فیھا کثیرا من البدعۃالسیئۃ خصوصاً فی زمنہ و فی بلادۃ قدس سرہ کما رد علیھم افعالھم المخصوصۃ التی لیس لھا اصل فی الصدرالاول ولم یَرِدْ بحسنھا نقلٌ من العلماء المتقدمین المتشرعین فالنزاع بینہ وبینھم معنوی حقیقی فادرِ ذٰلك ایضاً و قد وقع فی کثیر من مکاتیبہ منعہ عن قرأۃ المولدلعلۃ البدعۃ ولٰکن ھٰذاالمنع من وصف قرأۃ المولد لامن اصلھا کما فصَّل ذٰلك فی المکتوب الثانی والسبعین من الجلد الثالث وانما اطنبنا الکلام فی ذٰلك لئلا یفتر بظاھر کلامہ الجاھلون۔" (انتھی کلام المعرب فی ترجمۃ المبدء والمعاد)

ترجمہ۔اَلْمُعرِّب کہتا ہے (اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے) کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے بدعت کے بارے میں اپنے مکاتیب میں کئی جگہ بڑی شدت سے کام لیا ہےاوران کے لئے حق بھی یہی ہے کیونکہ اگر ایسا ردّ شدت سے نہ کیا جاتا تو تمام بلادِ ہندا ور ماورائُ النہر بدعت کی اندھیروں میں غرق ہوجاتا اور آپ کا یہ قول علمائے سلف کے قول کے مخالف نہیں، جب کہ انہوں نے بدعت کو حسنہ اور سیئہ دو قسموں میں تقسیم کیا ہےاور حسنہ سے ان کی مراد وہ چیز جس کی اصل صدرِاوّل میں پائی جائے اگرچہ اشارۃً ہی کیوں نہ ہوجیسا کہ مینار، مدارس، مسافر خانے اور کتابوں کی تالیف اور دلائل کی ترتیب اسی طرح اور بھی کئی چیزیں ہیں۔اور سیئہ وہ ہے،جس کی بالکل کوئی اصل نہ پائی جائے۔حضرت امام ربانی،مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بدعت کا اسم،قسمِ اوّل (بدعتِ حسنہ) پر اطلاق نہیں کرتے کیونکہ اس کی اصل صدرِاوّل میں پائی جارہی ہےتو وہ پھر مُبتدَع ومُحدَث نہ ہوگی بلکہ ان محدثات کو فقط قسمِ ثانی کے ساتھ مختص کیا جائے گا کیونکہ وہی حقیقت میں مُبتدَع اور مُحدَث ہوگی، جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق؛ کُلُّ بدْعَۃٍ ضَلَالۃ تو ان کے درمیان نزاعِ لفظی رہا یعنی اسم "بدعت

’’ کا اطلاق پہلی قسم پر ہو گا یا نہ ہو گا (اس کے بعد حاشیہ لکھنے والے تحریر کرتے ہیں کہ یہ کلام میرے سیدی الشیخ محمد مظہر قدس سرہٗ نے ’’مقامات سعیدیہ‘‘ میں فرمایا ہے) اور میرے والد عفی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بدعتِ حسنہ میرے امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور اس بدعت حسنہ کا اطلاق کُل بدعة ضلالة کے مطابق نہیں ہوسکتا اور یہ نزاع لفظی ہے، آپ کے اور ان علماءُ کے درمیان جو بدعتِ حسنہ کے قائل ہیں اور یہ مسئلہ ’’رسالۂ رابطہ‘‘ میں بہت اعلیٰ وجوہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے حاشیہ پر فرمایا کہ یہ نزاعِ لفظی ہے یعنی ہر بدعت جو سنت کے خلاف نہ ہو، وہی بدعتِ حسنہ جو علماءُ کے نزدیک ہے وہی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک سنت میں داخل ہے۔ اس کے بعد حاشیہ والے تحریر کرتے ہیں کہ یہ جو ہماری طرف سے لکھا گیا ہے موجودہ وہابیوں کا ردّ ہے، جو بدعات میں سے بدعتِ حسنہ کے قائل نہیں ہیں۔ وہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے قول کو علی الاطلاق دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کا نظریہ وہی ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

(حاشیہ والے) مَیں یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلے کا نزاعِ لفظی ہونا صرف علمائے متقدمین کے درمیان ہے لیکن علمائے متاخرین جنہوں نے بدعتِ حسنہ کے دامن کو وسعت دی اور اس میں بہت سی بدعاتِ سئیہ کو بھی داخل کر لیا ہے، خاص طور پر ان کے اس زمانے میں اور آپ قدس سرہٗ کے بلاد میں۔ جیسا کہ آپ کے مخصوص افعال میں اُن چیزوں پر ردّ ہے جن کی صدرِ اوّل میں کوئی اصل نہیں ہے اور اس کے حُسن ہونے پر کوئی نقل وارد نہیں ہوئی ہے علمائے متقدمین متشرعین کی طرف سے۔ تو پھر یہ نزاع آپ قدس سرہٗ اور علماءُ کے درمیان معنوی حقیقی ہُوا۔ اسی طرح ہم اس مسئلہ کو جاری کرتے ہیں کہ آپ کے مکتوب میں مولود شریف مروجہ طریقوں سے پڑھنے کو منع کیا گیا ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مولود شریف میں غیر مشروعہ افعال کی دخل اندازی ہوتی ہے، جن کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی نہ یہ

کہ مولود شریف کو آپ نے اصلاً منع کیا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل مکتوب نمبر 72 جلد ثالث اور مکتوب نمبر 266 دفتر اول میں ہے۔ (حاشیہ والے کہہ رہے ہیں کہ) کلام میں طوالت اس لئے کی گئی ہے تا کہ آپ قدس سرہٗ کے ظاہری کلام سے جاہل لوگ دھوکا نہ کھا جائیں۔ (مبدأ و معاد کے ترجمہ میں مُعَرِّب کا کلام ختم ہوا۔ مبدأ و معاد اشارات ۵۵ منھا)

مؤلف کے نقطہ نظر کے مطابق

مذکورہ حاشیہ میں ضمنی طور پر مولود شریف یعنی میلاد شریف کا ذکر آ گیا۔ اس کے بارے میں عرض ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی ذات پر تنقید کرنے والے یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ امام سرہندی رحمۃ اللہ علیہ میلاد شریف کو منع کرتے ہیں یہ سب کچھ تعصب اور غلط فہمی کی بنا پر ہے۔ وہ لوگ مکتوب کے بعض حصے کو اپنے اعتراض کے لئے ڈھال بناتے ہیں حالانکہ اگر مکتوب کو مکمل پڑھا جائے تو تنقید کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

مکتوب 72، جلد ثالث کا مطلوبہ حصہ نقل کیا جا رہا ہے؛

''دیگر در بابِ مولود خوانی اندراج یافتہ بود۔ در نفسِ قرآن خواندن بصَوتِ حَسَنٌ و در قصائدِ نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است۔ ممنوع تحریف و تغییر حروفِ قرآن ست والتزامِ رعایتِ مقاماتِ نغمہ و تردیدِ صوت بآن طریقِ الحان با تصفیق مناسبِ آن کہ در شعر نیز غیر مباح ست۔ اگر بر نہجے خوانند کہ تحریفے در کلماتِ قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائطِ مذکورہ متحقق نہ گردد آن را ہم بغرضِ صحیح تجویز نمایند چہ مانع است۔ مخدوما! بخاطرِ فقیر میرسد تا سَدِ این باب مطلق نکنند بوالہوسان ممنوع نمے گردند اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قَلِیْلُہ یُقْضِیُ اِلٰی کَثِیرِہٖ۔ قول مشہور ست۔''

ترجمہ۔تحریر میں دوسری بات مولودخوانی کے بارے میں پائی گئی ہے۔احسن طریقہ سے قرآن مجید پڑھا جانا اوراسی طرح قصائد،نعت اور مناقب پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ممنوع بات تو قرآن مجید کے حروف پڑھنے میں تحریف اور تغیر کا پایا جانا ہے اور مقاماتِ نغمہ کا التزام کرنا اور آواز کو بطریقِ الحان پھیرنا اوراس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں ہے۔اگراس طریقہ سے پڑھیں کہ کلماتِ قرآنی میں تحریف واقع نہ ہواور قصائد پڑھنے میں مذکورہ شرائطِ ممنوعہ نہ پائی جائیں اوراس کو صحیح طور پر عرض کریں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔مخدوما! فقیر کے دل میں یہ خطرہ ہے کہ اگر مولودخوانی میں ممنوعہ حرکات کا سدِّ باب مطلقاً نہ کریں تو بوالہوس لوگ ممنوعہ باتوں سے کبھی پرہیز نہ کریں گے۔اگر تھوڑی سی بھی ممنوعہ چیز کو جائز قرار دے دیں تو یہ زیادہ ممنوعہ باتوں کی طرف کھینچ کرلے جائے گی۔مشہور قول ہے کہ تھوڑی چیز کثرت کا تقاضا کرتی ہے۔

میرے(مؤلف) کے خیال میں

آپ قدس سرہٗ کے دوسرے مکتوبات میں بھی جہاں کہیں مولودخوانی کے منع کرنے کا ذکر ہے وہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ وہ مولودخوانی جس میں سرود وغناؑ اور رقص پایا جائے منع ہے کیونکہ ایسی مولودخوانی میں خلافِ شرع باتیں پائی جاتی تھیں اوراب بھی پائی جارہی ہیں، جس کی وجہ سے ایسی مولودخوانی کوممنوع قرار دیا گیا ہے۔مولودخوانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے منع فرمایا ہے جس کی وضاحت درجِ ذیل مکتوب میں فرماتے ہیں۔

مکتوب 273،دفتراول۔یہ مکتوب بہت طویل ہےاس کاایک اقتباس تحریر ہے؛

''اما! میر محمد نعمان را غیر از انقیاد چہ چارہ است، عیاذاً باللہ سبحانہٗ اگر لمحہ بعد از منع توقف نماید۔ اگر فرضاً توقف کند کرا ضرر خواہد کرد مبالغۂ فقیر در منع بواسطۂ مخالفتِ طریقتِ خود است مخالفتِ طریق خواہ بسماع و رقص بود خواہ بمولود خوانی و شعر خوانی ہر طریق را وصولے است بمطلبِ خاص و وصول بمطلبِ خاص این طریق منوط بترکِ این امور است ہر کہ را طلبِ مطلبِ این طریق بود باید کہ از مخالفتِ این طریق اجتناب نماید و مطالبِ طُرقِ دیگر منظورِ نظرِ او نباشد۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمودہ اند'' مانہ این کار میکنیم و نہ انکار میکنیم'' یعنی این کار منافیٔ طریقِ خاصِ ماست پس نکنیم و چوں مشائخِ دیگر کردہ اند بر آن انکار ہم نمایم وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا''

ترجمہ: میر محمد نعمان کو سوائے فرمانبرداری کے کوئی اور چارہ نہیں ہے اللہ سبحانہ کی پناہ! اگر وہ منع کے بعد ایک ساعت بھی توقف کریں۔ اگر فرضاً وہ توقف کریں بھی تو کس کو نقصان ہوگا۔ فقیر کا منع میں مبالغہ کرنا اپنی طریقت کی مخالفت کے واسطہ سے ہے۔ طریقت کی مخالفت چاہے سماع و رقص سے ہو، چاہے مولود خوانی، شعر خوانی سے ہو۔ ہر طریق کو اپنے خاص مطلب تک واصل ہونا ہوتا ہے اور یہ وصول جو مطلبِ خاص تک ہوتا ہے ان امور کے ترک کرنے پر منحصر ہے۔ جس کسی کو اس طریق کے خاص مطلب کی طلب ہو تو اسے اپنے طریق کی مخالفت سے پرہیز کرنا چاہیے اور دوسرے طریقوں کے مطالب اس کے منظورِ نظر نہ ہوں گے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم یہ کام نہ خود کرتے ہیں اور نہ ہی انکار کرتے ہیں یعنی یہ کام ہمارے طریقِ خاص کے منافی ہے، ہم نہیں کرتے اور دوسرے مشائخ نے اس پر عمل کیا ہے تو اس کا انکار ہم بھی نہیں کرتے ہر جہت کو وہی پھیرنے والا ہے۔

مؤلف کے خیال میں

دوسرے مکتوب میں صرف حضرت میر نعمان کو منع کیا جارہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک مرشدِ کامل، رہبرِ راہِ حقیقت، واقفِ رموزِ معرفت جب اپنے کسی طالب کو راہِ سلوک میں مقامات طے کراتا ہے تو مبتدی پر ہر قسم کی پابندی عائد کر دی جاتی ہے کہ ان بتائے ہوئے اذکار کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ جب فنائً فی الشیخ، فنائً فی الرسول اور فنائً فی اللہ کے مقامات طے کرنے کے بعد بقاً باللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو اب اس کو دوسرے مشاغل کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں رہتی۔ اس مبتدی کو اسی لئے منع کیا جارہا ہے کہ طریقت میں خاص مطلوب تک واصل ہونا مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصد تب حاصل ہوتا ہے جب مطلبِ خاص کے علاوہ باقی تمام امور سے پرہیز ہوگا اور دوسرے مطالب اس کے عمل میں نہ آئیں گے۔ اس وصول کے مکمل ہونے کے بعد اب اس منتہی کو اجازت ہوگی کہ دوسرے مشاغل میں حصہ لے، چاہے مجلسِ میلاد ہو یا نعت خوانی، قصائد خوانی اور شعر خوانی کی مجالس ہوں۔ کیونکہ جب دل ذاکر ہو جاتا ہے تو دل ذکر بھی کئے جا رہا ہوگا اور دوسرے مشاغل سے لطف اندوز بھی ہوتا رہے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مجدد قدس سرہٗ مولود خوانی سے منع فرماتے تھے تو کیا ان کی نظر میں حضرت حسان بن ثابت کی نعت گوئی، حضرت مالک بن مالک انصاری، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور اسی طرح حضرت مولانا جامی رضی اللہ عنہم اجمعین کی بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں عقیدت اور محبت بھری نعتیں نہیں گزری ہیں، اگر گزری ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ نعت خوانی سے منع فرمائیں۔ پس وجہ وہی ہے کہ ہر رہبرِ کامل اپنی طریقت میں کچھ قوانین وضع کرتے ہیں، جن کی پابندی میں طالب مقاماتِ سلوک طے کرتا ہے اور واصل باللہ ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارات میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک تو بدعت کے بارے میں وضاحت ہے۔ بدعت کے بارے میں حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے جو کہ آپ کی تصنیف ''حدیقۃ الندیہ'' میں ہے۔ دوسری بات نعت وقصائد، مناقب مولود شریف کی مجلس میں پڑھنا، اس کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوب میں صاف بیان فرما دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ لوگ غلط بات کیوں کہہ دیتے ہیں، تعصب کی بنأ پر کسی تحریر کا غلط مطلب کیوں بیان کرتے ہیں؟ اگر انصاف کی نظر سے مکتوب کی عبارت پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک مولود کی مجلس میں نعت وقصائد خوانی میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایسی مجلس جس میں تحریف وتغییر کی باتیں پائی جائیں تو ایسی مجلس سے پرہیز لازمی ہے کیونکہ یہ باتیں خلافِ شرع ہیں لہٰذا ایسی مجلس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

آج کل عام طور پر میلادِ پاک کی مجالس دیکھنے میں آ رہی ہیں کہ ان میں نوخیز لڑکوں سے نعت خوانی بھی کرائی جا رہی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی ہو رہی ہے حالانکہ نعت خوانی تو اپنی جگہ پر ہے نوخیز لڑکوں سے مجلس میں قرآن مجید کی تلاوت بھی ماسوائے مدارس کے ممنوع ہے۔ اسی طرح بعض نعت خوان ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں، جن کے چہروں پر سنتِ رسول ﷺ نایاب ہوتی ہے، دعویٰ میں محبتِ مصطفیٰ ہے اور چہرہ بالکل صفا ہے یہ سب باتیں خلافِ شرع ہیں، لہٰذا ایسی مجالسِ میلاد میں شمولیت نہیں کرنی چاہیے بلکہ ایسی مولود خوانی جو شریعت کے مطابق ہو اور اس میں آدابِ مجلس کو ملحوظ رکھا جائے تو ایسی مجالس باعثِ فیوضات و برکات ہوتی ہیں۔ یہ ہے ہمارے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی سنتِ رسول کی پیروی اور شریعت کی پابندی اور عملی نمونہ کہ ہر کوئی سنت پر ایسی سختی سے عمل پیرا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اتباع نصیب فرمائے! آمین۔

میر محمد نعمان کے مکتوب میں فرمایا جارہا ہے کہ یہ ہماری طریقت کے خلاف ہے کیونکہ ہر طریق میں اپنے خاص مطلب تک وصول ہے اور وہ اپنی طریقت کی پابندی کے سوا حاصل نہیں ہے وہ وصول الی اللہ ہے، جو ذکر میں محویت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

ذکر خفی اور ذکر جہر کی وضاحت

عوام الناس میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ نقشبندیہ سلسلہ والے ذکر بالجہر نہیں کرتے، جیسا کہ دیوبندی مسلک والے اور اہلحدیث ذکر جہر نہیں کرتے لہٰذا سلسلہ نقشبندیہ میں دیوبندیت کا رنگ پایا جاتا ہے، ایسی نسبت کرنا یا تو تعصب کی بنا پر ہے یا کم علمی کی بنا پر۔ ان کم علم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چہار سلاسل میں ذکر کرنے کے اپنے طریقے اور معمولات ہیں، یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک سلسلے والے اپنے مسلک کو دوسرے مسلک والوں پر حاوی کریں۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا مسلک ذکر خفی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

"اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" (سورۃ الاعراف آیت 55)

پہلا ترجمہ؛ اپنے ربّ سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

دوسرا ترجمہ؛ پکارو پروردگار اپنے کو عاجزی سے اور چھپا کر، تحقیق وہ دوست نہیں رکھتا حد سے نکل جانے والوں کو۔

پہلا ترجمہ؛ کنزالایمان کا ہے، جس کی تفسیر خزائن العرفان میں ہے کیونکہ اخفاء ریا سے دُور اور اخلاص سے معمور ہوتا ہے۔ کنزالایمان میں اس آیت میں لفظ خــفیۃ کا ترجمہ

''آہستہ'' کے لفظ سے کیا گیا ہے باقی جہاں کہیں ایسا لفظ آیا، اس کا ترجمہ چھپانے کے کیا گیا ہے۔

نَخفی۔ جو سینے میں چھپاتے ہیں۔ (آل عمران آیت 118)

تُخفِی۔ تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں۔ (ابراھیم آیت 38)

وما تُخفِی صدورھم اکبرھم۔

ترجمہ؛ اور وہ جو سینے میں چھپاتے ہیں بڑا ہے۔

دوسرا ترجمہ؛ شاہ رفیع الدین ﷫ جس میں خفیہ کے معنی ''چھپا کر'' کیئے گئے ہیں۔

ف ا۔ دعا میں بہتر ہے کہ چپکے مانگے تا اپنی نمود نہ ہو، دل سے گڑگڑا کر نکلے اور حد سے بڑھے نہیں اپنے منہ سے بڑی بات نہ مانگے۔

مولف گذارش کرتا ہے

ہم دوسرے مسلک والوں کے ذکر جہر کا انکار نہیں کرتے، ان کے ہاں ذکر جہر کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور کہیں گے کہ اگر ہم ذکر خفی کرتے ہیں تو عوام الناس کے خیال کے مطابق ہمیں دیوبندیت کی طرف منسوب کرنا زیادتی ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے حضرت علامہ قاری ثنا اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے وہ مقام پیش کرتے ہیں، جو انہوں آیت " ادعوا ربّکم " کے ماتحت تحریر کی ہے؛

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، اگر وہ میری یاد دل میں کرتا ہے تو مَیں بھی اس کا ذکر اپنے باطن میں کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو مَیں اس کا ذکر ایسی جماعت میں کرتا ہوں، جو اس کی جماعت سے برتر ہوتی ہے۔ (متفق علیہ)

اس حدیثِ پاک کے بیان کرنے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے وضاحت فرمائی کہ اس حدیثِ پاک سے ذکر جہری وخفی دونوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس حدیث پاک سے جہری ذکر کی سری ذکر سے برتری ثابت ہوتی ہے مگر یہ استدلال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کا ذکر چاہے، ذکر سری کرے یا جماعت کے سامنے دونوں برابر ہیں بلکہ ذکر سری کو ذکر جہری پر فضیلت حاصل ہے۔

ایک اور آیت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''فاذکرو اللّٰہ کذکرکم آبائکم اواشد ذکرا۔'' (سورۃ البقرہ آیۃ 200)

اس میں جہری ذکر مراد نہیں بلکہ کثرت ذکر کا حکم ہے، علماء کا اجماع ہے کہ سری ذکر افضل ہے اور جہری ذکر بدعت ہے۔ ہاں چند مقامات میں ذکر جہری کی ضرورت ہے، جیسے اذان، اقامت، تکبیرات تشریق، امام کے لیے نماز تکبیرات انتقال، اگر نماز کے اندر کوئی حادثہ ہو جائے تو مقتدی کا سبحان اللہ کہنا، حج میں لبیک کہنا وغیرہ۔ ہدایہ کے حواشی میں ابن ھمام نے لکھا ہے کہ تکبیرات تشریق میں امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

آپ یوم عرفہ کی فجر سے یوم نحر کی عصر تک تکبیر کہتے تھے۔ رواہ ابن ابی شیبہ اور صاحبین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔ آپ یوم عرفہ کی فجر کے

بعد سے آخری ایام تشریق کی نماز عصر تک تکبیر کہتے تھے رواہ ابن ابی شیبہ وکذا روی محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ بسندہ اس کے بعد ابن ھمام نے لکھا ہے جو شخص صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتا ہے، وہ تقاضاءِ ترجیح کے خلاف کرتا ہے کیونکہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف محض تکبیر کہنے میں نہیں ہے بلکہ بلند آواز سے یعنی جہری تکبیر کہنے میں بھی ہے اور ذکر میں اصل اخفاء ہے، جہر سے ذکر کرنا بدعت ہے اور جب جہر اور اخفاء میں تعارض پڑ جائے تو اخفاء قابل ترجیح ہے۔ سری ذکر افضل ہے، صحابہ اور تابعین کا اسی پر اتفاق رہا ہے۔

حسین کا قول ہے کہ سری دعا اور جہری دعا میں ستر ہزار (70,000) درجہ کا فرق ہے مسلمان بہت لگن سے دعائیں کرتے تھے مگر ان کی آواز قطعاً سنائی نہیں دیتی تھی، صرف لبوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ ''اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً''

اور عبد صالح کے تذکرہ میں فرمایا: ''اذ نادٰی ربہ نداءً خفیا'' (سورۃ مریم، آیۃ نمبر 3)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ (رواہ احمد وابن حبان فی صیحہ والبیہقی شعب الایمان)۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر جہاد کیا تو راستہ میں مسلمان ایک وادی سے گزرے تو انہوں نے چلاّ کر تکبیریں کہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ اپنے لیے سکون اختیار کرو تم کسی بہرے یا غیر حاضر کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس کو پکار رہے، ہو جو سننے والا اور قریب ہے (رواہ البغوی) حضرت قاضی صاحب کا فرمان ہے، مَیں کہتا ہوں اس حدیث سے اگرچہ ذکر خفی کی افضلیت ثابت ہوتی ہے مگر اپنے لئے سکون اختیار کرو کا لفظ بتا رہا ہے کہ ذکر خفی کا حکم اور ذکر جہری کی

مخالفت صرف تقاضائے شفقت کے زیر اثر تھی یہ وجہ نہ تھی کہ ذکر جہری جائز نہ ہو۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی تین قسمیں ہیں؛

1۔ بلند آواز سے چیخ کر ذکر کرنا۔

یہ عام صورتوں میں باجماع علماء مکروہ ہے، ہاں خاص صورتوں میں مصلحت ودانش کا تقاضا ہو تو درست ہے اور اخفاء سے افضل ہے، جیسے اذان کہنا اور حج میں لبیک کا ادا کرنا۔ شاید چشتیہ صوفیہ نے مبتدی کو جہری ذکر کی تلقین اسی مصلحت ہی کے تحت کی ہے۔ شیطان کو بھگانا، غفلت دور کرنا، نسیان کو زائل کرنا، دل میں گرمی پیدا کرنا، آتش محبت کو ریاضت کے ذریعے سے تیز کرنا اور دوسرے فوائد بھی اس سے وابستہ ہیں لیکن شہرت طلبی اور ریاکاری سے اجتناب ضروری ہے۔

2۔ زبان سے چپکے چپکے ذکر کرنا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے؛ ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اس حدیث میں یہی ذکر مراد ہے۔ امام احمد اور ترمذی کی روایت ہے کہ عرض کیا گیا؛ سب سے بہترین عمل کون سا ہے فرمایا؛ یہ ہے کہ دنیا کو چھوڑتے وقت زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔

3۔ بغیر زبان کے صرف قلبی، روحی اور نفسی ذکر کرنا۔

یہی ذکر خفی ہے، جس کو اعمالنامے لکھنے والے بھی نہیں سن پاتے۔ ابو یعلیٰ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ وہ ذکر خفی جس کو اعمالناموں کے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے، ستر ہزار درجے فضیلت رکھتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ حساب کے لئے سب لوگوں کو جمع کرے گا اور فرشتے اعمال نامے اور تمسکات لے کر حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا، دیکھو اس بندہ کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟ فرشتے عرض کریں گے ہم کو جو کچھ معلوم ہوا اور ہماری نظر میں جو کچھ ہوا ہم نے سب کا احاطہ کر لیا اور لکھ لیا کوئی بات نہیں چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ اس کی ایک نیکی ایسی بھی ہے، جس کا تم کو علم نہیں، مَیں تم کو بتاتا ہوں وہ نیکی ذکر خفی ہے۔

حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں؛ مَیں کہتا ہوں اس ذکر کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا نہ اس میں کوئی سستی آتی ہے یعنی ذکر قلبی ہمہ اوقات جاری رہ سکتا ہے۔

مؤلف کے خیال میں

حضرت قاضی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ذکر کی تین قسمیں ہیں؛ ذکر جہری، ذکر لسانی اور ذکر قلبی۔ سب سے بلند پایہ ذکر قلبی ہے کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور جب تک دل زندہ ہوتا ہے تو اس میں ذکر بھی جاری رہتا ہے۔ دنیا کے کاروبار میں مشغول ہونے کے باوجود وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تجھے

انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

ہم اس مضمون کو یہاں آ کر ختم کرتے ہیں کیونکہ اس تالیف کا اصل مقصد حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے احوال و مقامات بیان کرنا ہے۔ ذکر کی یہ بحث عوام الناس کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ وہ نقشبندیہ مسلک کو سمجھ سکیں۔

....

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر

تنقیدات کا جائزہ

حضرت فاضل بریلوی صاحب کا لقب ''الف ثانی'' کے بارے میں اظہارِ خیال

حوالہ کتاب: اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی کے ذاتی خطوط کا مجموعہ،

مکتوباتِ امام احمد رضا خان بریلوی صاحب

مرتبہ: مولانا الشاہ محمود احمد صاحب قادری کانپور۔

مطبوعہ: مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

دو خط۔ ایک صفحہ 106، دوسرا صفحہ 202

''راحتِ جان! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے: ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے ختم ہونے پر اس اُمت کے لئے مجدد بھیجے گا کہ امت کے لئے اس کا دین تازہ کرے۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے دوسری صدی کے مجدد امام شافعی و امام محمد و امام علی رضا و علی ہذا القیاس یہ خیال

کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے، سب جاہلانہ خیال ہیں، کل سے بہت پریشان ہوں، دُعا فرمایئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ 5 رجب المرجب 1336ھ"

مؤلف کے خیال میں

اس خط کے پڑھنے سے ثابت ہورہا ہے کہ ہر صدی پر اللہ تعالیٰ دین کو تازہ کرنے کے لئے مجدد بھیجتا رہے گا۔ اس کے بعد خط میں چند مجددین کا ذکر کیا گیا ہے بعد میں اس جملے پر بڑی حیرت ہوئی ہے کہ (یہ خیال صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے) اس پر عرض ہے کہ وہ کونسا مجددی ہے جس کا یہ نظریہ ہے کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور کوئی نہیں ہوا۔ حدیث پاک کی رُو سے تو قیامت تک مجدد پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو دین میں پیدا شدہ خامیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کرتے رہیں گے۔ حضرت مجدد گیارہویں صدی کے مجدد ہوئے ہیں اس صدی کو اُردو میں ''گیارہویں'' فارسی میں ''ہزارۂ دوم'' اور عربی میں ''الف ثانی'' کہا جاتا ہے۔ تینوں زبانوں میں بات ایک ہی ہے، جس زبان کا لفظ استعمال کریں جائز ہے۔ اسی لئے عربی زبان کے لحاظ سے ہم اسی لقب سے حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کو ملقب کرتے ہیں۔ آپ سے پہلے جو مجددین ہو گزرے ہیں، وہ ہر صدی کے مجدد ہوئے ہیں، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ ایک ہزار سال یعنی دس صدیاں پوری ہوگئیں۔ اس ہزار سال کے ختم ہونے پر دوسرے ہزار سالہ مجدد کا دور شروع ہوتا ہے، جسے الف ثانی کہا جاتا ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ خط مذکورہ میں مجدد الف

ثانی تحریر کیا جا رہا ہے۔ الف ثانی کی پہلی صدی کے مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد جتنی صدیاں آئیں گی، ان میں مجدد پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس میں بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا(1) اور پھر اس خط کی تحریر (اور یہ کہ مجدد ہزار سال بعد ہوتا ہے سب جاہلانہ خیال ہیں) یہ مسلمہ بات ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک نہ ایک مجدد کا پایا جانا لازمی ہے تو جس طرح ہر صدی پر ایک مجدد ہوتا ہے، اسی طرح ہزار سال پورے ہونے پر مجدد ہوگا تو اس مجدد کو مجدد الف ثانی کہا جائے گا۔ اس سے یہ تاثر نہیں ہونا چاہیے کہ ہزار سال بعد ایک ہی مجدد ہوتا ہے بلکہ جیسا کہ آپ سے پہلے مجدد ہوگزرے ہیں، اسی طرح مجدد الف ثانی کے بعد بھی مجدد ہوتے رہیں گے۔ سب سے بڑی حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فاضل بریلوی صاحب، جو کہ ایک بہت بڑے عالم و فاضل ہیں، جن کی علمیت مسلّمہ ہے، ان کی تحریر سے ایسے الفاظ صادر ہوئے، جن سے ہر مجددی نسبت رکھنے والے کے دل کو دھچکا لگتا ہے۔ یہ الفاظ کہ سب جاہلانہ خیال ہیں معلوم نہیں کہ فاضل بریلوی صاحب کس رنگ میں یہ تحریر کر گئے ہیں، جن سے ہر مجددی کے جذبات مجروح ہوئے ہیں حالانکہ اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے کہ بہت سے جید علماً نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو مجدد بھی تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی الف ثانی کے لقب سے بھی ملقب فرمایا ہے، اب ان علماً کے خیالات کو جاہلانہ قرار دینا بعید از انصاف ہے۔ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے زیادہ لکھنا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے، بندۂ ناچیز اسی پر اکتفا کرتا ہے۔

حضرات القدس، مصنفہ علامہ بدرالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اس کتاب میں فرمایا ہے کہ مَیں نے مقاماتِ شیخ الاسلام شیخ احمد جام قدس سرہٗ میں لکھا دیکھا ہے کہ انہوں

(1) جس طرح ہزار سال پورے ہونے پر مجدد ہوگا تو اس مجدد کو مجدد الف ثانی کہا جائے گا۔ لہٰذا یہ الف ثانی پہلی صدی میں مجدد ہوئے نہ کہ پورے ہزار سال آئندہ کے مجدد ہوں گے، البتہ آپ کا فیض جاری رہے گا، اس بات کو کوئی مانے نہ مانے یہ اس کی اپنی مرضی۔)

نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہم نام ظاہر ہوں گے اور ان میں آخری بعثتِ نبوی ﷺ سے ہزار سال بعد ظاہر ہوگا اور ان میں سب سے زیادہ بزرگ ہو گا۔ یہ پیشین گوئی حضرت مجدد الف ثانی پر صادق آتی ہے۔اس کے ساتھ ہی آگے لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چارسوسال میں ایک میرا ہم نام (احمد) پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کے آثار اس سے ایسے ظاہر ہوں گے کہ تمام مخلوق دیکھے گی، ھٰذا من فضل ربی۔ علامہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ ارشاد حضرت مجدد کے وجودِ مبارک سے متعلق ہے کیونکہ شیخ احمد جام قدس سرہٗ کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا اور ہمارے مجدد قدس سرہٗ کی ولادت ۹۷۱ھ میں ہوئی اس لحاظ سے چارسوسال کا عرصہ بنتا ہے، اس سے پہلے فاضل بریلوی صاحب کے مکتوبات کا حوالہ تھا، اب دوسرا حوالہ آپ کے ملفوظات کا ہے۔

ملفوظات

مؤلفہ ومرتبہ فاضل نوجوان مولوی محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری نوری سلمہ۔ مسلمانانِ اسلام کے لیے ایک اعلیٰ ترین دستور العمل یعنی ملفوظاتِ حضور پُرنور اعلیٰحضرت مجددِ دین وملت رحمۃ اللہ علیہ مسمیٰ بنام تاریخی الملفوظ 1338ھ (حصہ سوم)

ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی۔

عرض: کیا حضرت مجدد الف ثانی نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفضیل بھی لکھی ہے؟

ارشاد: ''تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ پھر فرمایا؛ مکتوبات کی اوّل دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوث اعظم کی تو کیا گنتی۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع وہ سب سرکارِ غوثیت سے ملے ہیں؛ نور القمر مستفاد من نور الشمس۔ اس میں لکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا، صحو سے کہا نہیں بلکہ زیادہ سکر ہے۔ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے۔ ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں، جس نے جو کچھ بتایا خدا کے فرمانے سے کہا۔

تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کئے ہیں، ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں یا ناواقفی یا سکر۔ سکر تو یہی ہے اور ناواقفی یہ کہ۔۔ الخ اب اس کے بعد ایک قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔۔ الخ‘‘

مؤلف

خط میں ’’عرض‘‘ ہے اور اس کے جواب میں ’’ارشاد‘‘ ہے، اس میں آیہ کریمہ تحریر کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ ظاہری طور پر تو یہی بات ذہن میں آ رہی ہے کہ ناصحانہ طور پر سمجھایا جا رہا ہے کہ تمھیں گزشتہ لوگوں کے اقوال و احوال سے کیا غرض ان لوگوں نے جو کمایا ان کے لئے ہے اور تم جو کماؤ تمہارے لئے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا اس کی تم سے پرُسش نہیں ہوگی۔ پھر یہ بات کہ مکتوبات کی پہلی دو جلدوں میں ایسے الفاظ ملیں گے، جن میں حضور غوثِ اعظم کی تو کیا گنتی۔ اس لفظ کی سمجھ نہیں آئی کہ گنتی کے لفظ سے کیا مراد ہے حالانکہ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ فاضل بریلوی صاحب کی نظر میں مکتوبات کی پہلی دو جلدیں گزری ہیں، اسی لئے پہلی دو جلدوں کا ذکر کیا ہے البتہ تیسری جلد میں حضور

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تحریر ہے کہ ”جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع وہ سب سرکارِ غوثیت سے ملے ہیں“ اس جملے سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی نظر میں غوثِ اعظم قدس سرہٗ کا کتنا بلند مقام ہے کہ اپنے فیوضات کو آپ کی طرف منسوب کر رہے ہیں پھر یہ کہنا کہ ع

”سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں“

حالانکہ جلد اول مکتوب نمبر 293 میں حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کا تذکرہ تفصیل سے ہے پھر فاضل بریلوی صاحب نے یوں تحریر کیا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ ”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگلی جلدوں میں جو کچھ کہا صحو سے کہا بلکہ زیادہ سکر ہے“۔

مؤلف نے گزشتہ صفحات میں صحو و سکر پر اچھی طرح وضاحت سے لکھا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں علمائے مشائخ کے دو نظریے ہیں بعض صحو کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض سکر کو۔ لیکن ہمارے مجدد قدس سرہٗ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ صحو میں سکر کی آمیزش ضروری ہے۔ ملفوظات میں یہ بھی تحریر ہے کہ ”تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کئے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے۔“ حالانکہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے نزدیک نرا صحو یعنی ہوش تو عوام کا حصہ ہے اور نرا سکر (مدہوشی) آفت ہے لیکن افسوس ہے کہ سکر سے نرا سکر مراد لے کر اس کو غلطیوں میں شمار کیا ہے، ایسی غلطی کو یا ناواقفی یا سکر کے الفاظ سے محمول کیا ہے۔

اس عبارت میں فاضل بریلوی صاحب نے سکر کی تردید کرتے ہوئے حضرت مجدد قدس سرہٗ پر تنقید کی ہے پھر ”زبانی دعوے“ اس سے معلوم ہوا کہ تمام شیوخ کے صرف زبانی دعوے ہیں، ان میں کوئی جوہر نہیں اور پھر سکر یا ناواقفی سے موصوف کرنا بہت سخت تنقید ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

پر اعتراضات مع جوابات از ''حضرات القدس''

واضح ہو کہ کمال صحو اور انتہائی جذبۂ اتباعِ سنت کے باوجود کبھی کبھی غلبۂ حال کی وجہ سے حضرت مجدد قدس سرہٗ کی زبانِ خامۂ عنبرین شمامہ سے سکر آمیز کلمات بھی صادر ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخِ وقت نے آپ کی خدمت میں لکھا ہے کہ آپ سراپا صحو ہیں تو پھر آپ سے سکر آمیز کلمات کیوں صادر ہوئے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ صحوِ خالص تو عوام کو ہوتا ہے جو چوپایوں کی طرح ہیں لیکن اس جماعت (صوفیہ) کو ہر چند صحو ہوتا ہے لیکن وہ بغیر سکر کے نہیں ہوتا۔ کیفِ مستی و سرورِ بے خودی ضروری ہے، بقول حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بدہ ساقیا! آبِ آتش لباس
کہ مستی کند اہل دل التماس

اور صحو ان تمام علوم کے اظہار کی تاب نہیں لا سکتا اور آپ ان علوم کے اظہار کے مامور بھی تھے فرمایا (کہ جب تم نے وہ بات جان لی تو یہ بھی سُن لے)۔

شبہ اول: بعض مخالفین اپنی زبان پر یہ شبہ لاتے ہیں کہ آپ نے اپنے بزرگوار خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں دفتر اول مکتوب یازدہم میں لکھا ہے:

''ثانیہ مقاماتِ دیگر بعضہا فوق بعض ظاہر شدند بعد از توجہ بہ نیاز و شکستگی چوں بمقام فوقِ آن مقام۔ سابق رسیدہ شد معلوم شد کہ این مقام حضرت ذی النورین است و خلفائے دیگر را ہم دران مقامِ عبوری واقع شدہ است و این مقام ہم مقامِ تکمیل و ارشاد است و ہم چنیں دو مقام فوق ہم کہ اکنونِ مذکورہ میشوند و بالائے آن مقام، مقامِ دیگر در نظر آمد چون بآن مقام رسیدہ شد معلوم گشت کہ آن مقامِ حضرتِ فاروق است و خلفاءِ دیگر را ہم در آں جا

عبوری واقع شدہ است وفوقِ آن مقام، مقامِ حضرت صدیقِ اکبر ظاہر شد، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بآن مقام نیز رسیدہ شد واز مشائخِ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الاقدس را در ہر مقامی با خود ہمراہ می یافت وخلفاءِ دیگر را ہم درآن مقامِ عبوری واقع شدہ است تفاوت نیست الا در عبور ومقام ومرور وثبات وبالاءِ آن مقامِ ہیچ مقامی مفہوم نمی شود الا مقامِ حضرت رسالتِ خاتمیت علیہ من الصلواتِ اتمُّھا و من التحیات اکملُھا ومحاذی مقامِ حضرت صدیق رضی تعالیٰ اللہ عنہ مقامی دیگر نورانی بس شگرف کہ ہرگز مثلِ آن در نظر نیامدہ بود ظاہر شد واند کے ازان مقامِ ارتفاع داشت چنانکہ صُفّہ را از رُوئے زمین بلند میسازند ومعلوم شد کہ آں مقام، مقامِ محبوبیت است وآن مقامِ رنگین ومنقش بود خود را ہم بانعکاسِ آں مقامِ رنگین منقش یافت بعد از آن بہمان کیفیتِ خود را لطیف یافت ودر رنگِ ہوا یا قطعہِ ابر در آفاق منتشر دید وبعضے اطراف را در گرفت وحضرت خواجۂ بزرگ (حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ) در مقامِ صدیق اند رضی اللہ عنہما خود را در مقامِ محاذی می یابد بکیفیتے کہ معروض داشت۔''

ترجمہ؛ ثانیاً، یہ عرض ہے کہ اس مقام کو ملاحظہ کرتے ہوئے دوسری مرتبہ چند دوسرے مقام بھی ظاہر ہوئے، جو بعض سے بعض بلند تر ہیں۔ پھر عاجزی اور تضرع کی توجہ کرنے سے جب سابق سے آگے والے مقام پر رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا ہے اور دوسرے خلفائے راشدین بھی وہاں سے عبور کر چکے ہیں اور یہ مقام بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور اسی طرح آگے کے مقامات بھی ہیں کہ جن کا ذکر اب کیا جاتا ہے اور اس مقام (سابقہ) سے اوپر ایک اور مقام بھی نظر آیا۔ جب اس مقام میں رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفائے راشدین کو بھی وہاں سے عبور ہو چکا ہے اور اس مقام سے آگے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام ظاہر ہوا وہاں بھی رسائی ہوئی اور

اپنے مشائخ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا اور اس مقام میں دوسرے خلفائے راشدین کو عبور ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں تھا سوائے عبور، مقام، مرور اور ثبات کے اور اس مقام سے اونچا کوئی مقام سمجھ میں نہیں آیا، سوائے حضور انور ﷺ کے مقام کے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقام کے برابر ایک نورانی مقام بہت عجیب کہ اس جیسا کبھی دکھائی نہیں دیا تھا، ظاہر ہوا اور وہ اس مقام سے کچھ اونچا تھا جیسا زمین سے سے اونچا چبوترہ بنایا جاتا ہے معلوم ہوا کہ مقام محبوبیت ہے اور وہ مقام رنگین و منقش بھی تھا، خود کو اس مقام کے پرتو سے رنگین و منقش پایا پھر اس کیفیت سے خود کو لطیف پایا، اس قدر کہ ہَوا یا ابر کے ٹکڑے کی طرح آفاق میں منتشر دیکھا اور بعض اطراف کو میں نے لے لیا اور خواجہ نقشبند قدس سرہ حضرت صدیقؓ کے مقام میں نظر آئے اور خود کو اس مقام کے برابر اس کیفیت کے ساتھ پاتا ہوں کہ جس کا ذکر عرض کیا گیا۔ (یہاں پر آپ کے کلمات ختم ہوئے)۔

ان کلمات مبارکہ سے ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ مطلب لیا کہ آپ خود کو ابوبکر صدیقؓ سے بلند تر سمجھتے ہیں (وہ کلمات یہ ہیں) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقام کے برابر ایک نورانی مقام ظاہر ہوا۔

جواب از علامہ بدرالدین: یہ کہتا ہوں کہ اعتراض محض اس لیے ہے کہ تدبیر اور تفکر سے کام نہیں لیا گیا اور اس لیے بھی کہ اصطلاحِ صوفیہ سے ناواقفیت ہے۔ یافت اور چیز ہے اور وصول اور چیز ہے۔ بہت مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ ایک گدا خود کو مستی وسکر میں بادشاہ سمجھنے لگتا ہے حالانکہ وہ بادشاہی کے درجے کو وصول نہیں کرتا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے تو صرف اتنا فرمایا کہ اس مقام کے عکس سے مَیں نے خود کو رنگین پایا۔ آپ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ مَیں نے وہ مقام حاصل کر لیا (یا اس مقام پر متمکن ہو گیا)۔ یوں سمجھئے کہ سورج فلک چہارم میں ہے اور اس کا عکس زمین پر روشن ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ زمین سورج کے مقام پر

پہنچ گئی اور آپ نے تو اس عرضداشت میں (اپنے پیرومرشد کو) اس عبارت سے پہلے لکھا ہے کہ اس مقام میں دوسرے خلفائے راشدین کو بھی عبور ہو چکا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں تھا سوائے عبور، مقام، مروراور اثبات کے۔ یہ جواب کافی ہے ان لوگوں کے لیے جو امراضِ قلبیہ میں مبتلا ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام وہ تھا اور دوسرے خلفاؓ کو مرور وعبورِ زمانی حاصل ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اس عبارت کے باعث جہانگیر بادشاہ کے دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے یوں لکھا ہے کہ ''میرا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے افضل ہے'' آپ نے اس کو یہی جواب دیا اور مثال بھی بتائی کہ مثلاً آپ ایک ادنیٰ درجے کے آدمی کو اپنے پاس بلا کے اور اس پر عنایت فرما کر اس کے کان میں کچھ کہیں تو ظاہر ہے وہ لامحالہ پنج ہزاری امیروں سے آگے جا کر آپ تک پہنچے گا، اس کے بعد وہ اپنے مقام پر واپس جا کر کھڑا ہو جائے گا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مرتبہ پنج ہزارہ امیروں سے زیادہ ہو گیا۔ یہ جواب سن کر جہانگیر کا غصہ فرو ہو گیا۔

شبہٗ اول کو بھی دیکھیے اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کی جو بے پناہ عقیدت اپنے پیرومرشد سے ہے، وہ بھی ملاحظہ کیجیے:

''بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔ بجناب مخدوم زادہائے کرام می نماید کہ این ازسرتا قدم غرق احسانہائے والد بزرگوارِ شما است درین طریق سبقِ الف بے را از ایشاں گرفتہ است و تہجی حروفِ این راہ را از یشاں آموختہ و دولتِ اندارج النہایت فی البدایت ببرکتِ صحبتِ ایشان حاصل کردہ وسعادتِ سفر در وطن را بصدقۂ خدمتِ ایشان یافتہ۔ توجہ شریفِ ایشان در دو نیم ماہ این ناقابل را بہ نسبتِ نقشبندیہ رسانیدہ وحضورِ خاصِ این اکابر را عطا فرمودہ ودرین مدتِ قلیلہ آنچہ از تجلیات وظہورات وانوار والوان و بے رنگیہا و بے کیفی ہا کہ بطفیلِ ایشان رودادہ چہ شرح دہد وچہ بیانِ تفصیلِ آن نماید۔ بیمن توجہ شریف شان کم دقیقہ

مانده باشد۔ در معارفِ توحید واتحاد وقرب ومعیت واحاطہ سریان کہ برین فقیر نکشادند واز حقیقتِ آن اطلاع ندارند۔ شہودِ وحدت در کثرت ومشاہدۂ کثرت در وحدت از مقدمات و مبادیٔ این معارف است۔ بالجملہ آن جا کہ نسبتِ نقشبندیہ است وحضور خاص این اکابر نامِ این معارف بر زبان آوردن ونشانِ این شہود ومشاہدہ را بیان نمودن از کوتہ نظری است۔ کارخانۂ این اکابر بلند است بہر زرّاقے ورقاصے نسبت ندارد وہرگاہ این طور دولتے رفیع القدر از حضرتِ ایشان باین فقیر رسیدہ باشد واگر در مدتِ عمر سرِ خود را پائمال اقدام خدمۂ عتبہ علیہ شما کردہ باشد ہیچ نہ کردہ باشد از تقصیراتِ خود چہ عرض نماید واز شرمندگی ہائے خود چہ اظہار نماید۔''

ترجمہ: بعد حمد وصلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے پیرزادہائے کرام کی جناب میں عرض ہے کہ یہ فقیر سرتاپاؤں آپ کے والدِ بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔اس راہِ طریق میں سبق الف بے حضرت قدس سرہٗ سے حاصل کیا ہے اور حروفِ تہجی کو ملانے کا طریقہ حضرت قدس سرہٗ سے سیکھا۔ دولتِ اندراج النہایت والبدایت حضرت کی صحبت کی برکت سے حاصل کی۔ سفر در وطن کی سعادت حضرت صاحب کے صدقہ پائی ہے، حضرت صاحب کی توجہ شریف نے دو نیم ماہ میں اس نا قابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچایا اور ان اکابر کا حضورِ خاص عطا فرمایا۔ اس تھوڑی سی مدت میں جو تجلیات، ظہورات، انوار، الوانِ بے رنگ و بے کیفیت حضرت صاحب کے طفیل حاصل ہوئے، اس کا کیا بیان کیا جائے اور اس کی کیا تفصیل کی جائے۔ حضرت صاحب کی توجہ شریف کی برکت سے شاید ہی کوئی باریکی معارفِ توحید واتحاد وقرب ومعیت واحاطۂ وسریان سے رہ گئی ہو جو فقیر پر نہ کھولی گئی ہو اور حقیقت پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ ان معارف کے مقدمات میں سے ہیں۔

مختصر یہ کہ جہاں پر نسبتِ نقشبندیہ ہے ان اکابر کا حضورِ خاص، ان معارف کا نام زبان پر لانا اور اس شہود و مشاہدہ کا بیان کوتاہِ نظری ہے یعنی ان معارف کو نسبتِ نقشبندیہ کے مقابلہ میں اتنی نسبت بھی نہیں ہوسکتی، جتنی کہ ایک قطرہ کو سمندر سے۔ ان اکابر کا کارخانہ بلند ہے ہر مکار اور رقاص کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ اس قسم کی بلند مرتبہ دولت حضرت صاحب کی بدولت اس فقیر کو جو پہنچی ہے، اگر ساری عمر آپ کی اس دہلیز پر جس پر آپ کے خدام قدم رکھتے ہیں اپنے سر کو پائمال کر دیں، تب بھی کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اپنے قصور کیا عرض کرے اور شرمندگی سے کس بات کا اظہار کرے۔

مؤلف

غور وتدبر کا مقام ہے کہ جب حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کی اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کی بارگاہِ عالیہ سے اتنی عقیدت ہے کہ ساری عمر اس دہلیز پر جبہ سائی کریں، تب بھی پیر و مرشد کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں ہوسکتا تو پھر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام تو بہت ارفع واعلیٰ ہے، ان کی برابری کا دعویٰ کیسے ہوسکتا ہے۔

جہانگیر دور میں حاسدین اسی تاک میں رہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی اعتراض بنا کر اور تنقید کا پہلو نکال کر حضرت مجدد قدس سرہٗ کو ذمہ دار ٹھہراتے تاکہ بادشاہ کی نظر میں آپ کا وقار نہ رہے، چاہے وہ اعتراض حقیقت پر مبنی ہو یا نہ ہو، اس ہی واقعہ کو دیکھئے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ والا اعتراض کارگر ثابت نہ ہوا تو سجدہ تعظیمی کا اعتراض اٹھایا اور بادشاہ کے گوش گزار کر دیا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی بہانے بادشاہ کو ناراض کرا دیں، جس کی وجہ سے حضرت مجدد قدس سرہ اپنی تبلیغ سے باز آجائیں۔ بھلا ان حربوں سے وہ مردِ مجاہد کب باز آنے والے تھے اور ا

پنی تجدیدی ذمہ داریوں سے کب پیچھے ہٹنے والے تھے۔ اسی طرح مخالفین نے ایک اور اعتراض نکالا کہ آپ قدس سرہٗ کے مسائل میں ایک مسئلہ وحدت الوجود کا بھی ہے کہ آپ نے وحدت الوجود کا انکار کیا ہے اس مسئلے کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے، آپ کے بعد بھی آپ کے کلام پر جرح قدح کا سلسلہ جاری ہے، جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

اوّل تو تنقید کا اصول ہونا چاہیے کہ اسلاف اور بزرگانِ دین پر قلم نہ اٹھایا جائے اور اگر ناقد کی نظر میں کوئی مسئلہ قابلِ تنقید ہو تو اس کی وضاحت میں ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے حضرت محی الدین ابن عربی کی تصنیف "فُصُوصُ الحِکَم" کے بعض مقامات پر بحث کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ادب و احترام کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ ابن عربی کامل مکمل اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی میں شمار ہیں اور آپ کی کتاب "فصوص الحکم" سے بہت سے فیوض و برکات کے حاصل ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اگرچہ اس تصنیف میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو حضرت مجدد قدس سرہٗ کی نظر میں ظاہر شریعتِ مطہرہ کے مطابق نہیں ہیں تو آپ قدس سرہٗ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کی ایسی تاویلات کی جائیں، جن سے شریعتِ مطہرہ کا اختلاف باقی نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابن عربی نے وحدت الوجود کا مسئلہ بہت ہی علمی رنگ میں بیان فرمایا ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اتنے بلند پایہ ولیٔ کامل وحدت الوجود کے مقام پر آ کر رک گئے اور ان سے آگے جو مقامات ہیں ان کو بیان نہیں فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ ابن عربی کے مسائل کے بارے میں دو گروہ ہو گئے، ایک تو وہ ہیں جنھوں نے آپ کی تعلیمات کا سرے سے ہی انکار کر دیا، دوسرے لوگ وہ ہیں جنھوں نے آپ کی جملہ تعلیم کو بغیر غور و فکر کے من و عن قبول کر لیا لیکن اس معاملہ میں میرا (یعنی امام سرہندی کا) طریقہ اور ہے۔ وہ یہ کہ جو مسائل قابلِ قبول ہیں ان کو قبول و تسلیم کر لیا گیا ہے

اور جو مسائل قابلِ بحث ہیں ان کی ایسی تاویلات کی گئی ہیں، جو شریعتِ مطہرہ سے مطابقت رکھتی ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دَور میں لوگوں کی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وحدت الوجود سے آگے کے مقامات کا تذکرہ نہ کیا ہو۔

تنقیدات کے سلسلے میں ایک کتاب ''الکوکب الشھابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ'' بھی ہے، جو جناب فاضل بریلوی صاحب کی تصنیفاتِ کثیرہ میں سے ایک تصنیف ہے۔ یہ کتاب اپنے نام کے مطابق وہابیہ کے کفریات کے بیان میں ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے اس کتاب میں حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ذکر بھی ہے، جس کا اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کتاب تو کفریاتِ وہابیہ کے بارے میں ہے اور اس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ذاتِ بابرکات کا ذکر باعثِ حیرانگی ہے۔ اس میں ضمنی طور پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر تنقید کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمائیں (صفحہ نمبر ۴۵ کفریہ 53 تا 55)

''تمام خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت وخداوند دولت و مرجع، منتہی و مفرغ و ملجأ وسیّد و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب'' اس عبارت پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب فاضل بریلوی صاحب کے نزدیک حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ صرف خاندانِ دہلی کے پیرو مرشد ہیں حالانکہ آپ صرف خاندانِ دہلی کے مرشد نہیں ہیں بلکہ آپ کی مرشدیت ہند کے علاوہ ماورأالنہر اور عرب تک تسلیم کی گئی ہے، جیسا کہ اس دور میں بھی خالدیہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلسلہ ترکیہ میں جاری ہے اور عروج پر ہے۔ تصانیفِ کثیرہ کی طباعت ہو رہی ہے اور مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔

ذرا اس بات پر بھی غور ہو کہ اس کتاب میں جہاں کہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا ذکر آیا تو صرف مجدد صاحب کہا۔ کہیں شیخ مجدد صاحب۔ جناب شیخ مجدد صاحب۔ جناب شیخ مجدد۔ جناب موصوف۔ جناب شیخ سلسلہ۔ حضرت شیخ۔ شیخ مجدد صاحب۔ ان

میں کہیں بھی مجدد الف ثانی یا رحمۃ اللہ علیہ نہیں کہا گیا۔ پھر مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں تحریر کرنا کہ خاص اپنے پیر سلسلہ حضرت شیخ مجدد کو بمقابلہ مذہبِ احادیث چھوڑنے اور سنت نبوی ﷺ کے مقابل سنتِ علیہ....کی سند پکڑنے پر کیا کیا جلی کٹی بے نقط سناتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس کی ''تقویۃ الایمان'' کفریہ عبارت سے پُر ہے، اسے حضرت مجدد قدس سرہ کے سلسلہ پیری مریدی میں داخل کر دیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مجدد صاحب کے سلسلے میں مولوی اسماعیل جیسے آدمی پیدا ہوئے ہیں اور پھر یہ بھی بتانا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے بمقابلۂ مذہبِ احادیث اور سنت رسولِ اکرم ﷺ کو چھوڑا ہے یعنی رفع سبابہ نہ کرنا۔ اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

ذرا اور تحریر دیکھئے جو کوکبِ شہابیہ صفحہ نمبر 49 میں پائی جا رہی ہے افسوس حضرت شیخ مجدد صاحب کو کیا خبر تھی کہ ''ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزندِ دلپسند، سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں جو ہماری معرفت و ولایت بالائے طاق رکھ کر سرے سے اصل ایمان میں خلل بتائیں گے۔''

مؤلف کی طرف سے عرض ہے

ایک افسوس نہیں بلکہ صد افسوس اس بات پر ہے کہ جناب فاضل بریلوی صاحب مولوی اسماعیل کو حضرت مجدد قدس سرہٗ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور یہ کہنا کہ ان کو کیا خبر تھی۔ اگر مولوی اسماعیل کے عقائد کفریہ تھے تو اس میں حضرت قدس سرہٗ کا کیا قصور ہے اور یہ بھی تو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے فیضان کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب جیسے محدث، مفسر بھی تو پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستان میں دینی تبلیغ میں قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے مذہبِ اسلام کو اچھی طرح پھیلایا، ان کی یہ خدمات مسلّمہ ہیں۔ مولوی

اسماعیل کے علاوہ اس خاندان کے اکثر حضرات نے دینِ اسلام کی بہت خدمات سرانجام دیں۔

اور پھر یہ کہ جیسا حضرت مجدد قدس سرہٗ کو کیا خبر تھی اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کیا جانتے تھے کہ ہماری نسل میں وہ ہونہار سپوت اٹھنے کو ہیں الخ۔ یہ بات تو ایسی ہے کہ کہا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کیا خبر تھی کہ ان کی اہلیہ اور بیٹا کافروں کے ساتھ ہوں گے اور حضرت لوط علیہ السلام کو کیا خبر تھی کہ ان کی اہلیہ اندرونی طور پر کافروں کے ساتھ ملی ہوئی تھی تو ہم یہی کہیں گے کہ ان نبیوں کا اس میں کیا قصور تھا؟ اسی طرح اگر خاندانِ دہلی میں مولوی اسماعیل جیسے آدمی پیدا ہو گئے تو اس میں حضرت مجدد قدس سرہٗ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا کیا قصور تھا کہ مولوی اسماعیل کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے حالانکہ جب مولوی اسماعیل کے عقائد میں تبدیلی آ گئی تو پھر اس سلسلہ میں نسبت بھی ختم ہو گئی۔ احترام کا تقاضا تو یہی ہے کہ سلف صالحین کو ان کی شان کے لائق جو القاب ہیں، ان سے ملقب کیا جائے۔ بزرگوں کے مسائل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ تاویل سے کام لینا چاہیے۔

الکوکب الشہابیہ صفحہ نمبر 46,47 میں رفع سبابہ کے بارے میں بھی طبع آزمائی کی گئی ہے اس مسئلہ کے بیان میں دو باتیں پائی جا رہی ہیں اس کے آخر میں اگرچہ ترکِ تقلید کا ردّ ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ احادیث کے مقابلہ میں مذہب کو اختیار کر رہے ہیں۔ قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت امام سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث پر بہت علمی رنگ میں بحث کی ہے، احادیث کو نوادرہ میں شمار کرتے ہوئے رفعِ سبابہ نہ کرنے کا عمل اختیار کیا۔ رفعِ سبابہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کتابِ محیط میں اسے مستحب بھی کہا گیا ہے اور جو عمل مستحب کے درجے میں ہو، اس کے نہ کرنے میں کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔ (1)

---

(1) اس تحریر میں تعریض پائی جا رہی ہے۔ تعریض۔ بکنایہ سخن گفتن و پیش اور دن۔ یعنی کنایہ سے بات کرنا اور سامنے لانا۔ از غیاث اللغات۔

مؤلف سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ فاضل بریلوی صاحب نے مکمل مکتوب نہیں لکھا۔ اگر یہ مکتوب مکمل لکھا جاتا تو پڑھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے کن دلائل کی بنا پر رفع سبابہ نہ کرنے کا مسلک اختیار کیا ہے یہ اپنی اپنی تحقیق کی بات ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے احادیث کا ذکر کیا اور انہیں مکتوب میں نقل بھی کیا ہے اور اصولِ حدیث کے مطابق ان پر پوری بحث بھی کی ہے اور غور فرمایا ہے کہ جن علماً نے رفع سبابہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے کیا انہوں نے یہ حدیثیں پڑھی دیکھی نہیں ہیں؟ یقین سے ماننا پڑے گا کہ علماً کی صف میں ہوتے ہوئے یہ حدیثیں ضرور اور لازمی ان کے علم میں ہوں گی۔ یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں ہیں کیا انہوں نے یہ کتاب بھی نہیں پڑھی ہوگی؟ اس مسئلہ میں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنی ذاتی رائے سے منع نہیں کیا پھر کوکب الشہابیہ کی یہ تحریر کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ احادیثِ مشہورہ صحیحہ کے مقابل مولویوں کی سنت پیش کرتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے وقت میں جیّد علماً کی صف میں شمار ہوئے ہیں، ان کو عام مولویوں میں شمار کرنا بعید از انصاف ہے مولویوں کی اصطلاح تو مولوی اسماعیل کے لئے حقارت کے طور پر استعمال کی ہے، عوام الناس میں تو ہر امام مسجد کو مولوی کہا جاتا ہے، جو چند سورتوں کو یاد کرنے پر امامت کراتے ہیں، جن علماً کے مسلک کو حضرت امام سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا، وہ یہ ہیں؛

فتاویٰ غرائب۔ محیط۔ مبسوط۔ فتاوی سراجیہ۔ کبریٰ۔ فتاوی غیاثیہ۔ جامع الرموز۔ زاہدی۔ مضمرات۔ ولوالجی۔ خلاصہ۔ خزانة الروایات۔ تاتارخانیہ۔ ترغیب الصلوٰۃ۔

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کو علومِ ظاہرہ میں اتنی بھی دسترس نہ تھی کہ وہ اپنی علمی وسعت کے مطابق رفع سبابہ کی احادیث پر غور وتدبر کرتے ہوئے جواز کا مسلک اختیار کرتے اور مولویوں کی سنت پیش نہ کرتے بلکہ یوں کہیے کہ وہ بڑے مولوی ہی نہ تھے بلکہ بلند پایہ علماً میں شمار ہوتے تھے کہ ان کو احادیث پر پورا عبور تھا لیکن فقہاً کے

فتوے کے مطابق عمل کیا، اسی لئے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اسی مکتوب میں سوال کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ان علمأ کو ان احادیث کا علم نہ تھا؟ بلکہ لازمی تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ جناب فاضل بریلوی صاحب رفع سبابہ کے سنت ہونے پر سختی سے عمل پیرا ہیں، یہ ان کا اپنا مسلک ہے۔

ناقدین کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس مکتوب کو مکمل پڑھیں تا کہ ان پر یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔

باقی رہی یہ بات کہ علمأ کو عام مولویوں میں شمار کرنا معمولی بات ہے۔ حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اپنے وقت کے بلند پایہ علمأ میں شمار ہیں اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں۔ شاہجہاں بادشاہ جو کہ صاحبِ علم تھا، کی نظر میں جو ان کا مقامِ اعلیٰ تھا اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ فاضل بریلوی صاحب اپنے وقت میں بلند پایہ عالم تھے لیکن ایک عالم و فاضل کی حیثیت سے دوسرے عالم کو قدر و منزلت کے القاب سے یاد کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''سبحن السبوح'' میں جا بجا ''ملا سیالکوٹی'' ہی لکھا ہے، چاہیے تو یہی تھا کہ بجائے ملا سیالکوٹی کے علامہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے القاب سے یاد فرماتے یہی علامہ مولانا سیالکوٹی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب فرمایا پھر تعجب کی یہ بات بھی ہے کہ میرے پاس بریلوی مکتب سے تعلق رکھنے والے دو عالموں کے فتوے موجود ہیں کہ رفع سبابہ سنت بھی ہے اور مستحب بھی ہے اور رفع سبابہ نہ کرنے والے کی نماز مکمل ہے۔ یہ فتوے آئندہ نقل کئے جائیں گے۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلف کے نزدیک

اس تالیف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بندۂ ناچیز جن دنوں میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں حصولِ علم میں مصروف تھا تو وہاں پر ''حدائقِ بخشش'' کی نعتیں پڑھی جاتی تھیں، اس سلسلے میں حدائق بخشش کا ایک نسخہ مَیں نے خرید لیا۔ اس نعتیہ کلام کے پڑھنے میں جب مندرجہ ذیل اشعار دیکھنے میں آئے تو انتہائی حیرت ہوئی کہ جناب فاضل بریلوی صاحب نے اپنی علمیت اور ساتھ ہی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حسنِ عقیدت کی وجہ سے اپنے ان اشعار میں جو حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کی منقبت میں کہے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بہت رکیک الفاظ میں تنقید کی ہے، جو کہ ایک عالم و فاضل کی شان کے لائق نہیں۔

بات تو حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کے قول قدمی ھذہٖ۔ الخ کی وضاحت کی تھی۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنے تبحر علمی سے تاویل کی ہے اس میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تنقیص لازم نہیں آتی بلکہ آپ کے قول کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد اپنے وقت کے اولیائ ہیں۔ یہ تخصیص صرف امامِ سرہندی نے نہیں کی بلکہ آپ سے پہلے مشائخ نے بھی ایسی ہی تاویل کی ہے۔ تو ''زلل'' کا اطلاق ان پر بھی صادق آئے گا۔

اب ''حدائقِ بخشش'' کے اشعار ملاحظہ کیجیے اور علمائے بریلوی کے فتووں پر بھی غور کیجیے کہ یہ علمائے کرام ان اشعار کی کس طرح تاویل کر رہے ہیں۔

آنکہ پایش بر رقابِ اولیائے عالم است
و آنکہ ایں فرمود حق فرمود باللہ آں توئی
اندریں قول آنچہ تخصیصاتِ بے جا کردہ اند
از زلل یا از ضلالت پاک ازاں بہتاں توئی

(حدائق بخشش حصہ دوم۔ فصل منہ فی شی من التلمیحات (1)۔ در منقبت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ)

---

(1) تلمیح۔ بجائی مہملہ نگاہ سبک کردن سبوئے چیزی۔ (غیاث اللغات)

ان مسطورہ بالا اشعار پر چند سوالات وارد ہوتے ہیں، جن کا جوابِ باصواب ازروئے شریعت دینا ضروری اور کارِثواب ہے تاکہ دلوں میں جو شکوک پائے جاتے ہیں وہ رفع ہو جائیں۔

الاستفتاءٔ

سوال نمبر 1؛ ان اشعار میں تخصیصات سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر 2؛ وہ کونسی تخصیصات ہیں جن کی وجہ سے زلل اور ضلل کا فتویٰ دیا جا رہا ہے؟

سوال نمبر 3؛ ان تخصیصات کا مخصص کونسی ذات ہے؟ کوئی صاحبِ علم ذات ہی ہو سکتی ہے عوام الناس کو ایسے مسائل سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ مزید دوسرا مسئلہ یہ بھی ہے کہ رفع سبابہ جس کا ذکر احادیث مبارکہ میں پایا جاتا ہے یہ سنن مؤکدات میں سے ہے یا واجبات یا مستحبات میں سے ہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

السائل

محمد خلیل۔ گلی نمبر 1 ماڈل ٹاؤن، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ

الجواب؛

بِسمِ اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہٖ الکریم وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

نمبر 1؛ حضور سیدنا غوث اعظمؒ کے ارشادِ مبارک قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ کے متعلق امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ”جاننا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیائے اللّٰہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ پہلے اور پچھلے اولیائے اللّٰہ اس حکم سے خارج

ہیں۔‘‘(مکتوبات فارسی مکتوب نمبر 193 دفتر اول)

امام ربانی نے حضور سیدنا غوث اعظمؓ کے شیوخ میں سے شیخ حماد دباس قدس سرہٗ سے بحوالہ نفحات نقل کیا ہے کہ انہوں نے بطور فراست فرمایا۔اس عجمی کا وہ قدم کہ اس وقت کے تمام اولیأ اللہ کی گردنوں پر ہو گا،(ایضاً)۔امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تخصیص کا ذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص یا تو زلل (لغزش) ہے جیسے کہ شیخ حماد دباس اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے یا ضلالت (گمراہی) ہے جیسے کہ کراماتِ اولیأ کے منکرین وہابیہ کہتے ہیں۔

نمبر 2؛ درِمختار میں ہے کہ عینی میں تحفہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اشارہ مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ سنت ہے۔حاشیہ میں ان دونوں کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ یہ سنتِ غیر مؤکدہ ہے۔(درمختار مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد نمبر ۱،صفحہ نمبر ۷۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد عبدالحکیم اشرف قادری

(نوٹ)فتویٰ مطلوب ہو تو مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام تحریر کریں۔

دوسرا فتویٰ

الجواب؛ دو قسم کے لوگوں نے علیحدہ علیحدہ تخصیص کی ہے۔ایک گروہ نے حضور غوثِ اعظم کے اس منصب کو تسلیم کرتے ہوئے ان اولیأ کی تخصیص حضور غوثِ اعظم کے زمانے کے اولیأ کی گردن پر ہے۔ان حضرات کی تخصیص کو’’ زلل‘‘ سے تعبیر فرمایا ہے جس کا معنی یہ ہے ان حضرات سے اولیأ کی تعیین میں خطا سرزد ہے، جیسا کہ اجتہاد اور تحری میں خطا ہوتی ہے جو کہ خطا ہونے کے باوجود اجتہاد و تحری پر ثواب و اجر کا مستحق ہوتا ہے اسی لیے’’ زلت‘‘

کی نسبت اولیاؑ اور مقبولین کی طرف ہوتی ہے۔

دوسرا گروہ جس نے آپ کے اس منصب سے انکار کرتے ہوئے آپ کے حال کی تخصیص کی ہے کہ آپ کا یہ کلام نہیں ہے اور کذب ہے اور اگر ہے بھی تو حالتِ سکر کا قول ہے، یہ ہوش وحواس کا قول نہیں ہے جیسا کہ وہابیہ اور منکرین۔

نمبر 3؛ سنت بمعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اشارہ کے بغیر نماز صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مؤلف

قارئین صاحبان ان ہر دو فتووں پر غور فرمائیں کہ مفتیان صاحبان نے آنجناب فاضل بریلوی صاحب کے اشعار کی کس انداز میں توجیہہ اور توضیح کی ہے مفتیان نے مذکورہ لغزش کو حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کے بارے میں برقرار رکھا۔ یہ غور نہ فرمایا کہ یہ تخصیص صرف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے نہیں کی بلکہ آپ سے پہلے حضور غوثِ اعظمؓ کی موجودگی میں حضرت حماد دباس قدس سرہٗ نے یہ تخصیص کی ہے۔ یہی شیخ حماد دباس قدس سرہٗ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ مشائخِ بغداد کے مرجع تھے بہت بڑے صاحبِ فیض تھے۔ سکونت محلّہ مظفریہ بغداد میں تھی۔ ماہ رمضان شریف 525ھ میں وصال ہوا۔

نفحات الانس

شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ؛ آپ شیخ محی الدین عبدالقادر قدس سرہٗ کے شیوخ میں

سے ہیں۔ آپ اُمی تھے، ان پر معارف و اسرار کے دروازے کھل گئے، جن کی وجہ سے وہ بڑے بڑے مشائخ کے پیشوا بن گئے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جوان تھے اور شیخ حماد کی صحبت و خدمت میں رہتے تھے، ایک دن پورے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ جب اٹھے اور باہر چلے گئے تو شیخ حماد بطور فراست فرمانے لگے کہ اس عجمی کا ایسا قدم ہے کہ اپنے وقت میں تمام اولیاً کی گردن پر ہوگا اور ضرور ان کو حکم ہوگا کہ یہ لفظ کہیں؛ قدمی هٰذہٖ علٰی رقبة کل ولی اللّٰہ یعنی میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہوگا۔ یہ ضرور کہے گا اور تمام اولیاً گردن جھکا دیں گے۔ (اپنے آپ کو اس میں شامل نہیں کیا)

دوسرا واقعہ؛ شام کے علماً میں سے ایک عالم جن کا نام عبداللہ تھا، کہتے ہیں کہ طلبِ علم کے لیے مَیں بغداد گیا اور ابنِ سقا (1) اس وقت میرا رفیق تھا۔ ہم وہاں عبادت بھی مدرسہ نظامیہ بغداد میں کرتے تھے اور ہم بزرگوں کی زیارت کرتے تھے۔ اس وقت بغداد میں ایک اور عزیز تھا، جس کو لوگ غوثِ وقت کہتے تھے، ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جب چاہتے ہیں، پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں، ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر مَیں اور ابن سقاؔ

---

(1) ابن سقا کے بارے میں حضرات القدس میں تحریر ہے۔ کرامت، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ: ایک وقت آپ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے۔ ابن سقا فقیہہ مشہور مجلس وعظ سے اٹھا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ''بیٹھ جا! میں تیرے کلام میں بوئے کفر پاتا ہوں تیری موت اسلام پر معلوم نہیں ہوتی۔'' اس واقعہ سے مدت کے بعد ایک نصرانی بطور ایلچی کے بادشاہِ روم کی طرف سے خلیفہ کے پاس آیا۔ فقیہہ ابن سقا اس نصرانی کے پاس آیا اور اس سے اس کا مصاحب بننے کی درخواست کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہبِ اسلام چھوڑ کر تیرے دین میں شامل ہو جاؤں نصرانی نے منظور کر لیا اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور بادشاہِ روم سے ملا دیا ابن سقا نصرانی ہو گیا اور اسی مذہب پر مرا۔

نکتہ۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کی بددعا سے وہ کافر نہیں ہوا بلکہ آپ کو کشف الہام ہوا تھا کہ یہ کافر ہو کر مرے گا۔ یہ بھی آپ کی کرامت اور بدبخت کے انجامِ بد کی، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک ولیٔ کامل کے بلند درجہ مقامات کی کرامت، جس کا تعلق حضور غوث اعظم قدس سرہ کے ساتھ بھی ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ان مشائخ میں سے ہیں جن کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کو صحبت رہی اور منتفع ہوئے۔ (از حضرات القدس، قلائد الجواہر۔ بہجۃ الاسرار، عربی، 147)

اور حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ جو ابھی جوان تھے، ہم تینوں غوث کی زیارت کے لیے گئے، جب تینوں ان کے مکان پر آئے۔ ابن سقا نے راستے میں یہ کہا کہ مَیں ان سے وہ مسئلہ پوچھوں گا دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے کہا کہ مَیں ان کی زیارت سے برکت حاصل کروں گا۔ عبداللہ اور ابن سقا کو غوث نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کو دیکھا ان کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اے عبدالقادر! تم نے ادب کی وجہ سے خدا اور رسول کو راضی کیا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بغداد کے منبر پر کھڑا ہے اور کہتا ہے: قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ یعنی میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے اور تمہارے وقت کے سب اولیاؑ کو دیکھتا ہوں کہ سب نے اپنی گردن نیچے کی ہوئی ہے، تمہاری بزرگی کی وجہ سے۔ پھر اس وقت وہ بزرگ غوث غائب ہو گئے۔

خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ سے استفادہ کرنے کے متعلق (حضرات القدس کے حاشیہ میں) حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ ہیں:

"قدم الی بغداد رجل من ھمدان یقال لہ یوسف الھمدانی و کان یقال انہ القطب فنزل فی رباط فلما سمعت بہ مشیت الی الرباط فلم ارہ فسألت عنہ فقیل لی ھو فی السرداب فنزلت الیہ فلما رأنی قام و اجلسنی و قربنی و ذکر لی جمیع احوالی وحل لی جمیع ما کان اشکل علی ثم قال لی یاعبدالقادر تکلم علی الناس فقلت یاسیّدی انأ رجل اعجمی ایش اتکلم علی فصحأ بغداد فقال لی انت الآن حفظت الفقہ، واصول الفقہ والخلاف والنحو واللغت و تفسیر القرآن الآن یصلح لك ان تتکلم علی الناس اصعد علی الکرسی وتکلم علی الناس فانی اری فیك عرفا سیصیر نخلۃ رحمنااللّٰہ بھم منہ و کرمہ"

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے قدسیات میں ہے:

قدسیہ؛ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ نے شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ سے فرمایا تھا کہ لوگوں کو وعظ اور پند سنایا کرو اور نصیحت کیا کرو۔ آپ نے فرمایا؛ میں مردِ عجمی ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے کیونکر گفتگو کروں؟ آپ نے فرمایا کہ آپ نے علومِ فقہ، اصولِ فقہ، اختلافِ مذاہب نحو ولغت اور تفسیرِ قرآن کو خوب حاصل کرلیا ہے پھر کیوں کر آپ میں منبر پر آنے اور وعظ و پند کرنے کی صلاحیت نہیں ہے؟ آپ بے تامل ہدایت وارشاد شروع کیجئے کیونکہ مَیں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں، جو عنقریب پورا درخت ہوجائے گی۔ اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین (سورہ ابراھیم) جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوں گی اور شاخیں آسمان میں کھلیں گی اور وہ اپنا میوہ ہر وقت دے گا۔

مؤلف

نفحات الانس کے دو حوالے درج کرنے کے بعد ''حضرات القدس'' کے دو حوالے درمیان میں آ گئے۔ کیونکہ ایک کا تعلق ابنِ سقا سے تھا اور دوسرا حضور غوث اعظم قدس سرہٗ کے بارے میں تھا۔ اب ایک اور حوالہ جو کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات سے متعلق ہے، پیش خدمت ہے؛

زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار

تالیفِ لطیف، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، لاہور۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ ..... بیان کرتے ہیں کہ میرے مرشد عمِ بزرگوار شیخ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ نے بتایا کہ وہ ایک دن شیخ حماد دباس قدس سرہٗ کے

پاس بیٹھے تھے (جو اولیائے وقت میں سے تھے) حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ ابتدائے حال میں آپ کی مجلس میں آیا کرتے تھے اور کام کرتے تھے اور نہایت مؤدب طریقے سے مجلس میں بیٹھا کرتے۔ جب سیدنا عبدالقادر قدس سرہٗ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ حماد قدس سرہٗ نے بتایا، اس عجمی نوجوان کا قدم اتنا بلند ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اولیأ اللہ کی گردنیں اس کے نیچے ہوں گی اور اس کو اجازت دی جائے گی کہ اعلان کردے؛ قدمی هذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ابوالقاسم عمر بزاز فیضِ روحانیت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا؛ اے عمر! تم بحرِ محیط کو چھوڑ کر ایک نہر کے کنارے آ گئے ہو، حضرت شیخ سید عبدالقادر زمانہ کے اولیأ کے آقا ہیں اور خدا کے محبوبین شہسوار ہیں۔ شیخ ابوعبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ سید عبدالقادر قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے بہترین ولی اللہ ہیں اور وہ اکمل واعلیٰ ولی اللہ ہیں علمأ ان کے پیچھے رہتے ہیں، عارفانِ الٰہی انہیں اپنے سے بہتر جانتے ہیں۔

مؤلف

مندرجہ بالا حوالہ جات کو اگر بغور پڑھا جائے تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اپنے زمانہ کی تخصیص صرف حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ نے نہیں کی بلکہ حضرت حماد دباس، شام کے عالم حضرت عبداللہ مع ابنِ سقا بروایت ایک غوث بغدادی، حضرت شہاب الدین سروردی اور شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب نے حضرت غوثِ اعظم کے اپنے زمانہ سے تخصیص کی ہے۔ تو کیا یہ سب حضرات زلل (لغزش) کے زمرے میں آئیں گے یا ان کا کلام حق پر مبنی ہوگا۔ پھر سب سے بڑھ کر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے بارے کیا

فتویٰ ہوگا، جنہوں نے اپنی کتاب ''زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ اسرار'' میں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے حالانکہ حضرت محدث دہلوی پہلے قادری سلسلہ سے منسلک تھے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے نسبت قائم کرتے ہوئے سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے۔ اب ''زلل، ضلل، بہتان'' کی صفات صرف حضرت مجدد قدس سرہٗ پر صادق آئے گی یا دوسرے مذکورہ اولیائے کرام پر بھی؟ اگر صرف امام سرہندی قدس سرہ ہی مراد لیں تو یہ بات بہت بعید از انصاف ہو گی۔ انصاف کی بات تو یوں ہوتی کہ ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کو یوں بیان کیا جاتا کہ ''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو اپنے زمانہ کے اولیائ پر محمول کیا یہ ان کی تاویل بذریعہ روایات ہے اور جناب فاضل بریلوی صاحب کی تاویل کل ولی اللہ کے لحاظ سے سلفاً خلفاً تمام اولیائ پر صادق آتی ہے۔

حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کی تاویل دلائل کے لحاظ سے اپنی جگہ ٹھیک اور جناب فاضل بریلوی صاحب کی تاویل دلائل کے لحاظ اپنی جگہ درست ہے۔'' لیکن اس میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارے میں ادب واحترام کا پایا جانا لازمی امر تھا۔ اگر بندۂ ناچیز کی گزارش کردہ رائے کے مطابق بات ہوتی تو جناب فاضل بریلوی صاحب زلل، ضلل جیسے بہتان تحریر نہ کرتے۔ مزید وضاحت کے لئے دوسرے حوالے بھی تحریر کئے جارہے ہیں۔ پہلے حوالے تلخیص کے طور پر تھے۔ اب دوسری کتابوں کے حوالے بطور تفصیل دیئے جارہے ہیں۔

اخبار الاخیار

تصنیفِ لطیف؛ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، اردو مترجمین؛ مولانا سبحان محمود صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم، مولانا محمد فاضل صاحب دارالعلوم۔ (صفحہ 34)

حالاتِ ابو محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ؛ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو

مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا۔ آپ کی مقبولیت تمام عوام و خواص کے قلوب میں ڈال دی اور آپ کو قطبیتِ کبریٰ اور ولایتِ عظیم کا مرتبہ عطا فرمایا حتیٰ کہ چار دانگ عالم کے تمام فقہا، علمأ طلبأ اور فقرأ کی توجہ آپ کے آستانہ کی جانب ہوگئی۔ حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالمِ ملکوت سے عالمِ دنیا تک آپ کے کمال و جمال کا شہرہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علامات قدرت و امارات، دلائلِ خصوصیت اور براہینِ کرامت، آفتابِ نصف النہار سے زیادہ واضح اظہار فرمائے اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفاتِ وجود کی نگاہیں آپ کے قبضۂ اقتدار و دستِ اختیار کے سپرد فرمائے۔ تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں کر دیا اور اس وقت کے تمام اولیأ کو آپ کے سایۂ قدم اور دائرہ حکم میں دے دیا کیونکہ آپ منجانب اللہ اسی پر مامور تھے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور تمام اولیائے وقت حاضر، غائب، قریب و بعید اور ظاہر و باطن سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر حضرت محدث دہلوی قدس سرہٗ کی تحریر صفحہ ۴۵ پر فرماتے ہیں:
وہ مشائخ و اقطابِ وقت بلکہ بعض مشائخِ متقدمین، جنہوں نے کشف و الہام کے ذریعہ آپ کے وجودِ مبارک کی خبر دی، وہ بھی آپ کی تعظیم و تکریم، بلندی مرتبہ اور عظمتِ شان کے معترف ہونے کے ساتھ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپ کے قول ''میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' کی سچائی کا یقین کرنے اور آپ کو منجانب اللہ مامور سمجھنے میں اتنا آگے تھے جس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں۔ مَیں نے تھوڑا بہت اس میں سے اپنی کتاب ''زبدۃ الآثار'' جو، بہجۃ الاسرار کا انتخاب ہے میں تحریر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

اخبارالاخیار۔ذکرِخیرصفحہ 629

کتاب اخبار الاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی جبکہ زبدۃ المقربین، قطب الاقطب فضیلت مآب، مظہرِ تجلیاتِ الٰہی، مصدرِ برکاتِ لامتناہی، امامِ ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے کچھ حالات تحریر کئے جائیں، مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی، اس لئے آپ مقدم ترین کاملین سابق ترین واصلین الی اللہ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں زیادہ مناسب ہے اور اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو اوّل و آخر سب ایک ہی چیز ہے میرا آپ سے رجوع ہونا ثقہ حضرات کی زبانی بھی مشہور بات ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں انشاءاللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔

مؤلف

اس طرح کی تاویل حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کی ہے جو کہ گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے بلکہ انہوں نے اس قول کو سکر پر محمول کیا ہے۔ اب مفتیانِ شرعِ متین کے لئے قابلِ غور یہ بات ہے کہ انھوں نے زلل اور ضلل کو دو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ زلل کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب کیا ہے اور ضلل کو وہابیہ کی طرف۔ وہابیہ کے قول کا حوالہ نہیں دیا گیا کہ کس کتاب میں ہے اور نہ ہی کسی قائل کا ذکر ہے بس صرف اس پر اکتفا کیا گیا کہ یہ قول وہابیہ کا ہے حالانکہ حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوب کا باقاعدہ حوالہ دیا گیا ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

اس بحث کے علاوہ اصل بات تو شعر کی وضاحت ہے مفتیان کو معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے مصرعہ میں تخصیص کو بے جا کہا گیا ہے۔ یہ بے جا نہیں بلکہ بالکل بجا ہے کیونکہ یہ تخصیص

دوسرے اولیائے کرام نے بھی کی ہے لہٰذا امام سرہندی قدس سرہٗ کی تاویل بجا ہوگی دوسرے مصرعہ ''از زلل یا از ضلالت پاک ازاں بہتان توئی'' میں زلل اور ضلالت کے درمیان حرفِ ''یا'' آرہا ہے جو بطور عطف استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی اگر دو گروہوں کی تقسیم تسلیم بھی کرلی جائے تو لفظ ''بہتان'' کو کس لفظ کے ساتھ متعلق کیا جائے گا، زلل سے یا ضلالت سے حالانکہ بہتان خود ہی ایک گناہِ عظیم ہے۔

آخر میں فیصلے کی بات یہی ہوگی کہ جناب فاضل بریلوی صاحب کو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے انتہائی والہانہ عقیدت تھی، وفورِ محبت سے ایسے الفاظ صادر ہوگئے ہیں کیونکہ سلسلۂ قادریہ میں جتنے مشائخ گزرے ہیں ان سب میں سے حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کا مقام بہت بلند اور اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔ اسی طرح سلسلۂ قادریہ کے علاوہ دوسرے سلاسل کے نزدیک بھی بلند مرتبے والے ہیں اور سب کے سب ان کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے فیضان کو اب بھی جاری وساری تسلیم کرتے ہیں۔

آخر میں یہی کہنا پڑے گا کہ جناب فاضل بریلوی صاحب اس معاملہ میں ایسی لغزش کھا گئے، جس سے ہر مجددی نسبت رکھنے والے کے دل کو ٹھیس لگی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی علمیت اور فضیلت کو تسلیم کرنا لازمی ہے اور اس سے انکار کرنا تعصب ہی ہوسکتا ہے۔ بے شک جناب فاضل بریلوی صاحب علمی رنگ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ کو ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم میں بہت دسترس تھی کہ وہاں تک رسائی ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ خان صاحب حیدرآباد سندھ کے بیان کو غور سے پڑھیئے اور اندازہ لگائیے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے کن کن مقامات کا ذکر کیا کہ جن تک پہنچنا اور سمجھنا ہر کس

ونا کس کی سمجھ سے بالاتر ہے، سوائے آپ کے خاص اور پُر خلوص راز داروں کے جن پر یہ اسرار ظاہر کئے گئے۔ ارشاد فرماتے ہیں؛

''یہ قیُّومیت، مقاماتِ عروج سے متعلق ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ باقی با للہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے تک لطائفِ سبعہ، نفی واثبات، تہلیلِ لسانی، مراقبہٗ احدیت پھر مراقبات مشارب اور مراقبہٗ معیت تک محدود تھا، وہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی برکت سے ولایتِ کبریٰ، مراقباتِ کمالاتِ نبوت ورسالتِ اولوالعزم، مراقبہٗ حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن، حقیقتِ صلوٰہ، معبودیتِ صرفہ، حقیقتِ ابراھیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقتِ محمدی، حقیقتِ احمدی اور حُبِ صرفہ مقامات تک وابستہ ہو گیا۔'' یہ چیزیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طفیل ان کے وابستگان تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان کے متعلق کسی نظریاتی بحث وتمحیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرا خیال ہے کہ ان چیزوں کا ذکر بھی اس مضمون میں نہیں ہونا چاہیے۔

رودِ کوثر

مصنفہ شیخ محمد اکرم صاحب

''شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام پر اور عہدِ جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علمأ وصلحأ اور مشائخِ حق سے خالی ہو گیا تھا؟ کیسے اکابر موجود تھے لیکن مفاسدِ وقت کی اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا، صرف مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجودِ گرامی ''تن تنہا'' اس کاروبار کا کفیل ہوا (پھر اس پر مزید اضافہ کیا) عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اُن (حضرت مجدد) کی تجدید محض ردِّ بدعاتِ جُہّال صوفیہ وتحقیقِ بعض معارفِ تصوف و اعلان واشتہار وتوحیدِ شہودی میں منحصر ہے حالانکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔''

مؤلف کے نزدیک

ان اقتباسات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امامِ ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو کتنے مقاماتِ عروج پر تصرف ہے لیکن ان چیزوں کے سمجھنے کے لیے خلوصِ نیت اور عقیدت کا پایا جانا شرطِ اوّلین میں سے ہے۔ اب ہم ان تمام ابحاث سے قطع نظر کرتے ہوئے اس اصل معاملہ کی طرف آتے ہیں کہ حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کے نزدیک حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے اور آپ کو حضور غوث پاک سے کتنی عقیدت ہے اور دل میں کتنی عظمت ہے اور حضور غوث پاک کے تصرف کا کس قدر اعتراف ہے پھر اس پر یہ اعتراض کرنا کہ قدمی ۔۔ الخ میں تخصیص کرنا بہتان ہے۔

مبدأ و معاد

ازامامِ سرہندی قدس سرہ العزیز

''بعد ازان باز عنایتِ خداوندی جل شانہٗ عم احسانہٗ شاملِ حالِ اوگشت وازان جا متوجہ فوق ساخت۔ یک دفعہ تا باصل متموج بردہ وفنائے وبقائے در آنجا میسر شد۔ چنانکہ در مقاماتِ سابقہ وازان جا بمقاماتِ اصل ترقی ارزانی فرمودہ باصل الاصل رسانید درین عروجِ اخیر کہ عروج در مقاماتِ اصل است مدد از روحانیتِ حضرت غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبد القادر بود قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس وبقوتِ تصرف ازان مقامات گذرانید باصل الاصل واصل گردانیدند واز آن جا بعالم گردانیدند چنانکہ از ہر مقامے بازمی گردانیدند۔''

ترجمہ: اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ عم احسانہٗ کی عنایت شاملِ حال ہوئی اور وہاں اوپر مقام پر متوجہ کیا۔ یک دم واصل تک ملا دیا وہاں پر فنا و بقاً حاصل ہوئی جیسا کہ پہلے

مقامات میں اور وہاں سے اصل مقامات پر ترقی عنایت فرماتے ہوئے اصل الاصل تک پہنچا دیا۔اسی آخری عروج میں جو کہ عروجِ مقاماتِ اصل میں ہے حضور غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی روحانی مدد تھی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس۔آپ نے اپنی قوت تصرف سے ان مقامات سے گزار کر اصل الاصل مقام پر پہنچا دیا پھر وہاں سے عالم کی طرف لوٹا دیا جیسا کہ ہر مقام سے لوٹاتے رہے۔

مکتوبات شریف جلد ثالث آخری مکتوب

بنام نور محمد تہاری رحمۃ اللہ علیہ

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَداً عَلَی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرِبُ

مُراد از شمس آفتابِ فیضانِ ہدایت وارشاد ست واز اُفُولِ آن عدمِ فیضانِ مذکورو چون بوجودِ حضرت شیخ معاملہ کہ باوّلین تعلق داشت باوقرار گرفت واو واسطۂ وصولِ رُشد و ہدایت گردید۔ چنانچہ پیش از وے اولین بودہ اند و نیز تا معاملہ بتوسُّطِ فیضان بر پاست بتوسُّلِ اوست ناچار راست آمد کہ "اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا الخ"

سوال؛ ایں حکم منتقض ست بمجددِالفِ ثانی زیرا کہ در بیانِ معنی مجددِالفِ ثانی در مکتوبے از مکتوباتِ جلد ثانی اندراج یافتہ است کہ ہر چہ از فیض درآن مدت باُمتان برسد بتوسطِ او باشد ہر چند کہ اقطاب واوتاد باشند وبُدَلاَ ونُجباءِ وقت بوند۔

جواب؛ گویم کہ مجددِالفِ ثانی درین مقام نائبِ منابِ حضرتِ شیخ ست و بہ نیابتِ حضرت شیخ این معاملہ باو مربوط ست چنانچہ گفتہ اند نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ

فَلَا مَحْذُوْرَ“

ترجمہ: اس راہِ حقیقت کے واصلین اوران بزرگوں کے فیض کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب آپ کی ذات سے متعلق ہے اس مقام میں گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہیہ کے سر پر ہیں۔ حضرت فاطمہ، حضرات حسنینؓ بھی اس مقام میں آپ کے شریک ہیں۔ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عالمِ اجسام میں آنے سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاء وماٗ ویٰ تھے، جیسا کہ عالمِ دنیا میں آنے کے بعد۔ اس مقامِ سلوک میں جس کسی کو فیض و ہدایت حاصل ہوئی، انہی کے واسطہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آپ اس راہ میں انتہائی نقطہ پر ہیں۔ اس مقام کے مرکز کا تعلق آپ کی ذات سے ہے اور جب حضرت علیؓ کا دَور پورا ہوا تو پھر یہ عظیم الشان مقام حضرات حسنین رضی اللہ عنھما کے سپرد ہوا، ان کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کی رحلت کے بعد بھی جس کسی کو فیض و ہدایت حاصل ہوئی وہ ان بزرگوں کے توسط سے حاصل ہوئی۔ جب ان کا دور جاری ہوا تو جتنے بھی اقطاب و نجبا اپنے وقت میں گزرے ہیں، ان سب کی پناہ گاہ یہی ہوئے ہیں۔ تمام اطراف کو اس مرکز سے تعلق رکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت عبدالقادر جیلانی تک پہنچا اور یہ منصب آپ کے سپرد ہوا، مذکورہ ائمہ کرام اور حضرت شیخ غوث اعظم کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر نہ پہنچ سکا اور اس راہ میں جس کسی کو فیض و برکات حاصل ہوئیں، وہ ان ہی کے توسط سے سمجھی جاتی ہیں کیونکہ یہ مرکز آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا؛

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا

اَبَداً عَلَی اُفُقِ الْعُلیٰ لَاتَغْرِبُ

شمس سے مراد فیضان و ہدایت کا آفتاب ہے اور افول سے عدم فیضان مذکور ہے اور

جب حضرت شیخ قدس سرہٗ کا تعلق اولین کے ساتھ ہے تو یہ منصب ان کے سپرد ہوا اور وہ رُشد و ہدایت کے حصول کا ذریعہ بن گئے، جیسا کہ آپ سے پہلے بزرگوار تھے اور جب تک فیضان کا معاملہ قائم ہے تو یہ فیضان ان کے وسیلہ سے ہی ہوگا تو آخرکار یہ بات سچ ہوئی' اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا الخ۔

سوال؛ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے بارے میں جو مقام بیان کیا گیا ہے، یہ حکم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف ہے کیونکہ حضرت مجدد کے مکتوب نمبر ۴ دفتر دوم میں ہے کہ جس قسم کا فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچ رہا ہے آپ کے (یعنی حضرت مجدد) کے توسط سے ہوگا، چاہے وقت کے اقطاب واوتاد ہوں یا بدلاً و نجباً ہوں؟

جواب؛ ہم کہتے ہیں اس مقام میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے نائبِ مناب ہیں، اسی لیے حضرت شیخ غوثِ اعظم قدس سرہٗ کی نیابت میں یہ معاملہ حضرت امام سرہندی کے ساتھ مربوط ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ چاند کا نور آفتاب سے مستفید ہو رہا ہے۔

مؤلف

یہ ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نظرِ عقیدت میں حضور اعظم رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت، کہ اپنے آپ کو حضرت غوثِ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض یافتہ شمار کر رہے ہیں اور آپ کی روحانی امداد کا بڑی شد و مد سے بیان فرما رہے ہیں۔ اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کی حضرت مجدد سرہندی قدس سرہٗ پر اور بھی کس قدر توجہ اور کس قدر الطاف و عنایات ہیں کہ جبہ مبارک عطا فرما رہے ہیں۔

حضرات القدس

مؤلفہ حضرت علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

''مکاشفۂ حضرت مجدد قدس سرہٗ : ایک روز آپ صبح کے حلقے میں بیٹھے تھے اور استغراق، توجہ اور مراقبے میں تھے کہ یکا یک حضرت شاہ سکندر صاحب تشریف لائے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کا خرقہ مبارک آپ کے کندھے پہ ڈال دیا، آپ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر صاحب کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور نہایت تواضع کے ساتھ معانقہ کیا۔ شاہ سکندر صاحب نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی نے اپنے وِصال کے وقت یہ جبہ مبارک میرے سپرد کیا تھا کہ بطور امانت تم کو دیتا ہوں اور جس کسی کو میں کہوں تم اسے وہاں پہنچا دینا۔ اب اس وقت چند مرتبہ حضرت نے واقعے میں مجھے حکم دیا کہ یہ جبہ مبارک آپ کو پہنچا دوں۔ مجھ پر بہت شاق گزرا کہ مَیں اپنے دادا کا خرقہ مبارک اور اپنے گھر کی نعمت باہر کیوں کر دے دوں۔ لیکن چونکہ سخت تاکید وتحدید سے حکم دیا گیا ہے، اس لئے ناچار لے کر آیا ہوں۔ آپ نے وہ جبۂ مبارک زیب تن کیا کھڑے ہوگئے اور تنہائی میں تشریف لے گئے۔ فرماتے تھے کہ اس وقت مجھے یہ خیال گزرا کہ مشائخ کا یہ طریقہ ہے کہ کسی کو جامہ پہنا کر خلیفہ بناتے ہیں، اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے خلعت معنوی پہناتے اور احوال وکمال کا آبِ زلال پلاتے پھر اپنا خلیفہ بناتے۔ اسی اثنا میں حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کو دیکھا کہ اپنے خلفائے سلسلہ (تا شاہ کمال) کے ساتھ تشریف لائے اور میرے معاملہ میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لیا اور خاص نسبتوں کے اسرار و انوار عطا فرمائے اور میں دریائے انوار میں غرق ہو کر اس سمندر میں غواصی کرنے لگا۔

جب اس طرح ایک ساعت گزر گئی تو ٹھیک انہی غلباتِ احوال میں مجھے خیال آیا کہ تم

تو اکابر نقشبندیہ کے تربیت یافتہ ہو، ایسی صورت اب کیوں پیدا ہوئی ؟ اس خیال کے آتے ہی مَیں نے دیکھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت باقی باللہ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) تک سب کے سب تشریف لے آئے اور حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد اکابرِ نقشبندیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے تربیت یافتہ ہیں اور ہماری تربیت سے کمال و اکمال کے مقام کو پہنچے ہیں، آپ حضرات کو ان سے کیا واسطہ؟ اکابرِ قادریہ نے فرمایا کہ ان کے بچپن ہی سے ان پر ہماری نظر رہی ہے اور انہوں نے ہمارے خوانِ نعمت سے چاشنی حاصل کی ہے اور ابھی ہمارا خرقہ پہنا ہے۔ ابھی یہ بحث ہو رہی تھی کہ کبرویہ اور چشتیہ کی ایک جماعت اور بہت سے مشائخ بھی آ گئے اور ایسا اجتماع ہو گیا کہ اس شہر کے جنگل اور بیابان بھی ان سے بھر گئے تو دن کے آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ چونکہ یہ تربیتِ نقشبندیہ سے درجہ کمال و تکمیل کو پہنچے ہیں اور اعتبار تکمیل کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اس لئے ان کو اسی طریقے پر شرف حاصل ہوگا اور اسی طریقے میں وہ رُشد و ہدایت فرمائیں گے تاہم قادریہ طریقہ میں بھی ہدایت و تکمیل بھی فرمائیں گے۔''

جبۂ مبارک از حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

''حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے اپنی وفات (921 ھ) کے وقت اپنا جبۂ مبارکہ جو کہ برسوں آپ کے استعمال میں رہا تھا، اپنے صاحبزادے حضرت شاہ عماد کی موجودگی کے باوجود اپنے پوتے شاہ سکندر بن عماد کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ تمہیں بطور امانت سپرد کر رہا ہوں تاکہ جس بزرگ کے لئے کہوں اس کو پہنچا دینا۔ پھر اتفاقاً شاہ کمال

رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کسی کا نام بھی نہ بتایا۔ آخر واقعہ یعنی خواب میں شاہ سکندر (م 1023ھ) سے فرمایا کہ یہ جبہ میرے معنوی فرزند شیخ احمد سرہندی کو پہنچا دینا کہ یہ انہی کی امانت ہے جو تمہارے پاس ہے۔ شاہ سکندر نے توقف کیا اور خیال کیا کہ گھر کی نعمت میں باہر والے کو کیوں دوں۔ حضرت شاہ کمال نے دوسری مرتبہ پھر اسی کا حکم دیا اور تاکید بھی فرمائی۔ شاہ سکندر نے پھر بھی تعمیل نہیں کی پھر تو حضرت شاہ کمال نے تیسری بار سخت غصے سے فرمایا، آخر مجبوراً شاہ سکندر اس جُبہ کو کیتھل سے سرہند لائے اور آپ کو پہنایا پھر آپ نے اس جبے کو پہننے کے بعد جو کچھ مشاہدہ فرمایا، اس کا ذکر ہو چکا ہے۔''

مؤلف: سلسلۂ قادریہ کے بزرگوں کی حضرت مجدد قدس سرہٗ پر مذکورہ الطاف وعنایت کے بعد عرض ہے۔

مقاماتِ مظہری

تالیف، حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

''آپ نے جو حضرت غوثِ الثقلین، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے قول قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کلِ ولی اللّٰہ کے بارے میں لکھا ہے اگر معاصرین یعنی ہمعصر لوگوں سے مخصوص کریں تو آنجناب پر کیا نقصان عائد ہوتا ہے اور ادب کیوجہ سے متقدمین کو مستثنیٰ کرنا لازم کیونکہ ان میں سے کچھ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ اور اجداد ہیں اور اسی حدیث کے مطابق لایدریٰ اولہ خیر ام آخرہ اس امت کے بارے از خود یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ (دین پھیلانے میں اس کا اول بہتر ہے یا آخر؟) متاخرین مستثنیٰ ہو جاتے ہیں کیونکہ تقدیم تاخیر نسبی امر ہے اور وہ ہر متاخر کا ایک متاخر ہے، اس لئے ممکن ہے کہ حضرت غوث الثقلین کا متاخر اُن سے افضل ہو (جیسا کہ امام مہدی کا تشریف لانا)

کمالاتِ نبوت کے علاوہ دیگر کمالات قطعی طور پر ختم نہیں ہوئے۔

مقاماتِ مظہری تالیف حضرت غلام علی دہلوی کی ہے اور اس کا ترجمہ اور تحقیق پروفیسر محمد اقبال مجددی کے قلم سے ہے۔

حاشیہ از پروفیسر محمد اقبال مجددی

صوفیائے کرام نے ائمہ صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے۔ مشائخ کے اکثر تذکروں میں اس قسم کے اثرات ملتے ہیں لیکن ہر جگہ تفضیل کی نفی کی جارہی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا قیاس معتقدین کے مابین اس وقت پیدا ہوا ہوگا، جب حضرت مجدد کے مکتوبات میں بعض ایسے نکات قارئین کی نظر سے گزرے، جن میں آپ نے حضرت شیخ کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم کا قول قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کلِ ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس کی یوں توضیح کی ہے: ''جاننا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیأ کے ساتھ مخصوص ہے، اولیائے متقدمین ومتاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔'' (مکتوب نمبر ۲۹۳ جلد اول)۔ غور کریں تو اِس توضیح سے کس طرح بے ادبی کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کے علاوہ یہی رائے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی بھی ہے (دیباچہ فتوح الغیب)۔ نیز شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے بھی ایسا لکھا ہے (سیرتِ غوث اعظم، ص 201)۔ حضرت مجدد نے کئی مقامات پر آپ کے فضائل ومناقب تحریر کئے ہیں، لکھا ہے کہ ائمہ عشرہ کے بعد مقامِ قطبیت حضرت غوثِ اعظم کو عطا ہوا

ہے اور تا ایں دم تمام واصلین کو انہی کے ذریعہ فیض پہنچتا ہے اور شیخ مجدد آپ کے نائب مناب ہیں (مکتوب 123 جلد 3)۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ یوم وصال تک حضرت غوث الثقلین کا اسی طرح احترام کرتے رہے، انتہائی ضعف مرض میں آپ عالم رویا میں ملے اور فرمایا کہ میرے اس شعر اَفَلَتْ شُمُوْسُ۔ الخ اور ہمارے قول قدمی ھذہٖ۔ الخ کی شرح لکھو انشأ اللہ تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔ (حضرت بدرالدین سرہندی کتاب، وصالِ احمدی صفحہ 12,13) مزید تفصیل کے لئے حضرت مرزا مظہر کے معاصر بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری کا طویل مکتوب ملاحظہ ہو مکتوب 19 ص 202 تا 221۔

مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

(مطبوعہ استانبول ترکیہ)

مکتوب شصت و ہفتم در رفع شبہات

''بعضے منکران کہ بے تحقیق بر کلامِ فیض نظام، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نمودہ اند۔ بعد حمد و صلاۃ معلوم نمایند کہ بر کلامِ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بے تحقیق اعتراض نمایند۔ می گویند کہ ایشان بجناب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ آنچہ نہ لائقِ شانِ آدمی است نوشتہ اند۔ معاذ اللہ! این چہ دروغ بے فروغ یاوہ گویان مے گویند غفر اللہ لھم۔ ایشان در مبدأ و معاد کہ منسوب بایشان نوشتہ اند۔ درین عروجِ اخیر کہ عروج در مقاماتِ اصل است باین فقیر مدد از روحانیتِ حضرت غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبد القادر بود قدس اللہ سرہ الاقدس و بقوتِ تصرف ازان مقام گذرانید و باصل الاصل گردانیدند و نیز نوشتہ اند کہ از مشائخِ عظامِ چشتیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ بیش از دیگر امدادِ این

درویش فرمودند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ باید دانست کہ واصلان ازین بزرگواران را کہ بافراد ملقب اند نیز اقل قلیل اند۔ اکابر اصحاب وائمہ اثنا عشر از اہلبیت رضوان اللہ علیھم اجمعین باین دولت فائز اند واز اکابر اولیائے غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاقدس باین دولت ممتاز اند۔ دریں مقام شانِ خاص دارند۔ اولیائے دیگران ازان خصوصیت قلیل النصیب اند وہمیں امتیازِ فضلی باعثِ علوِ شانِ ایشان شدہ است کہ فرمودند قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ اگرچہ دیگران راہم فضائل وکرامتِ بسیار است اما قربِ ایشان باین خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است۔''

ترجمہ مکتوب نمبر 67: شبہات کے رفع کرنے میں۔ یہ شبہات بعض منکرین نے بغیر تحقیق کے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلامِ فیض نظام پر کیے ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر بغیر تحقیق کے اعتراض کیے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ باتیں، جو آدمی کی شان کے لائق نہیں، لکھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ سفید جھوٹ بے ہودہ لوگوں نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرمائے!۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے مبدأ ومعاد (یہ کتاب ان کی طرف منسوب کی ہے) میں تحریر کیا ہے: اس عروج میں جو کہ مقاماتِ اصل میں عروج ہے اس فقیر کو حضور غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی روحانی امداد اور قوتِ تصرف نے اس مقام سے گزار کر اصل الاصل مقام تک پہنچا دیا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مشائخِ عظامِ چشتیہ میں سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی اس درویش کو، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو!۔ جاننا چاہیے کہ ان بزرگوں میں سے جو واصلانِ ذات ہیں جن کو افراد سے ملقب کرتے ہیں، اس معاملہ میں بہت کم

ہیں۔ اکابر اصحاب اور ائمہ اثناء عشر اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اس دولت میں فائز ہیں۔ اور اکابرِ اولیأ، غوث الثقلین، قطبِ ربانی، محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاقدس اس دولت میں ممتاز ہیں اور اس مقام میں خاص شان رکھتے ہیں۔ دوسرے اولیأ اس خصوصیت سے کم نصیب والے ہیں اور اسی فضیلت والے امتیاز کے باعث آپ کی شان بلند واقع ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا قد می ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ اگرچہ دوسرے اولیأ کے فضائل اور بہت سی کرامات ہیں لیکن حضور غوثِ پاک کا جو قربِ خداوندی ہے، اس خصوصیت میں آپ سب سے زیادہ ہیں۔ اس کیفیت کے عروج میں کوئی بھی آپ تک نہیں پہنچ سکا۔

مؤلف

ابھی اس تحریر میں مصروف تھا کہ سانگلہ ہل سے عزیزم محمد خلیل مجددی صاحب کا خط موصول ہوا، جس میں ایک استفتأ پر محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری کا فتویٰ تحریر ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر بے باکانہ اور گستاخانہ تحریر ہے کہ اس مولوی نے یہ خیال نہ کیا کہ کس کے بارے میں یہ سوقیانہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں۔۔۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ایک تالیف آپ کے سامنے آ رہی ہے، جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ تخصیص حضرت مجدد قدس سرہ نے نہیں کی بلکہ آپ سے پہلے بھی مشائخِ عظام نے اپنے وقت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جس کا ذکر پہلے صفحات میں گزر چکا ہے اور اب مکتوبات کی روشنی میں اور زیادہ وضاحت ہوگی۔ استفتأ کا وہی مضمون ہے جو پہلے آ چکا ہے۔

الجواب:

تخصیصات سے مراد وہی ہے جس کا آج کل بعض متعصبینِ سلسلہ میں شور ہے کہ قدم برگردنِ اولیائ کا دعویٰ سکر میں تھا اور وہ بھی صرف ہم زماں اولیائ پر۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں یا اس سے قبل قولِ مذکور کے قائلین یا تو خطائے اجتہادی کے طریق پر تھے یا جیسے آج کل کی طرح گمراہی میں پھنس کر۔

چونکہ اس پر فقیر کے رسائل میں ہے اور پھر شرح حدائق میں تفصیل آ رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی لئے معذرت خواہ ہوں بلکہ معافی کا خواستگار ہوں کہ آپ کا سوال طویل عرصہ فقیر کا مہمان پڑا رہا۔ غفلت اور مصروفیت دونوں نے مل کر مجھے آپ کا گستاخ بنا دیا۔ دوسرا مسئلہ (رفع) سبابہ پر بھی فقیر کا رسالہ مطبوعہ ہے کہ خبر احاد سے ثابت ہے اور مستحبات میں داخل ہے (1)۔ فقط والسلام

دستخط محمد فیض احمد اویسی غفرلہ بہاولپور

22/اپریل 1998ء

مولوی محمد فیض احمد کے فتوے کے جواب میں پورا مکتوب تحریر کیا جا رہا ہے کہ اس پر پوری وضاحت ہو جائے۔

---

(1) اس فتویٰ میں نہایت جاہلانہ تحریر پائی جا رہی ہے ادب و احترام کا کوئی لحاظ نہیں ہے جیسا کہ "بعض متعصبین میں شور ہے" معلوم نہیں متعصبین سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ جو لوگ تخصیص کے قائل ہیں اور یہ دعویٰ سکر میں تھا۔ اس مولوی کو یہ معلوم نہیں کہ سکر سے موصوف فرمانے والے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ اور اسی طرح امام یافعی قدس سرہٗ نے بھی فرمایا ہے اور پھر یہ فتویٰ کہ اعلیٰحضرت کے زمانے میں یا اس سے قبل اس قول کے قائل خطائے اجتہادی میں تھے یا جیسے آج کل کی طرح گمراہی میں پھنس کر۔ کتنا سخت فتویٰ ہے ایک ہی قول کے کچھ قائل خطائے اجتہادی میں ہیں اور کچھ آج کل کی طرح گمراہی میں پھنس کر۔ اس میں سب کو گمراہ کہہ گیا ہے کتنی حماقت کا ثبوت دیا ہے اسے معلوم نہیں کہ ایسے سخت الفاظ کا جواب بھی سخت ہوتا ہے۔ لاہور کے مفتیوں نے تو صرف لغزش پر ہی اکتفا کیا ہے لیکن بہاولپوری نے تو گمراہی تک (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مکتوب 293 دفتر اول

بنام شیخ چتری رحمۃ اللہ علیہ

''در جواب اَسوِلہٗ او کہ پرسیدہ بود۔ لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔ در حدیثِ نبوی عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام آمدہ است وابوذر غفاری نیز ہمین را گفتہ وجہِ آن چہ باشد؟ وپُرسیدہ بودہ کہ قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ حضرت شیخ عبدالقادر فرمودہ ودیگرے نیز ہمین

(بقیہ حاشیہ) کا فتویٰ دے دیا۔ مجھے اس بات پر بہت حیرت ہوتی ہے کہ یہ مولوی صاحبان اس قول کی تاویل پر لغزش و گمراہی کا فتویٰ کیوں دیتے ہیں؟ آخر ایک ولی کامل کا قول ہے اس کی تاویل اور تخصیص کرنے میں غوث اعظم قدس سرہ کی شان میں کوئی تنقیص لازم نہیں آتی کیوں کہ اگر اپنے وقت کی تخصیص کریں تو بھی حضور غوث اعظم قدس سرہ کا بلند وارفع مقام ثابت ہوتا ہے آخر آپ کے وقت میں بھی بہت سے اولیائے کرام ہو گزرے ہیں ان پر فوقیت دینا اور ان کی گردنوں پر غوثیت کا قدم ہونا یہ بھی حضور بغدادی کا بلند مقام ہے۔ اور پھر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو ازلی وابدی ہے جو ہر نقص وعیب سے پاک ہے اس میں کتنے مقامات پر تاویلات سے کام لیتے ہیں جیسے ید، وجہہ، استویٰ، ساق وغیرہ تو جب اللہ تعالیٰ کے کلام میں تاویل جائز ہے تو حضور غوث پاک کے کلام میں تاویل کیوں کر جائز نہ ہو؟ آخرِ کار ایک انسان کا کلام ہے اس میں تاویل کا امکان ہوسکتا ہے۔ یہی مولوی صاحبان ہیں جو اختلاف کو ہوا دیتے ہیں اور دوسرے مسلک والوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں اور جوابی کارروائی کرنے پر مجبور کرتے ہیں ورنہ مجھ جیسے ایک کم ما یہ کو اس طرح کی تحریر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ترجمہ۔ ہر جنگل کو خالی گمان نہ کر! شاید کہ کوئی شیر چھپا بیٹھا ہو

اگر یہ تاویل صرف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ہوتی تو بھی اعتراض کی گنجائش تھی جب کہ آپ سے پہلے مشائخ اور علمأ نے اس قول کی تاویل کی ہے تو پھر صرف حضرت مجدد قدس سرہ کو کیوں ہدفِ تنقید بنایا جارہا ہے، فرمودہ علامہ اقبال مرحوم:

زمن برصوفی و ملاّ سلامے
کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفےٰ را

را گفتہ، حقیقتِ این معاملہ چیست و پرسیدہ کہ مراد از اولیائے کہ قدمِ ایشاں برگردنِ آنہا بودہ اولیائے ہمان عصرند یا مطلقا؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ صحیفہ شریفہ کہ ارسال داشتہ بودند بورَ دآن مبتہج و مسرور گردید۔ چہ نعمتے است کہ دوستانِ حق جلّ وعلا دورافتادہا یاد فرمایند۔ اندراج یافتہ بود کہ حضرت رسالت پناہ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ فرمودہ است، لی مع اللّٰہ وقت وحضرت ابوذر غفاری نیز ہمین گفتہ وحضرتِ میراں محی الدین گفتہ کہ پائے من برگردنِ ہمہ اولیاؑ است ودیگرے نیز ہمین گفتہ است گاہ گاہ برین دولفظ غوغامی شود عنایت نمودہ نویسند کہ این دو سخن چہ معنی دارد و درین ہر دو چہ فرق است؟ متوجہ شدہ تمامی را واضح نوشتہ کہ قریب بفہمِ این غریب باشد ارسال نمایند۔

مخدوما! این فقیر در رسائلِ خود نوشتہ است کہ آن سرور عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام را باوجودِ استمرارِ وقت، وقتِ نادِر ہم بودہ است وآن وقت در حینِ ادائے نماز بودہ است الصلوٰۃ معراج المؤمن شنیدہ باشند وَ اَرِحْنِی یَا بِلَالُ شاہد یست۔ عدل در اثباتِ این مطلب، وابوذر غفاری بوراثت وتبعیت نیز باین دولت مشرف شدہ باشد، چہ کُمّلِ تابعانِ آن سرور را از جمیع کمالاتِ او عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ بطریقِ وراثت و تبعیت نصیبِ وافر است وحظِّ کامل وآنچہ حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہٗ فرمودہ قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ صاحبِ عوارف کہ مرید و مُربّائے شیخ ابوالنجیب سہروردی است کہ از محرمان ومصاحبانِ حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہٗ بودہ است این کلمہ را از ان کلمات ساختہ است کہ مُشعِرِ عُجُب (خود بینی) اند کہ از مشائخ در بدایتِ احوال بواسطۂ بقایائے سکر صدور یافتہ اند۔ ودر نفحات از شیخ حماد دباس کہ از شیوخِ حضرت شیخ است، نقل کردہ است کہ او بطریقِ فراست فرمودہ کہ این عجمی را قدمیست کہ در وقت وے برگردنِ ہمہ اولیاؑ خواہد بود

وہر آئینہ مامور شود باآنکہ بگوید قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ ہر آئینہ آنرا بگوید ہمہ اولیأ گردن بنہند بہر تقدیر حضرت شیخ درین کلام محق اند (یعنی حق بجانب)۔ این کلام خواہ از بقایائے سکر از یشان (برقول صاحبِ عوارف) سر برزدہ باشد خواہ مامور باشند باظہارِ این کلام قدمِ ایشاں برگردنہائے جمیع اولیائے آن وقت بودہ است وجمیع اولیاءِ آن وقت زیر قدمِ ایشان بودہ اند لیکن باید دانست این حکم مخصوص با اولیائے آن وقت است، اولیاءِ ماتقدم و ماتاخّر ازین حکم خارج اند چنانکہ از کلام حماد مفہوم میشود کہ قدمِ او در وقت وے بر گردنِ ہمہ اولیأ خواہد بود (اتقوا بفراست المؤمن فانه ینظر بنوراللّٰه تعالیٰ) ونیز غوثے کہ در بغداد بودہ است وحضرت شیخ عبدالقادر وابن سقا عبداللہ بزیارتِ او رفتہ بودند آن غوث بطریقِ فراست درحقِ شیخ گفتہ کہ می بینم ترا در بغداد کہ بمنبر برآمدہ ومیگوئی قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ ومی بینم اولیاءِ وقت ترا کہ ہمہ گردن ہائے خود را پست کردہ اند اجلال واکرامِ ترا از کلامِ این بزرگ نیز مفہوم میشود کہ آن حکم مخصوص باولیاءِ آن وقت بودہ است۔ درین وقت نیز اگر کسے را حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ چشمِ بینا عطا فرماید، بیند چنانچہ آن غوث دیدہ بود کہ گردنہائے اولیاءِ آن وقت زیر قدم وے اند۔ واین حکم تجاوز بغیر اولیاءِ آن وقت نکردہ است در اولیاءِ ماتقدم این حکم چگونہ مجوز بود کہ شامل اصحابِ کرام است کہ بیقین از حضرتِ شیخ افضل اند ودر ماتاخّر نیز چگونہ متمشّی باشد کہ شامل حضرت مہدی است کہ آن سرور عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بقدومِ او بشارت دادہ است واُمت را بوجودِ او مبشر ساختہ واو را خلیفۃ اللہ فرمودہ وہم چنیں اصحابِ عیسٰی علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام از انبیاءِ اولوالعزم است از سابقانند وبواسطہ متابعت این شریعت ملحق بہ اصحابِ خاتم الرسل اند عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام از بزرگیٔ متاخرانِ این امت تواند بود کہ آن سرور فرمودہ باشد عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام لایدریٰ اولهم خیرامْ آخرهم (رواہ

تــــرمــــذی) بالجملہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ را در وِلایت شانِ عظیم است و درجۂ علیاً است۔ ولایتِ خاصۂ محمد یہ را عَلیٰ صَاحِبِهَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ از راہِ سر بنقطۂ آخر رسانیدہ است و سرِ حلقۂ آن دائرہ گشتہ از ینجا کسے تو ہم نکند کہ چون شیخ سرِ حلقۂ دائرۂ ولایتِ محمد یہ بود باید کہ از ہمہ اولیاً افضل باشد، چہ ولایتِ محمدی فوقِ جمیع ولایاتِ انبیاً است عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَات زیرا کہ گویم (شیخ) سرِ حلقۂ ولایتِ محمد یست کہ از راہِ سرّ حاصل گشتہ است چنانکہ گزشت نہ سرِ حلقۂ مطلق آن ولایت تا افضلیت لازم آید یا آنکہ گویم سرِ حلقۂ مطلق ولایتِ محمد یہ بودن مستلزمِ افضلیت نیست زیرا کہ تواند بود کہ دیگرے در کمالاتِ نبوتِ محمد یہ بطریقِ تبعیت و وراثت پیش قدم بود و افضلیت از راہِ آن کمالات اورا ثابت باشد۔ جمع از مریدانِ حضرت شیخ عبدالقادر درحقِ شیخ غلو بسیار می نمایند و در محبت جانب افراط می گیرند در رنگ محبانِ مفرط حضرت امیر کرم اللہ وجہہ از فحوائے کلمہ و کلامِ ایں جماعۃ مفہوم میشود کہ حضرت شیخ را ایشان از جمیع اولیائے ما تقدم و ما تا آخر افضل می دانند و غیراز انبیا عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَات معلوم نیست کہ دیگرے را بر حضرتِ شیخ فضل دہند ایں از افراطِ محبت است۔ اگر گویند آن قدر ظہورِ خوارق و کرامات کہ از شیخ بوجود آمدہ است از ہیچ ولی بظہور نیامدہ پس فضلِ اورا باشد گویم کہ کثرتِ ظہورِ خوارق بر افضلیتِ دلالت ندارد تواند بود کہ یکے بود کہ ہیچ خارقے از وے بظہور نیاید افضل باشد از آنکس کہ خوارق و کرامات از وے بظہور می آیند۔ شیخ الشیوخ در عوارف بعد ذکرِ کرامات و خوارقِ مشائخ فرمودہ است وَكُلُّ هٰذِهٖ مَوَاهِبُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَقَدْ يُكَاشَفُ بِهَا قَوْمٌ وَتُعْطٰی وَقَدْ يَكُوْنُ فَوْقَ هٰؤُلَآءِ مَنْ لَّا يَكُوْنُ لَهٗ شَيْئٌ مِنْ هٰذَا لِاَنَّ هٰذِهٖ كُلُّهَا تَقْوِيَةُ الْيَقِيْنِ وَمَنْ مُنِحَ صِرفَ الْيَقِيْنِ لَاحَاجَةَ لَهٗ اِلٰی شَيْءٍ مِّنْ هٰذَا فَكُلُّ هٰذِهِ الْكَرَامَاتِ دُوْنَ مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَجَوْهُرِ الذِّكْرِ فِی الْقَلْبِ وَوُجُوْدِ ذِكْرِ اللَّذَّاتِ کثرتِ ظہورِ خوارق را دلیل بر افضلیت

ساختن دررنگِ آنست کہ کسے کثرتِ فضائل ومناقبِ حضرت امیر رادلیلِ افضلیتِ او سازد، برحضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ آں قدر فضائل ومناقب از وے بظہور نیامدہ است۔

اے برادر! بشنو خوارقِ عادات بر دو نوع است۔ نوعِ اول علوم ومعارفِ الٰہی است جلّ سلطانُہٗ کہ بذات وصفات وافعالِ واجبی جلّ وعلا تعلق دارد وورائے طَورِ نظرِ عقل است وخلافِ متعارف ومعتاد است کہ بندہاءِ خاصِ خود را بآن ممتاز ساختہ است۔ ونوعِ ثانی کشفِ صُوَرِ مخلوقات است واخبار از مغیبات کہ بعالم تعلق دارد۔ نوعِ اوّل مخصوص باہلِ حق و اربابِ معرفت است ونوعِ ثانی محق ومبطل است زیرا کہ اہلِ استدراج را نیز نوعِ ثانی حاصل است۔ نوعِ اول نزدِ خدا جَلّ وَعلا شرافت واعتبار دارد کہ با اولیاءِ خود مخصوص ساختہ است واعدأ را دران شرکت ندادہ ونوعِ ثانی نزدعام خلائق معتبر است ودر انظارِ ایشان معزز ومحترم۔ این معنی اگرچہ از اہلِ استدراج بظہور آید نزدیک است کہ از نادانی او را پرستش نمایند وبہر رطب ویابس کہ او ایشان را تکلیف نماید مطیع ومنقاد او گردند بلکہ ایں محجوبانِ نوعِ اوّل را از خوارق نمی دانند واز کرامات نمی شمردند۔ خوارق نزد ایشان منحصر در نوعِ ثانی است و کرامات بزعمِ این محجوبان مخصوص بکشف صورِ مخلوقات است واز اخبار از مغیباتِ ایشان۔ زہے بے خردان علمیکہ براحوالِ مخلوقاتِ حاضر یا غائب تعلق دارد کدام شرافت وکرامت در وے حاصل است بلکہ ایں علم شایانِ آن است کہ بجہلِ مبدّل گردد تا نسیان از مخلوقات و احوالِ ایشان حاصل آید۔ معرفتِ واجبی است حق تعالیٰ وتقدس کہ بشرافت وکرامت سزا واراست وباعزاز واحترام شایان۔

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

مؤلف

مؤلف نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا یہ مکتوب شریف بعینہٖ فارسی کا نقل کیا ہے اور اس کے بعد اُردو ترجمہ بھی لکھا جائے گا۔ فارسی تحریر تو اس لئے لکھی گئی ہے تا کہ جو قارئین فارسی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور انہیں حضرت امام سرہندی قدس سرہٗ سے نسبتِ مجددیہ بھی حاصل ہے وہ اس مکتوب پر غور و تدبر سے کام لیں کہ حضرت امامِ ربانی، غوثِ صمدانی، شہبازِ لامکانی نے اس مکتوب کے شروع میں حدیث شریف ''لی مع اللّٰہ وقت'' کی کس انداز سے وضاحت کی ہے اور ایک عقدۂ لاینحل کو کس طرح حل کیا ہے۔

ذرا اس شہبازِ لامکانی کی پرواز کو دیکھئے کہ کس بلندی پر پرواز ہو رہی ہے۔ پھر ندرتِ خیال کو دیکھئے کہ آپ کے خیالات میں کس درجے کی ندرت پائی جاتی ہے۔ یہ ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، جن کی مجددیت تسلیم کئے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ غور کا مقام ہے کہ قرآنِ مجید کے بعض مقامات کی وضاحت کا موقع آتا ہے تو اس بحرِ ذخار میں شناوری کرتے ہوئے انوکھے جواہرات نکال کر انھیں یوں منصۂ تحریر میں لاتے ہیں کہ بڑے بڑے علمائے کرام اور مشائخِ عظام حیرت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے علمی نکات ہمارے علم سے بالاتر ہیں اور پھر حضرت مجدد قدس سرہٗ کی علمیتِ ظاہری و باطنی کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب احادیثِ مبارکہ کی وضاحت مطلوب ہوتی ہے تو ان کی توضیح اس انداز سے فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین اس وضاحت کو تسلیم کرتے ہیں۔ فقہ کے مسائل پر جب بحث ہوتی ہے تو دلائلِ قویہ سے ان سے استدلال کیا جاتا ہے پھر سلوکِ طریقت میں آخری مرکزی خیالات، معرفت و حقیقت کے دقیق مسائل حل کرنے میں ظاہر ہوتے ہیں، یہ آپ کی قیومیت ہی کا مقام ہے جن کے

علوم لدُنیہ کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب حیدرآباد سندھ کا تبصرہ گزر چکا ہے۔

اسی لئے آپ نے فرمایا کہ معرفت وحقیقت کے مسائل کو ظاہر کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور بعض ایسے مسائل ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کی تحریر میں دیکھنے میں نہیں آئے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوسکتی، ان مسائل تک خواص لوگ ہی رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔آپ کی یہ بات کہ مجھ سے پہلے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے اس کا یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیأ کرام نے ان مسائل کو بیان تو کیا ہے لیکن ان کی کتابیں نایاب ہوچکی ہیں، جن کی وجہ سے ان کی معرفت وحقیقت کی بحثیں بھی پوشیدہ ہوگئیں۔اب مکتوب نمبر 293 کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو جو، مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی نے 1971ء میں کیا ہے:

ترجمہ مکتوب شریف: ''ان سوالوں کے جواب میں جوانہوں نے پوچھے تھے'' لی مع اللّٰہ وقت'' حدیثِ نبوی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے۔اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور انہوں نے پوچھا تھا ''قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ'' حضرت عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے اور بعض دوسروں نے بھی ایسا کہا ہے، اس معاملے کی کیا حقیقت ہے؟ اور انہوں نے پوچھا تھا کہ جن اولیأ کی گردن پر آپ کا قدم ہے ان سے وہی اولیأ مراد ہیں جو ان کے زمانے میں موجود تھے یا مطلقاً اولیأ مراد ہیں؟ اس سے پہلے صفحات کے حوالہ سے دلائل تحریر کئے جاچکے ہیں۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین الصطفیٰ۔ آپ نے جو صحیفۂ شریف ارسال فرمایا تھا اس کے موصول ہونے سے یہ فقیر خوش ومسرور ہوا یہ کتنی بڑی نعمت کہ حق تعالیٰ جَلَّ وعَلیٰ کے دوست دُور افتادہ کو یاد فرمائیں۔

آپ کے مکتوب میں درج تھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا ''لی مع اللّٰہ وقت'' یعنی مجھے اللہ کے ساتھ ایک خاص وقت میسر آتا ہے اور

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ کہ میراں محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے پاؤں تمام اولیأ کی گردن پر ہیں اور کیا کسی دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا ہے؟ ان دولفظوں پر شور وغوغا ہو جاتا ہے۔ مہربانی کر کے لکھا جائے کہ ان دو باتوں کے کیا معنی ہیں؟ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ پوری توجہ سے واضح طور پر لکھ کر جو اس غریب کی سمجھ کے قریب ہو، ارسال فرمائیں۔

میرے مخدوما! اس فقیر نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ آں سرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دوامِ وقت کے باوجود ایک نادر وقت بھی میسر آتا ہے اور وہ وقت ادائے نماز کے دوران میسر آتا ہے " الصَّلوٰۃ معراج المؤمنین "یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے آپ نے سنا ہوگا "اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ" یعنی اے بلال! مجھے راحت پہنچا، اس مطلوب کو ثابت کرنے میں معتبر گواہ ہے اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ بھی وراثت وتبعیت کی بنأ پر اس دولت سے مشرف ہوئے کیونکہ آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لئے آپ کے تمام کمالات میں سے وراثت وتبعیت کے طور پر وافر اور پورا حصہ ہے۔ اور وہ جو حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ عوارف المعارف نے جو کہ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور یہی شیخ ابوالنجیب، شیخ عبدالقادر کے دوستوں اور راز داروں میں سے ہوئے ہیں، اس کلمے کو ان کلمات میں شامل کیا ہے، جو خود بینی کو ظاہر کرتے ہیں اور جو مشائخِ کرام سے ابتدائے احوال میں سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں اور نفحات میں شیخ حماد دباس قدس سرہٗ سے منقول ہے جو حضرت شیخ کے شیوخ ہوئے ہیں کہ انہوں نے بطور فراست فرمایا کہ اس عجمی کا قدم وہ قدم مبارک ہے کہ اس وقت کے اولیأ کی گردن پر ہوگا اور اس کو خدا کی طرف سے حکم ہوگا کہ یوں کہیئے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہوگا اور یہ شخص یہ کلمات ضرور

کہے گا اور سب اولیاءؑ اپنی گردن جھکا دیں گے۔ بہر صورت حضرت شیخ اس کلام میں حق بجانب ہیں۔ یہ کلام خواہ سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے آپ سے صادر ہوا یا اس کلام کے اظہار کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا ہو اور اس وقت کے تمام اولیاءؑ آپ کے قدموں کے نیچے تھے لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کے اولیاءؑ اس حکم سے خارج ہیں جبکہ شیخ حماد دباس کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قدم ان کے وقت میں تمام اولیاءؑ کی گردن پر ہوگا نیز ایک غوث نے (یہ واقعہ بحوالہ نفحات پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے) جو بغداد میں تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر اور عبداللہ عالم مع ابنِ سقاؑ ان کی زیارت کے لئے گئے تھے بطریقِ فراست حضرت شیخ کے حق میں فرمایا کہ مَیں تجھے بغداد میں منبر پر بیٹھے دیکھتا ہوں اور تو اپنی زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ تیرے وقت کے سب اولیاءؑ نے اپنی گردنیں تیرے احترام میں جھکا دی ہیں، اس بزرگ کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم اس وقت کے اولیاءؑ کے ساتھ خاص ہے۔ اِس وقت بھی حق سبحانہ تعالیٰ کسی کو چشمِ بینا عطا فرمائے تو وہ دیکھ سکتا ہے کہ جس طرح اس غوث نے دیکھا کہ اس وقت کے اولیائے کرام کی گردنیں آپ کے قدم مبارک کے نیچے ہیں اور یہ حکم اس وقت کے اولیاءؑ کرام کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہیں کرتا اسی طرح غوث پاک قدس سرہٗ سے پہلے اولیاءؑ کرام کو بھی یہ حکم شامل نہیں کیونکہ آپ سے پہلے اولیاءؑ اللہ میں صحابہؑ کرام بھی داخل ہیں جو حضرت غوث اعظم سے یقیناً افضل ہیں اور آپ کے بعد اولیاءؑ میں بھی یہ حکم کیسے جاری ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اولیاءؑ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی ہیں، جن کے تشریف لانے کی آنسرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی ہے اور امت کو آپ کے وجود کی بشارت سے نوازا ہے اور انہیں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ساتھی کہ حضرت عیسیٰ اولوالعزم سابقین انبیأ میں سے ہیں اور اس شریعت کی متابعت کے واسطہ سے اصحابِ خاتم الرسل علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہیں، اس امت کی بزرگی کے باعث ہی شاید آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ''نہیں معلوم کہ اس امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے'' (رواہ ترمذی)۔

مختصر یہ کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت میں شانِ عظیم ہے اور بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ ولایتِ محمدیہ خاصہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو لطیفہ کے راستے نقطہ آخر تک پہنچایا ہے اور اس دائرہ کے سرِ حلقہ ہوئے ہیں۔ یہاں سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ جب حضرت شیخ قدس سرہ ولایتِ محمدیہ خاصہ کے سرِ حلقہ ہیں تو سب اولیأ سے افضل ہوں گے کیونکہ ولایتِ محمدی علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰت والتسلیمات تمام ولایتوں سے اوپر ہے۔ (وہم کا جواب) اس لئے کہ ہم کہیں گے حضرت شیخ قدس سرہٗ اس ولایتِ محمدی کے سرِ حلقہ ہیں جو لطیفہ سر کے راستے سے حاصل ہے جیسا کہ پہلے گزر، انہ کہ مطلق ولایت کے سر حلقہ ہیں تا کہ افضلیت لازم آئے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ مطلق ولایتِ محمدیہ کا سر حلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا بطریقِ تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوت میں پیش قدم ہو اور ان کمالات کی وجہ سے اسے افضلیت حاصل ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے مریدین کی ایک جماعت شیخ قدس سرہٗ کے حق میں بہت غلو کرتی ہے اور محبت میں حد سے بڑھ جاتی ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محبّ (شیعہ) حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اس جماعت کی گفتگو کے اشارات سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضرت شیخ قدس سرہٗ کو تمام پہلے اور ان کے بعد آنے والے سب اولیأ سے افضل قرار دیتے ہیں اور انبیأ علیھم الصلوٰت والتسلیمات کے سوا کوئی دوسرا معلوم نہیں جس کو حضرت شیخ سے افضل جانتے ہوں اور یہ محبت افراط کی وجہ سے ہے۔

اگر سوال کریں کہ جس قدر خوارق وکرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ سے وجود میں آئے اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے لہٰذا سب سے زیادہ حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی افضل ہونے چاہئیں تو مَیں کہوں گا کہ ظہورِ خوارق کی کثرت افضلیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ایسا ممکن ہے کہ ولی سے ایک امر خارق بھی ظاہر نہ ہو لیکن وہ اس ولی سے افضل ہو، جس سے کئی خوارق و کرامات کا ظہور رہوا ہو۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے مشائخ کی کرامات وخوارق کے بعد فرمایا ہے ’’یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں کبھی اولیائ اللہ میں سے ایک گروہ کو ان خوارق کا مکاشفہ کرایا جاتا ہے اور اسے عطا کی جاتی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان سب لوگوں سے اوپر وہ شخص ہوتا ہے جس سے ان میں سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ یہ سب چیزیں تقویتِ یقین کے لئے ہیں اور جسے ویسے ہی یقین عطا کر دیا گیا ہو، اسے ان میں سے کسی شیئ کی ضرورت نہیں ہوتی تو یہ کرامات جو ہم نے ذکر کی ہیں، دل میں ذکرِ الٰہی کے رسوخ اور ذکرِ ذات کے وجود سے کم درجہ ہیں۔ (سہروردی قدس سرہ) کثرت ظہور خوارق کو افضلیت کی دلیل بنانا بالکل ایسے ہے، جس طرح کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کثرتِ فضائل ومناقب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افضلیت کی دلیل بنائے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فضائل و مناقب جس قدر ظہور پذیر ہوئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں۔

اے برادرِ عزیز! غور سے سنو کہ خارق عادت دو قسم کی ہے۔ پہلی قسم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتی ہے اور عقل سے ورأ ہے اور خلافِ تعارف وعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے خاص بندوں کو ممتاز فرماتا ہے۔ دوسری قسم مخلوقات کی صورتوں کا انکشاف ہونا اور غیب باتوں پر مطلع ہونا، اس کا تعلق عالمِ ظاہری سے ہے۔ پہلی قسم صرف اہلِ حق اور اربابِ

معرفت کے لئے خاص ہے اور دوسری قسم حق و باطل دونوں کو شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی دوسری قسم حاصل ہوتی ہے۔ پہلی قسم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں شرافت واعتبار ہے جس کو اپنے اولیائ کے ساتھ خاص کئے ہوئے ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔

دوسری قسم عام مخلوق کے ہاں معتبر ہے اوران کی نظروں میں معزز و محترم ہے، یہ قسم ثانی اگر استدراج والوں سے ظہور میں آئے تو عوام الناس اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب ویابس ان لوگوں کے سامنے ظاہر کریں تو یہ لوگ مطیع وفرماں بردار ہو جائیں بلکہ بات یوں ہے کہ محروم لوگ قسمِ اوّل کو خوارق وکرامات میں شمار نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک خوارق صرف قسمِ ثانی یعنی انکشافِ صور پر منحصر ہے ان کے نزدیک کرامت کا معیار مخلوقات کی صورتوں کا انکشاف کرنا اور غیب کی باتوں یعنی پوشیدہ باتوں میں کچھ ظاہر کرنا ہے۔ یہی بے عقل لوگ ہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ علم جو حاضر و غائب مخلوقات کے احوال کے ساتھ تعلق رکھے، اس میں کونسی شرافت وکرامت پائی جاتی ہے بلکہ یہ علم اس لائق ہے کہ جہالت میں تبدیل ہو جائے تا کہ مخلوقات اور ان کے احوال سے نسیان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرافت وکرامت واعزاز واحترام کے شایان جو ہے وہ صرف واجب تعالیٰ کی معرفت ہے۔

پری چھپی ہو اور دیو ناز دِکھلائے
یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ عقل حیران ہے"

مؤلف

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق "قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ" کی وضاحت کی ہے۔ جیسا کہ

پہلے تحریر میں آچکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ یومِ وصال تک اسی طرح بدستور حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا احترام کرتے رہے، جب آپ پر انتہائی ضعف آ گیا تو حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ نے عالمِ رویائ میں ارشاد فرمایا کہ میرے اس شعر افلت ....اور میرے قول قدمی ھٰذہٖ ...کی تشریح لکھو آپ کو صحت ہو جائے گی (بحوالہ کتاب وصالِ احمدی مصنفہ علامہ بدرالدین خلیفۂ اعظم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ)۔

بات آئی اب تخصیص کی تو مسطورہ مکتوب کو اگر غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ سے پہلے بھی اولیائے کرام نے اپنے وقت کی قید لگائی تو اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، یہ الگ بات ہے کہ ناقدین کسی ذات کے بارے میں تنقید کی بات بنا ہی لیتے ہیں، چاہے وہ تنقید مناسب ہو یا نہ ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نظر میں حضور غوث اعظمؓ کا مقام بہت بلند ہے۔آپ نے فرمایا کہ مختصر یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی ولایت میں شان عظیم ہے اور آپ کو بلند ترین درجہ حاصل ہے، اسی طرح آپ کو ولایتِ خاصہ میں جو مقام حاصل ہے اس کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ شاید ہی کسی اور صاحب نے اظہار فرمایا ہو۔خوارق عادات پر آپ نے جو تفصیل سے وضاحت کی ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصل خارق وہی ہے جو اہلِ حق اور اربابِ معرفت کے لئے خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے تعلق رکھتی ہے۔

یہی مقام ہے جس میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو انتہائی قربِ خداوندی حاصل ہے، جس کے مقابلے میں قسمِ ثانی کی خوارق عادت بالکل ہیچ ہیں کیونکہ دوسری قسم کی خوارق، حق و باطل دونوں کو شامل ہیں۔

اسی طرح ایک اور مکتوب میں آپ نے ظہورِ خوارق پر بحث کی ہے ملاحظہ ہو؛

مکتوب نمبر 216 دفتر اول

بنام مرزا حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

''مخدوما مکرما! چون مبحثِ ولایت درمیان است ونظرِ عوام برظہورِ خوارق۔ ازین مقولہ سخنے چند مذکور می سازد استماع خواہند فرمود۔ ولایت از فنا و بقا ست کہ خوارق وکشوف از لوازم آنست قلّت اَوْ کَثُرَتْ ۔لیکن نہ ہر کہ خوارق بیشتر دارد ولایتِ اواتم واکمل بود بلکہ بسا ست کہ خوارقِ کمتر ظاہر شود وولایتِ اکمل بود و مدارِ کثرتِ ظہورِ خوراق بر دو چیز است۔ دروقتِ عروج بلندتر رفتن ودروقتِ نزول کمتر فرود آمدن بلکہ اصل عظیم درظہورِ کثرتِ خوارق قلتِ نزول است جانب عروج بہر کیف کہ باشد زیرا کہ صاحبِ نزول بعالمِ اسباب فرو می آید و وجودِ اشیاءٔ مربوط باسباب می یابد و فعلِ مسبب الاسباب را در پسِ پردۂ اسباب می بیند و آنکہ نزول نکردہ است یا نزول کردہ و باسباب نرسیدہ نظرِ او بر فعلِ مسبب الاسباب است وبس زیرا کہ اسباب بتمام از نظرِ او مرتفع گشتہ است۔ لاجرم حضرت حقِ سبحانہٗ وتعالیٰ بمقتضائے ظن ہر کدام باہر کدام علیحدہ معاملہ می فرماید و کارِ اسباب بین را باسباب می اندازد و آنکہ اسباب را نمی بیند کارِ او را بے توسطِ اسباب مہیّا می سازد و حدیث قدسی '' اَنَاعِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ'' شاہدِ این معانی است۔ تامدّتہا بخاطر می خلید کہ وجہ چیست کہ اولیاءٔ اکملِ این اُمت بسیار گذشتہ اند امّا آن قدر خوارق کہ از حضرت سیّد محی الدین جیلانی قدس سرہٗ ظاہر گشتہ است از ہیچ کدام آنہا ظہور نیافتہ ۔آخرالامر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سرِّ این معمّا را ظاہر ساخت و معلوم فرمود کہ عروجِ ایشان از اکثر اولیاءٔ بلندتر واقع شدہ است و در جانبِ نزول تا مقام روح فرود آمدہ اند کہ از عالمِ اسباب بلندتر است۔''

ترجمہ: از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مرحوم، سابق خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج

بخش احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

میرے مخدوم! چونکہ وِلایت کی بحث درمیان میں ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہوئی ہے اس لئے اس قسم کہ بعض باتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، ذرا غور سے سنیے! ولایت فنا و بقاً سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ، اس کے لوازم سے ہیں (یہ لزوم اغلب سے تعلق رکھتا ہے) لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند مقام پر پہنچ جانا اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اتر آنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم عروج کی جانب سے کم نزول کرنا ہے، چاہے کسی کیفیت سے ہو کیونکہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اتر آتا ہے اور اشیأ کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے اور وہ شخص جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر ان کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں پس حق تعالیٰ ان میں ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے مطابق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی "انا عند ظن عبدی" اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں یہ خیال کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیأ بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے

ہیں، ویسے خوارق دوسرے اولیاؒ سے ظاہر نہیں ہوئے۔آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاءؒ اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقامِ روح تک نیچے اترے حالانکہ یہ بھی عالمِ اسباب سے بلند تر واقع ہے۔

اسی مکتوب میں یہ بھی فرمایا ہے:

''اما! معاملہِ تکمیل وارشاد برعکسِ معاملہِ ظہورِ خوارق است زیرا کہ در مقامِ ارشاد ہر چند نازل تر کامل ترکہ در ارشادِ حصولِ مناسبت درمیانِ مرشد ومسترشد درکار است کہ منوط بہ نزول است و بدانند کہ اغلب آنست کہ ہر چند بالاتر رود پایان تر فرود آید لہٰذا حضرت رسالتِ خاتمیت عَلَیْہِ آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ از ہمہ بالاتر رفت و در وقتِ نزول از ہمہ پایان تر فرود آمد از اینجا است کہ دعوتِ او اتم گشت و بکافہ انام مرسل شد چہ بواسطۂ نہایتِ نزول مناسبت بہمہ پیدا کردہ وراہِ افادہ تمام تر گشتہ و بسیار است کہ متوسطانِ این راہ آن قدر افادۂ طالبان بوقوع آید کہ از منتہیانِ غیر مرجوع میسر نہ شود زیرا کہ متوسطانِ بیشتر مناسبت دارند بہ مبتدیان از منتہیانِ غیر مرجوع از اینجاست کہ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ گفتہ کہ اگر خرقانی ومحمد قصاب بجائے بودندے من شمار ابوئے فرستادمی نہ بخرقانی کہ وے شما را سودمند تر بوداز خرقانی یعنی خرقانی منتہی بودمرید از وے بہرہ کمتر یافتے یعنی منتہی غیر مرجوع نہ منتہی مطلقاً کہ عدم افادۂ تمام درحق او غیر واقع است زیرا کہ محمد رسول اللہ ﷺ منتہی تر بود از ہمہ وحال آنکہ افادۂ او از ہمہ زیادہ تر بود۔ پس مدارِ زیادتی افادہ وکمتران برر جوع وہبوط آمد نہ برانتہا وعدم انتہا۔ اینجا دقیقہ ایست باید دانست کہ ہمچنانکہ در حصولِ نفسِ ولایت ہر ولی را علم بولایتِ خود شرط نیست چنانکہ مشہور است علم بوجودِ خوارقِ خود ہم شرط نیست بلکہ بسا ست کہ مردم از وے خوارق نقل کنند و او را ازان خوارق اصلاً اطلاع نہ۔ واولیائے کہ صاحبِ علم وکشف اند جائز ہست کہ بر بعضے از خوارقِ خود اطلاع پیدا نکنند بلکہ صورِ امثالیہ ایشان را در

امکنہ متعددہ ظاہر سازند و در مسافاتِ بعیدہ کارہائے عجیبہ وغریبہ ازان صور ظہور آرند کہ صاحبِ آن صوررا ازان ہا اصلاً اطلاع نیست۔ مصرعہ، از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند۔

حضرت مخدومی قبلہ گاہی قدس سرہٗ می فرمودند کہ عزیزے می گفت عجائب کار و بار است مردم از اطراف و جوانب می آیند بعضے میگویند کہ ترا در مکہ معظّمہ دیدہ ایم و در موسمِ حج حاضر بودہ اید و باتفاق حج کردہ ایم و بعضے دیگر میگویند کہ ترا در بغداد دیدہ بودیم و اظہارِ آشنائی می نمایند و من ہرگز از خانۂ خود نہ برآمدہ ام و ہرگز این قسمِ مردم را ندیدہ ام چہ تہمت است کہ برمن میکنند۔''

ترجمہ: لیکن تکمیل وارشاد کا معاملہ ظہورِ خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے کیونکہ مقام ِ ارشاد میں جتنا نازل تر ہوگا اتنا ہی کامل تر کیونکہ ارشاد میں مرشد و مسترشد کے درمیان حصول کی مناسبت ضروری ہے جو نزول پر منحصر ہے۔ اور یہ جان لیں کہ اغلب یہی ہے کہ جتنا عروج زیادہ ہوگا اتنا ہی نزول کم تر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت مآب خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ تمام کائنات سے بالاتر گئے اور نزول کے وقت تمام سے بہت نیچے اتر آئے۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی دعوت بہت اتم ہوئی اور دنیا کے تمام انسانوں کے رسول ہوئے، انتہائی نزول کی وجہ سے تمام انسانوں سے مناسبت پیدا کرتے ہوئے راہِ افادہ مکمل تر ہوا۔ اور بہت دفعہ یہ بھی ہوا ہے کہ اس راہ کے متوسط لوگوں سے طالبان کو اس قدر افادہ وقوع میں آیا کہ وہ منتہی لوگ جن کی طرف لوگوں کا رجوع کم ہوا، ان سے یہ افادہ حاصل نہ ہوا کیونکہ متوسطان لوگ مبتدیوں سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں بمقابلے ان لوگوں کے جو منتہی ہیں ان کی طرف عوام کا رجوع کم ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگ انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں تو ان سے فیض کا حصول ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر حضرت ابوالحسن خرقانی اور محمد قصاب

موجود ہوتے تو مَیں تمہیں محمد قصاب کے پاس بھیجتا نہ کہ حضرت خرقانی کے پاس کیونکہ ہمارے لئے حضرت خرقانی کے مقابلے میں محمد قصاب زیادہ فائدہ مند ہوتے کیونکہ حضرت خرقانی منتہی تھے، ان سے مریدین کم فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں منتہی سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کی طرف عوام کا رجوع کم ہوتا ہے نہ کہ منتہی مطلق کیونکہ ان سے پورا پورا فیض حاصل کرنا وقوع میں نہیں آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ تمام کائنات سے انتہائی مقام پر تھے حالانکہ ان کا فیض سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کا دارومدار رجوع وہبوط پر ہے نہ کہ انتہا وعدم انتہا پر۔ یہاں پر ایک باریک نکتہ ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح نفسِ ولایت کے حصول میں ولی کو اپنی ولایت کا علم شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ بھی مشہور ہے کہ اس ولی کو اپنے خوارق کے ہونے کا علم بھی شرط نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ ایسے بھی ہوا ہے کہ لوگ اس ولی کی خارق عادات بیان کر رہے ہیں اور اس ولی کو ان خارق عادات کی بالکل اطلاع نہیں ہے، اور وہ اولیائے کرام جو صاحبِ علم اور کشف ہیں، ان کے لئے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اطلاع پیدا نہ کریں بلکہ ان کی مثالی صورتیں مختلف مقامات پر ظاہر ہوں اور دُور دراز مقامات میں ان صورِ امثالیہ سے عجیب وغریب کام ظاہر ہوں کہ صاحبِ صور کو ان کی کوئی اطلاع نہ ہو، ع

ہم اور تم سے ایک بہانہ بنا دیا ہے

حضرت مخدومی قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک عزیز کہہ رہا ہے کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ دور دراز سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا ہے اور آپ موسمِ حج میں وہاں حاضر ہیں اور ہم نے مل کر حج کیا ہے اور بعض دوسرے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے اور جان پہچان کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت مخدومی فرماتے ہیں کہ مَیں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں آیا ہوں اور نہ ہی ہرگز اس قسم کے

لوگوں کو دیکھا ہے، یہ کیسی بدگمانی ہے کہ لوگ مجھ پر کرتے ہیں۔(اس کلام میں حضرت خواجہ کی طرف سے انکساری کا اظہار ہورہا ہے)

مؤلف کی رائے میں

اس مکتوب شریف کے پہلے حصے میں ہے کہ بات تو ولایت کی بحث میں ہے اورعوام کی نظر خوارق ومکاشفات کی طرف ہے۔اصل ولایت تو فنا و بقا کا نام ہے خوارق کم ہوں یا زیادہ یہ خوارق ولایتِ حقیقیہ کے تابع ہیں۔اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ خوارق کم ہیں لیکن ولایت اتم ہے۔اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوارق وکرامات بے شمار ہیں تو ان کی ولایت اتم نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے اکثر ایسے ہوتا ہے، یہ اصول کلیہ نہیں ہے کہ سب کو شامل ہو۔

کرامات کی کثرت کا دارومدار نزول فرمایا ہے اس نزول سے ناقدین نے مقامِ اعلیٰ سے نیچے اتر آنا سمجھا ہے حالانکہ اس نزول سے مراد توجہ الی الخلق ہے کیونکہ جب عروج ہوتا ہے تو ولی کامل کی توجہ الی الخالق ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ فیضان سے محروم رہتے ہیں اور جب توجہ الی المخلوق ہوتی ہے تو اس وقت دوسرے لوگوں میں فیضان کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اور خوارق وکرامات اور مکاشفات کا ظہور کثرت سے ہونے لگتا ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اتر آتا ہے اور تمام اشیأ کو اسباب سے وابستہ دیکھتا ہے اور ادھر مسبب الاسباب کے فضل کو ان اسباب کے پردے میں دیکھتا ہے اور جس نے نزول نہیں کیا اور اسباب پر نظر نہیں ہے تو اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی نظر سے تمام اسباب اٹھ جاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی تحریر ہے کہ بڑی مدت سے یہ خیال دل میں کھٹکتا رہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اس امتِ محمدیہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں بڑے بڑے کامل و اکمل اولیأ گزرے ہیں کہ ان سے اتنی خوارق و کرامات ظہور میں نہیں آئیں جتنی خوارق کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظہور میں آئی ہیں تو آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ راز کو ظاہر فرمایا کہ ان کا عروج اکثر اولیأ سے بہت بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی طرف مقامِ روح تک نیچے اترے ہیں حالانکہ یہ مقام بھی عالم اسباب سے بلند تر واقع ہے۔ یہاں پر حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں کہ ایک تو ''اکثر اولیأ گزرے'' کیونکہ ائمہ اثنائے عشرہ جو کہ آپ کے اجداد میں سے ہیں ان کا مقام بہت بلند و ارفع ہے اور حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کو ان سے فیض ملا ہے۔ دوسری بات نزول کی ہے کہ مقامِ روح تک نزول ہوا ہے اور یہ وہ مقام ہے جو عالمِ اسباب سے بلند تر ہے۔ غور کی بات ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے حضرت شیخ قدس سرہ کا نزول مقامِ روح فرمایا ہے اور یہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی انتہائی محمدت ہے اگر عالمِ اسباب تک نزول فرمانے کا ذکر کرتے تو اس پر اگر ناقدین اعتراض کرتے تو وہ حق بجانب تھے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے کلام کو سمجھنے کے لئے زیرکی اور چشمِ بینا چاہیے اور آنکھوں سے تعصب و حسد کی پٹی اتار دینی چاہیے اور ادب و احترام ملحوظ ہونا چاہیے۔

مؤلف

اس مکتوب کے دوسرے حصے میں تکمیل و ارشاد کا بیان ہے۔ فرمایا کہ تکمیل و ارشاد کا معاملہ خوارق عادات کے بالکل برعکس ہے کیونکہ مقامِ ارشاد میں جتنا ہی نزول زیادہ ہوگا

اسی قدر اس میں کمال بھی زیادہ ہوگا کیونکہ مرشد اور مسترشد میں مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ نزول پر منحصر ہے۔ اور فرمایا کہ اس بات کو بھی جان لیں کہ غالباً جتنا عروج بلندی پر ہوگا اتنا ہی نزول بہت کم درجے پر ہوگا۔

سبحان اللہ! کیا ہی نقطہ بیان فرمایا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام والتحیہ تمام کائنات سے بالاتر ہو گئے اور جب نزول کا مقام آیا تو تمام مقاماتِ عالیہ سے اتر آئے۔ جب عروج ہوا تو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک پہنچے اور پھر وہاں سے قابَ قوسین او ادنیٰ لامکان تک جا مقام ہوا، وہاں انوار وتجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا پھر آپ پر وحی ہوئی جو ہوئی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر ملائکہ میں جو سب سے زیادہ مقرب فرشتہ ہے وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے پرواز نہ کر سکا پھر جب سرورِ کائنات ﷺ نزول کی طرف آتے ہیں تو فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھئے ظاہر میں تمھارے جیسا بشر ہوں اور ظاہری طور پر تمھاری ہی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔

آپ ﷺ کا یہی نزول ہے کہ تمام انسانوں سے ظاہری مناسبت پیدا کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں تمام جہان کے انسانوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہی نزول ہے کہ افادۂ فیض تمام انبیأ علیہم السلام سے زیادہ مکمل ہوا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے

وہ دانائے سبل، ختمِ رسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

یہی مرشد و مسترشد میں مناسبت ہے کہ آپ کے فیضان سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت مستفیض ہو کر دُنیا میں ایک مثالی رہنما ثابت ہوئی پھر ان میں

سے خلفائے اربعہ ہیں کہ جن کی خلافت کا دَور دنیا میں بے مثال تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان کے حصول میں زیادہ مناسبت پائی جا رہی تھی کہ وہ انتہائی کمالات سے متصف ہوئے، ان کی خلافت کے اصولوں سے دوسری قومیں بھی رہنمائی حاصل کرتی ہیں ۔

ظرف جس کا جتنا ہے اس سے سوا ملتا نہیں

جلوۂ ساقی بقدرِ ہمت ِ مردانہ ہے

اس کے بعد منتہی اور متوسط لوگوں کی وضاحت ہے کہ متوسط لوگوں سے طالبین کی جماعت کو اتنا فیضان حاصل ہوا ہے کہ اس قدر فیضان منتہی لوگوں سے نہیں ہوا۔ منتہی وہ لوگ ہیں جو مقامات میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کو ان سے فیض حاصل کرنے کی طاقت نہیں، ان سے فیض لینے کے لئے بلند ہمتی کی ضرورت ہے، اسی لئے ان کی طرف کم رجوع کرتے ہیں، ان کو منتہی ۔۔۔ غیر مرجوع کہا جاتا ہے بخلاف متوسطین کے کہ ان کی مبتدیوں سے زیادہ مناسبت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا افادۂ فیض لوگوں کی ہمت کے مطابق زیادہ ہوا۔

منتہی اور متوسط کا فرق یوں ہے کہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا کہ اگر اس وقت ابوالحسن خرقانی اور محمد قصاب دونوں موجود ہوتے تو میں تمہیں محمد قصاب کے پاس بھیجتا۔ حضرت خرقانی کے مقابلے میں محمد قصاب زیادہ سود مند ہوتے رحمۃ اللہ علیہما۔ کیونکہ حضرت خرقانی قدس سرہٗ منتہی تھے ان سے مریدین کم فائدہ حاصل کر سکتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ کا فیض سب سے زیادہ ظہور میں آیا تو معلوم ہوا کہ فیض اور عدم فیض کا دارو مدار رجوع و ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں پر ایک نکتہ ہے جس کی وضاحت یوں ہے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح نفسِ ولایت میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں کہ ولی ہے یا نہیں، اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ ولی کو اپنے خوارق کا علم ہونا شرط نہیں کیونکہ بہت دفعہ یہ بھی واقع ہوا ہے کہ لوگ اس ولی کی خوارق و کرامات بیان کر رہے ہیں لیکن اس ولی کو اپنی کرامات کا کوئی علم نہیں اور وہ اولیائے کرام جو صاحبِ علم و کشف ہیں، ان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بعض کرامات پر اطلاع پیدا کرنے کی طرف توجہ نہ دیں۔ حقیقت میں بات یوں ہوتی ہے کہ جس طرح حضرت رسول کریم ﷺ جہاں کہیں اکثر ظاہر ہوتے ہیں تو مثالی صورت میں۔ اسی طرح آپ کی تبعیت میں اولیائے کرام کی مثالی صورتیں بھی دور دراز مقامات پر ظاہر ہوئیں اور ان سے صورِ مثالیہ میں عجیب و غریب کام صادر ہوئے ہیں حالانکہ وہ صاحبِ صور خود بخود مطلع نہیں ہوتا۔

ہمارے اور تمہارے لئے ایک بہانہ بنا دیا۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ فرما رہے ہیں کہ میرے مخدوم قبلہ گاہی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک عجیب کاروبار ہے کہ لوگ دُور دراز سے آتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا ہے کہ آپ موسمِ حج میں وہاں حاضر تھے اور ہم نے مل کر حج کیا ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے اور اُس میں جان پہچان بھی ہوئی۔ حضرت باقی باللہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر میں اپنے گھر سے ہرگز باہر کہیں بھی نہیں گیا اور نہ ان لوگوں کو دیکھا ہے، جان پہچان تو اپنی جگہ پر رہی۔ یہ لوگ مجھ پر کیسے گمان کرتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت خواجۂ خواجگان بہاءُ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے حضرت علاؤالدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ

درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے ان درویشوں میں سے کچھ لوگ کھانے پینے کے سامان کی تیاری میں نکلے اور دو فریق ہو گئے ۔ ایک فریق صرافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اسی بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں ۔ دوسرا فریق چوک کی طرف روانہ ہوا تھا اس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو چوک میں پایا انہوں نے بھی آپ کی نسبت وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آئے ۔ یہ درویش بازار میں باضی محمد درآہنی سے ملے اور ان سے اپنی سرگزشت بیان کی اس نے کہا کہ مَیں نے اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ آپ ایک طرف سے تشریف لے جا رہے تھے ۔ فقیروں کو تردد ہوا کہ حضرت سے کہاں جا کر ملاقات کریں ۔ وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی؟ درویشوں نے اس سے سب قصہ بیان کیا اس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے پاس سے نکلے ہو میں اور حجرہ والا درویش برابر آپ کی خدمت میں حاضر رہے حضرت خواجہ نے حجرے سے باہر قدم نہیں نکالا اور اس وقت جلدی کر کے آپ کے پاس مجھ کو بھیجا ہے ۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے بیان کی ۔ یہ ہے اولیاؑ اللہ کی روحانی قوت کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو اولیاؑ اللہ کی مثالی صورتیں جہاں چاہیں دور دراز مقامات پر پہنچ جاتی ہیں، چاہے ان اولیاؑ کی زندگی میں ہوں، چاہے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کیونکہ روحانی قوت کا کوئی اندازہ اور اس کی کوئی حد نہیں ہے ۔ علامہ اقبال مرحوم

یہ نکتہ میں نے سیکھا ہے بوالحسن سے
کہ روح مرتی نہیں مرگِ بدن سے

ہدیہ مجددیہ

مصنفہ حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری کی کتاب 1311ھ میں لکھی گئی ہے۔

یہ کتاب فارسی میں لکھی گئی ہے جس کی تحریر عالمانہ رنگ میں ہے جس کی وجہ سے بہت ادق ہے اور اصل فارسی تحریر بھی میرے پاس موجود ہے، قارئین کی آسانی کے لئے اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کے لیے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ کتاب ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو حضرت امامِ ربانی، غوثِ صمدانی، شہبازِ لامکانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیئے گئے ہیں۔ تحریر کا طریقہ یوں ہے کہ اعتراض کو لفظ قال سے تعبیر کیا اور جواب کو اقول سے، ص144

''قال: دَورۂ الف یا مجددِ الف گفتہ اند؟ اقول: درین تعبیر اشارہ است باین تقریر کہ چون حضرت ایشان در سر الف مجدد شدہ اند فیضانِ ایشان در سالم الفِ ثانی ساری باشد و در کدامی حدیث شریف نفیٔ آن وارد نہ شد۔ الحق ہزار سال باید کہ این چنین دُرِ بے بہا در دُنیا بوجود آید و فیضِ خدا اشاعت فرماید۔ باقی ماندہ این امر کہ مجدد را از مجددیتِ خود خبر دادن و اعلان نمودن درُست است یا نہ؟ جوازش از تقریرے کہ بالا بیان کردہ شد ظاہر است چہ مجددیتِ الفِ ثانی نعمت است از نعمت ہائے الٰہی و تحدیث بہ نعمت جائز بلکہ واجب است از ہمیں جا است کہ دیگر اکابرِ دین اظہارِ مجددیتِ خود نمودہ اند چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ ''تنبہ فی من یبعثہ علیٰ رأسِ کل مائۃ'' بر مجددیتِ خود خبر دادہ است ''حیث قال انی المبعوث علیٰ رأس المائۃ التاسعۃ لانفرادی بالتبھر فی انواع العلوم من التفسیر واصولہ والحدیث وعلومہ والفقہ واصولہ واللغۃ واصولھا والنحو والصرف واصولھا والجدل والمعانی والبیان والبدیع والتاریخ وتصنیفی فی جمیع ذٰلک المصنفات البارعہ الفائقہ التی لم اسبق علیٰ نظیرھا وعدتھا الی

الآن نحو خمسی مائةٍ مؤلف وقد اختراعت علم اصول اللغة و دوّنتہٗ ولم اسبق علیه وهو علیٰ نمط علم اصول الحدیث وعلم اصول الفقه و سارت مصنفاتی وعلومی سائیرالاقطار"

واین خطبہ خوانی وخوش بیانی را کسے مکروہ ومحمول برترفع نفسانی نہ نمودہ است بلکہ ملاعلی قاری گفتہ است کہ او در دعویٰ خود مقبول ومشکور است وامام غزالی وہم ادعائے مجددیتِ خود نمودہ است ازیں تقریر ظاہر و باہر شد کہ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ خود را بہ مجدد یا مجدد الفِ ثانی ملقب فرمودہ اند یا کدامی از علمأ حضرت ایشان را بخطابِ مجدد یاد کرد، محلِ انکار یا استبعاد نہ خواہد بود۔"

ترجمہ؛ اعتراض؛ ہزار سالہ دور یا مجدد الف کہا گیا ہے؟

جواب؛ اس تعبیر میں اس تقریر کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت مجدد قدس سرہٗ ہزار سال پر مجدد ہوئے ہیں تو ان کا فیضان پورے الف ثانی میں جاری ہوا، کسی حدیث شریف میں اس کی نفی وارد نہیں ہوئی ہے۔ الحق ہزار سال جب پورے ہونے کے قریب ہوں تو ایسا دُرّ بے بہا دنیا میں ظاہر ہو اور فیضِ خدا کی اشاعت کرے۔

باقی رہی یہ بات کہ مجدد کو اپنی مجددیت کہ خبر دینا اور اعلان کرنا دُرست ہے یا نہیں؟۔ اس کا جواز تقریرِ بالا جو بیان کی گئی ہے، سے ظاہر ہے کہ مجدد الف ثانی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور نعمتِ خداوندی کا اظہار جائز بلکہ واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے کئی اکابرین ہیں جنہوں نے اپنی مجددیت کا اظہار جائز فرمایا ہے چنانچہ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تنبه فی من یبعثة علی رأس مائة التاسعة میں خبر دی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ میں نویں صدی میں مجددیت کے لئے مبعوث ہوا ہوں کیونکہ مجھ میں انفرادی حیثیت تبحّرِ علوم ہے جیسا کہ علوم کی اقسام تفسیر، اصولِ تفسیر،

حدیث اوراس کے علوم، فقہ اوراس کے اصول، لغت اوراس کے اصول، نحو وصرف اوران کے اصول، جدل، علمِ معانی بیان اور بدیع، تاریخ اوران تمام مصنفات میں میری تصنیف ''البارعۃ الفائقۃ'' اس جیسی تصنیف میں مجھ پر کوئی سبقت نہیں لے گیا اوراب مَیں نے ان کی گنتی کی ہے جو پانچ سوتک ہے اورمَیں نے علمِ اصولِ لغت میں اختراع کی ہے اوراس کی تدوین کی ہے اس میں مجھ پر کوئی سبقت نہیں لے گیا اور وہ علمِ اصولِ حدیث اورعلمِ فقہ پر ہے۔تمام علاقوں میں میری تصنیفات اورعلوم پھیل چکے ہیں۔

اس خطبۂ خوانی اورخوش بیانی کوکسی نے کراہیت اورنفسانی بلندی پرمحمول نہیں کیا ہے بلکہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں مقبول ومشہور ہیں اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی مجددیت کادعویٰ کیا ہےاس تقریر سے ظاہر ہوا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنے آپ کومجدد یا مجدد الف ثانی سے ملقب فرمایاہو یاعلمأ میں سے کسی عالم نے آپ کواس خطاب سے مخاطب کیا ہوتو یہ محلِ انکاراور بعید جاننے کانہیں ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (صفحہ نمبر 92)

''منقول است چوں علامۃ الزمانِ ہندوستان مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی دراوائل یکے ازمعاندان حضرت شیخ بودم، شبے شیخ راںخواب دید کہ رُوبروئے وی آیت " قلِ اللّٰھمَّ ثُمَّ ذَرھُم " (1) ہمی خواند بہ مجرد شنیدن ایں آیت جذبِ شیخ وشوقِ الٰہی مجددی دردل وی اثر کردوقلبِ وی ذاکر گردید چوں ازخواب بیدارشد، دلِ خودراذاکر یافت چندروز بہ تصوّرِ شیخ ذکرِحق کردوخودرااویسی شیخ می گفت آخر بخدمت حاضر آمدوبدرجاتِ والا رسید۔''

ترجمہ:منقول ہے کہ علامۂ زماں، شیخ الاسلام ہندوستان، مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی

(1) سورۂ انعام: آیت 91۔

ابتدائی دور میں حضرت مجدد قدس سرہ کے معترضین میں سے تھے ایک رات مولانا نے حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ آیات "قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡھُمۡ"(1) پڑھ رہے ہیں، صرف اس آیت کے سننے پر جذبِ شیخ اور شوقِ الٰہی مجددی نے مولانا کے دل پر اثر کیا اور ان کا دل ذاکر ہو گیا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے دل کو ذاکر پایا چند روز تک تصوّرِ شیخ میں ذکرِ حق کیا اور اپنے آپ کو اویسی شیخ کہا۔ آخر حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بلند درجوں پر فائز ہوئے۔

بحوالہ ہدیہ مجددیہ صفحہ نمبر 95

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلوی کی فارسی عبارت بمع اُردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے؛

"ولایت در زمانِ قربت از زمانِ سعادت نشان آنحضرت ﷺ رائج و متداول شدند و در زمانِ صحابہ و تابعین و تبع تابعین وھَلُمَّ جرًّا الی زمان الجنید واقرانہٖ ثم ھَلُمَّ جرًّا الی زمان رؤساءِ القادریہ والشتیہ وطریقِ تحصیلِ آن مدون ومبوب و مفصل گردید و خلافِ مقامِ خلت کہ درین عہود متطاولہ اصلاً کسی مذکورِ آن نکرد وطریقِ تحصیلِ آن را کسی بیان نمود تا ہزار سال گزشت وطریقِ تحصیلِ آن مقام در پردۂ اختفاء واحتجاب ماند تا آنکہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت مجدد را بروی کار و ایشان را منشأ ظہور این مقام کہ در جوہر شریفِ آنحضرت ﷺ مودع ومکنون بود گردانید و ہزاران طالبان را بطفیلِ ایشان سلوکِ ایں طریقہ میسر شد الحمد للہ!۔

حالا بیانِ طریقہ بوجہے نمایم کہ اختصاصِ آن باتباعِ مجددیہ کالشمس فی الرابعۃ النھار منکشف گردد قبل از حضرت مجدد طرقِ ہمہ از راہِ محبیت ومحبوبیت بودہ اند اوّل راہِ محبیت می پیمودند و آخر بمرتبۂ محبوبیت فائز می شدند و آنچہ لوازمِ محبیت است از ذکرِ جہر و وجد و شوق و

انکسار وتضرع وصبر وتوکل ورضا جوئی او ومراقبۂ صفات خصوصاً احاطہ ومعیت واستغراق در توحید فعلے وخودرا "کالمیت فی یدی الغسال" داشتن وصفاتِ خودرامتہلک وددرصفاتِ او دیدن بلکہ ذاتِ خودرا در ذاتِ اومندرج ساختن وحسن و جمالِ اورادر ہر مظہر مشاہدہ نمودن دران کوششِ بلیغ می نمودند تا آنکہ بانوار وے تجلیات درابتدأ سلوک وفنأ وبقا ٔ درانتہأ آن فائز می گشتن ودمِ اتحادی می زدند کہ "اَنَامِن اھوٰی ومِن اَھوٰی اَنَا" تا آنکہ حضرت خضر بحضرت عبدالخالق غجدوانی کہ ارہاصِ طریقۂ مجددیہ بودند تعلیمِ ذکرِ خفی نمودند بعد از عہدِ حضرت خواجہ نقشبند این معنی برگ و بار پیدا کردند تا ے آنکہ حضرت مجدد قدس اللہ سرہٗ آن ہمہ رادر بطون رسانیدند واز چاک سینۂ خودسراغی بہ محبوب پیدا کردند حالا عنایت ساری موقوف شدو شوق واشتیاق ووجدو جناحات وتضرع یک طرف ماند ہرچہ ہست درقالب وروح وسروخفی و اخفیٰ وعناصر بدن است۔ تا آنکہ انوار وتجلیات از باطن خودمی افتدورفتہ رفتہ بمقامِ خلت می کشد معنی محبیت عاشقی است ومعنی محبوبیت معشوقی است ومعنی خلت یارانہ است وسابق عاشقی ومعشوقی بود۔ درین جا آرزوونیاز از جانبین است وسرگوشی ہا ازطرفین واقع می شوددر عاشقی نعرہ وبے تابی وسر بردرودیوار شکستن ودرمعشوقی غنج ودلال وفخر ومباحات بودہ است۔ اینست طریقِ خلت باطریقِ اجمال واگر تفصیلِ کسے خواہد بااتباعِ مجددیہ چندسال نشست و برخاست نماید ودروجدانِ خودنظر کند کہ چہ رنگ پیدا می شود۔

علمائے مشار الیہم بالبنان کہ درطول باغ نظیر خودنداشتند بملاحظۂ براہینِ ساطعہ وحجج قاطعہ ومجددیتِ حضرت ایشان لب کشادند چنانچہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ومولانا جان محمد لاہوری ومولانا عبدالسلام ویوکی وغیرھم رحمہ اللہ علیہم اجمعین درتحریرات وتقریراتِ خودمی آرد امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی از اکابرِ صوفیہ است وجامع علومِ ظاہری وباطنی وصاحبِ مقاماتِ عُلیہ وکراماتِ جلیہ است اکثر از علمأ وعرفأ اورابزرگ داشتہ اند۔ فاضل محقق عبدالحکیم سیالکوٹی بر

مجددیت وی رفتہ ومجدد حاوی عشر گفتہ است ومشائخ وعرفاً در سلسلہ وی در ہند وسندھ وعرب و عجم خصوصاً در روم وشام وعراق وکردستان ودیگر بلدان درین زمان اشتہار تمام دارد واوست کہ نشر وانواع علوم واسرار فرمودہ ودر شرحِ مقاماتِ طریقہ از سابقین سبقت بردہ است واوست کہ بفہمِ مقطعاتِ قرآنیہ معزز گشتہ وبحصولِ اسرارِ متشابہاتِ قرآنیہ امتیاز یافتہ است واوست کہ اسمأ انبیأ بہ ہندوستان وتابعان ایشان بروی مکشوف گشتہ ومقامات ودرجاتِ ایشان رامبین ساختہ است واوست کہ باعلامِ الٰہی جل شانہ مراتبِ ولایت ونبوت ورسالت وکمالاتِ اولو العزم ومقامات خلت ومحبت بیان فرمودہ ومخصوصاتِ سیدِ انبیأ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ظاہر نمودہ است۔۔ قدس اللہ تعالیٰ روحهم وافاض علينا فتوحهم۔"

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ ولایت کے حالات کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے کے قریب رائج ہوا، صحابہ، تابعین اور اسی طرح حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے معاصرین تک چلے آئے پھر اس سلسلہ کو قادریہ اور چشتیہ کے اکابرین تک لے آئے اور ولایت کے حصول کے طریقے تدوینی اور بابوں کی صورت میں بیان ہوئے، بخلاف مقامِ خلت کے اس طویل مدت میں کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے تحصیل کے طریقے کو بیان کیا یہاں تک کہ اس طریقے کو ہزار سال گزر گئے۔ اس مقامِ خلت کے حصول کے طریقے پردۂ حجاب میں رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو اس کام کے لئے بیدار کیا اور خلت کا مقام جو آنحضرت ﷺ کے جوہر شریف میں پوشیدہ تھا ظاہر کرنے پر متوجہ کیا ہزاروں طالبین کو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے طفیل اس طریقہ کا سلوک حاصل ہوا۔ الحمدللہ!

اب ہم طریقہ کا بیان اس طور پر کرتے ہیں کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے متبعین کے لئے اس کا اختصاص دوپہر کے سورج کی طرح منکشف ہو، حضرت مجدد قدس سرہٗ سے پہلے

تمام سلسلوں کے طریقے از راہِ محبیت اور محبوبیت کے ہوئے۔ اوّل راہِ محبیت کا راستہ طے کیا، آخر محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور وہ جو محبیت کے لوازمات میں سے ہیں، جیسا ذکرِ جہر وجد و شوق، انکسار تضرع صبر و توکل اور رضا جوئی اور مراقبۂ صفات خصوصاً احاطہ، معیت و استغراق توحیدِ فعلی میں اور اپنے آپ کو یوں سمجھنا جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہو اور اپنی صفات اور دوسروں کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں معدوم دیکھنا بلکہ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں داخل کرنا اور اس کے حسن جمال کو ہر مظہر میں مشاہدہ کرنا۔ اس میں انھوں نے بہت کوشش کی یہاں تک کہ ابتدائے سلوک میں انوار و تجلیات اور انتہا میں فنأ و بقأ پر فائز ہوئے تھے اور اتحاد کا دم مارتے تھے کہ "انا مِن اھویٰ ومِن اھویٰ انا" یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ طریقۂ مجددیہ کے بانی ہیں، ذکرِ خفی کی تعلیم دی پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے دور میں یہ مسئلہ پھلا پھولا یعنی ترقی کی لیکن حضرت عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کے دور میں علومِ توحید اس نسبت کے ساتھ مل گئے اور غلبہ پا لیا یہاں تک کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے ان باتوں کو باطن تک پہنچایا اور اپنے سینہ مبارک سے محبوب کا سراغ پیدا کیا۔ اب وہ پہلی حالت موقوف ہوئی اور شوق و اشتیاق، وجد و تضرع ایک طرف رہ گئے جو کچھ ہے وہ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ اور عناصرِ بدن ہے۔ یہاں تک کہ انوار و تجلیات باطن میں خود ہی پڑتے ہیں اور آہستہ آہستہ مقامِ خلت تک کھینچ لاتے ہیں۔ محبت معنی عاشقی ہے اور محبوبیت کا معنی معشوقی ہے اور خلت کا معنی یارانہ ہے۔ پہلے عاشقی و معشوقی ہے اس کی جگہ جانبین میں آرزو اور نیازمندی پائی جاتی ہے اور طرفین میں سرگوشیاں واقع ہوتی ہیں عاشقی میں نعرۂ آہ و فغاں، بے قراری اور درو دیوار پر سر مارنا اور معشوقی میں ناز و ادا، غمزہ اور فخر و غرور پایا جاتا ہے۔ یہ ہے طریقِ خلت بطریقِ اجمال۔ اگر کوئی اس کی تفصیل چاہے تو وہ مجددیہ بزرگوں

کی مجلس میں چند سال گزارے تو پھر اپنے وجدان میں نظر کرے کہ کیسا رنگ پیدا ہوتا ہے۔

وہ علمائے کرام کہ اتنے طویل باغ میں ان جیسا کوئی نہ تھا، انہوں نے جب حضرت مجدد قدس سرہٗ کے براہینِ ساطعہ اور حججِ قاطعہ کو دیکھا تو آپ کی مجددیت پر زبان کھولی چنانچہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، مولانا جان محمد لاہوری، مولانا عبدالسلام ویوکی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں امامِ سرہندی قدس سرہٗ کو مجدد الف ثانی کہا ہے۔
جواہر الحقائق کے مصنف نے اپنی کتاب میں بیان کیا کہ امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ اکابرین صوفیہ میں سے ہیں اور جامع علومِ ظاہری و باطنی اور صاحبِ مقاماتِ عالیہ اور کراماتِ جلیلہ ہیں، اکثر علمأ اور عرفأ ان کو بزرگ مانتے ہیں۔ فاضل محقق مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کی مجددیت کو تسلیم کرتے ہوئے گیارہویں صدی کے مجدد کہا ہے۔

آپ کے سلسلہ میں مشہور عرفأ ہندوستان وسندھ وعرب وعجم خصوصاً روم وشام، عراق، کردستان اور دوسرے شہروں میں اس زمانے میں شہرت رکھتے ہیں۔ یہی مجدد قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے مختلف علوم واسرار کو ظاہر فرمایا ہے اور طریقت کے مقامات کی شرح اس طور پر کی کہ سابقین سے سبقت لے گئے۔ یہی مجدد قدس سرہٗ ہیں کہ ہندوستان میں انبیأ کے اسمأ اور ان کے تابعین کے نام آپ پر منکشف ہوئے اور ان کے مقامات کو ظاہر فرمایا۔ یہی مجدد قدس سرہٗ ہیں کہ اللہ جل شانہ کے اعلام پر مراتبِ ولایت، نبوت و رسالت، کمالاتِ اولوالعزم، مقاماتِ خلت ومحبت بیان فرمائے اور حضور سیدِ انبیأ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے خصائص کو ظاہر فرمایا۔ قدس اللّٰہ تعالیٰ اسرارھم وافاض علینا فتوحھم انتھی۔

ہدیہ مجددیہ

مصنفہ مولانا وکیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکندر پوری، 1311ھ صفحہ نمبر 294۔

قال سے اعتراض اور اقول سے جواب مقصود ہے۔

اعتراض؛ یہ ثابت ہے کہ صُحو والے سکر والوں پر فضیلت رکھتے ہیں اور سکر والے وقت کے محکوم ہیں اور حال ان پر حاکم ہے ان کو ابن الوقت کہتے ہیں، نفس اور احوال کی تنگ گلی سے باہر نہیں آتے اور صحابِ صحو جو کہ وقت پر غالب اور حاکم ہیں ان کو ابوالوقت (1) کہا جاتا ہے، ان میں کیا نسبت ہے؟

جواب۔ پہلے سکر وصحو کی تعریف کو عقل کے ترازو میں تولنا ہے اس کے بعد وہ اختلاف جو اس مسلک میں واقع ہے، سننا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں، سکر سلطانِ حال کا غلبہ ہے اور صحو ترتیبِ افعال کی طرف لوٹنا ہے اور تہذیب۔ اسی تعریف پر مذکورہ تقریر مطابق آتی ہے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات میں تحریر فرماتے ہیں، وہ احوال کا علم ہے یہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو خوشی اور لذت میں قائم ہو۔

حضرت صاحب نے فتوحات میں سکر کے تین مرتبے مقرر کئے ہیں۔

سکر طبعی، سکر عقلی، سکر الٰہی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ سکر طبعی، مؤمن کا سکر ہے۔ سکر عقلی، عارفین کا سکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا سکر کمال، وہی سکرِ الٰہی ہے اس کے بارے میں

---

(1) سوال میں ابن الوقت اور ابوالوقت کا ذکر آیا ہے ان کی تعریف ضروری ہے تا کہ قارئین کے لئے آسانی رہے۔

ابن الوقت؛ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار و واردات سے مغلوب الحال ہو جائے۔ اسرار کا اظہار کر دے خوارق اس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت اس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے یہ معنی پہلے معنی سے عام ہے جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہے۔

ابوالوقت؛ وہ صاحبِ مقام صوفی کہلاتا ہے جو آدابِ شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے خداندی حکمت کے مقتضیٰ کو سمجھتے ہوئے کرامات و خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

(نوٹ) یہ تفصیل ہدیہ مجددیہ میں نہیں ہے مؤلف نے ان اصطلاحوں کی تفصیل تحریر کر دی ہے۔

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اپنی ذات کے بارے میں حیرت زیادہ کر۔ اور سکر حیرانگی کا نام ہے تو معلوم ہوا کہ سکرِ الٰہی میں سرور وخوشی کمال پر حاصل ہے اور تجلّی صورت میں سکر واقع ہوا ہے اور یہ سکر حق ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔

وَاَسکَرَ القَومُ دَورَ کَاسٍ

وَکَانَ سُکرِ مِنَ المُدِیرِ

شعر: لوگوں کا سکر صرف پیالے کا دور ہے۔ پس میرا سکر اس پیالے کے دور میں ہے۔

اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ اربابِ صحو کی فضیلت، اربابِ سکر پر جو عمومی طور پر ہو، قابلِ تسلیم نہیں ہے اور تمام اربابِ سکر وقت کے محکوم نہیں ہوتے اور حال ان پر حاکم نہیں ہوتا کیونکہ سکر الٰہی اس طور پر نہیں ہوتا۔

اعتراض: اس کے بعد بعض اقطاب سے جو صحو وتمکین والوں کے پیشوا ہیں دوسرے مشائخ پر فخر وفضیلت کا اظہار واقع ہوا ہے وہ بامرِ الٰہی ہے نہ کہ غلبۂ سکر سے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین، امام الطریقین، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا: قدمی ھذہٖ علی رقبة کل ولی اللّٰہ۔ ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا ''اس آسمان کے نیچے میرے جیسا کون ہے'' اسی طرح کا اور کلام جو بزرگوں سے صادر ہوا ہے، امرِ الٰہی سے ہے جو اولیأ اللہ کے باطن میں ہوتا ہے ایسا کلام غلبۂ سکر سے صادر نہیں ہوتا۔ حال کا غلبہ اور سکر حیرت و بے تمیزی ہے اور یہ اشارہ اس بات کے منافی ہے کہ بعضے احوال ومقامات میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قدم کو اپنے قدم پر رکھ کر فرمایا کہ یہ تیرا قدم میرا قدم ہے پھر حضرت شیخ نے فرمایا: قدمی ھذہٖ علی رقبة کل ولی اللّٰہ۔ تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تحدیثِ نعمت کے طور پر واقع ہوا ہے۔

جواب: الحمدللہ، کہ تحدیثِ نعمت یعنی نعمتِ الٰہیہ کا اظہار اللہ تعالیٰ کے حکم سے صادر

قرار دیا گیا ہے۔

دریں دیار ازاں زندہ ام کہ گہ گاہے

نسیمِ عا طفتے زان دیار می آید

(اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی اس شہر سے مہربانی کی ہوا آتی ہے)

اب سننے کی بات یہ ہے کہ جو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ منقول ہے اس کے بارے میں تین مسلک ہیں؛

مسلکِ اوّل؛ ہوش کی حالت میں بطور تحدیثِ بنعمۃ اللہ و فرمانبرداری بامرِ الٰہی فرمایا ہو۔

مسلکِ دوم؛ حالتِ سکر میں فرمایا ہو یہی مسلک حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کا ہے۔ چنانچہ اس کا بیان آئندہ آئے گا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

مسلکِ سوم؛ حالتِ سکر میں امرِ الٰہی کی فرمانبرداری میں فرمایا ہو، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔

اعتراض؛ اگر کہیں کہ ہوش و وقار والے اولیاً و مشائخ کے احوال مختلف ہونے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کونسا فرق ہے کہ بعض نے کہا اور بعض نے نہ کہا؟

جواب؛ ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ عزوجل کے اذن اور حکم کے بغیر کوئی کلام نہیں کرتے جس کلام کا حکم دیا گیا وہ کہہ دیا اور جس کا حکم نہیں دیا گیا وہ نہ کہا۔ جیسا کہ آیا ہے کہ مشائخِ وقت سے پوچھا کہ آیا حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے یہ کلمہ امر سے کہا، انہوں نے کہا کہ ہاں امر سے کہا جس کی کوئی کیفیت نہیں اور انہوں نے کہا یہ قطبیت کا نشان ہے اور ہر زمانے میں قطب وہ ہوتا ہے جس کو اگر سکوت کا حکم ہوتا ہے تو اسے سوائے سکوت کے اور کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور بعض قطب وہ ہوتے ہیں جن کو اگر اظہار کا حکم ہوتا

ہے تو ان کو اظہار کے بغیر کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور یہ قطبیت میں اکمل ہے کیونکہ یہ لسان شفاعت ہے اور شیخ صاحبِ عوارف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیاس و عقل اور انتہائی علم کے مطابق اس کلام کو اور اس جیسی دوسری کلام کو سکر، غلبہ حال اور چھپائے رکھنے پر محمول کیا ہے۔ اور صاحبِ عوارف کا اس قول کے بارے میں جو کلام ہے وہ تعریف کے طور پر ہے اور اس کا قصور وار نہ ہونا اس طور پر ہے کیونکہ تم نے مصلحت وقت کے لئے کہ اس مکتوب میں جو سکر کی ترجیح اور تفصیل پر واقع ہے محمول کیا ہے اس پر شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہر عبارت سیاقاً و سباقاً مخالف ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی سمجھ یہاں پر اس طرح کہی جاسکتی ہے کہ ان کا قول اس باب میں اس وقت کے کبار مشائخ مثل ابومدین اور ابوالنجیب سہروردی جو کہ شہاب الدین سہروردی کے پیر ہیں کے مخالف ہے اور دوسرے مشائخِ عظام کہ ان کی تعداد کا ذکر طوالت کا سبب ہے چنانکہ بہجۃ الاسرار جو کہ ایک معتبر کتاب ہے جس کا ذکر قوم کی کتابوں میں پایا جاتا۔ طبقاتِ ذہبی جو کہ مشہور علمأ و محدثین میں سے ہیں اور شیخ جذری جو کہ متاخرین علمأ کے پیشوا ہیں انہوں نے بھی اس قول کا ذکر کیا ہے۔ بہجۃ الاسرار کے مصنف دو واسطوں سے حضرت غوث الثقلین تک جا ملتے ہیں اور ان کی دوسری کتابیں مثلاً روضۃ المناظر فی مناقبِ شیخ عبدالقادر جو کہ شیخ مجدالدین فیروز آبادی صاحبِ قاموس کی تالیف ہے۔ اسی طرح امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

جواب: شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے دوسرا مسلک اختیار کیا اور اس مسلک پر صرف حضرت شیخ سہروردی نہیں گئے بلکہ دوسرے اکابرین نے بھی یہ مسلک اختیار فرمایا ہے، عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔ یہ بات بہت کم ہے کہ مرید سلطان حال کے ابتدائی ظہور میں عُجب سے الگ رہا ہو، یہاں تک کہ اکابرین کی جماعت سے ایسے کلمات جو

عجب کی خبر دیتے ہیں، منقول ہیں اوراس قبیل کی باتیں مشائخ سے نقل کی گئی ہیں۔ان کے نزدیک بقایاسکر سے ہیں۔اورابتدائی امر میں سکر حال کی تنگ گلی اورصحو کی کھلی فضا کی طرف نہ نکلنے پر منحصر ہے۔یہ اس وقت ہے جب صاحبِ بصیرت اپنی نظر کو صاف کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ حالت واردات میں سے کسی وارد کے قلب پر نزول کے وقت نفس کا سمع سے چھپانا ہےاورنفس جب سننے سے بجائے جبکہ قلب پر کسی حال کا ورود ہو تو ایک وجہ پر اپنی صفت کے ساتھ ظاہر ہوگی نہ تو وقت کے اردگرد ہوگی اور نہ ہی حال کی لاف مارے گی تو پھر ایسے کلمات عُجب کو ظاہر کریں گے جیسا کہ بعض اولیأ کا یہ کہنا کہ اس سبز آسمان کے نیچے میری مثل کون ہے اور بعض کا کہنا کہ قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔اسی قول سے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے سند پکڑی ہے۔اگر کہا جائے کہ عوارف کا حوالہ اور سند لینا جناب محبوب سبحانی کے خاص ارشاد کے بارے میں مذکورہ نہیں ہےاور نہ ہی حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے خاص قول کا ذکر ہےاور نہ ہی عوارف میں مبتدیان، اہل سکراور مغلوبِ وقت کا ذکر ہے۔تو پھر صحو و تمکین کے منتہی لوگوں کا ارشاد جو بامرِ الٰہی ہوگا سکر والے لوگوں میں داخل کرنا عقل و دیانت سے دور ہوگا۔اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی نے حضرت غوث کے اس قول کو تسلیم کیا ہےاوراطاعت فرمان کیا اوراس معنی کے قائل ہوئے کہ یہ بامرِ ربانی ہے پس کبھی کبھی عوارف میں اس قول کو سکر پر محمول کیا ہے یہ ہرگز تسلیم و ترجیح کے قابل نہیں ہوگی۔اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ تمہارا قول سرتاپا وسوسہ ہے کیونکہ عوارف میں نامِ نامیٔ غوثِ اعظم قدس سرہ سبب شہرت کے چھوڑا گیا ہےاس کے علاوہ یہ قولہ کے ساتھ خاص ہےاس طور پر کہ حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ سے منقول ہے کسی دوسرے ولی سے صادر نہیں ہوا ہے۔

بہجۃ الاسرار میں روایت ہے کہ شیخ المفاخر عدی بن شیخ ابوالبرکات بن صخر قدس سرہٗ نے

خبر دی کہ والد محترم نے مجھ سے کہا کہ مَیں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر اموی قدس سرہٗ سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ پہلے مشائخ میں سے کسی نے کہا ہو قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ سوائے حضرت محی الدین عبدالقادر کے تو انہوں نے کہا میرے علم میں نہیں انتہی۔ اگر عوارف میں مبتدیوں کا ذکر ہے مگر یہ بھی مذکور ہے کہ کل ما نقل من ذٰلك القبیل من المشائخ لبقایا السکر۔ اس کلیہ میں تمام منقولات شامل ہوتے ہیں اور اس کے سوا یہ بھی مذکور ہے کہ جس شخص پر یہ مشکل ہو اور وہ نہ جانے کہ نفس کا سمع سے التراق ہے یعنی چھپانا ہے تو اسے اصحابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ترازو سے وزن کرے۔ ان کا تواضع کرنا اور ایسے کلمات سے پرہیز کرنا اور دوسرے بندوں سے ایسی باتوں کے ظاہر کرنے سے دور رہنا۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے عوارف کے قول کو سند میں لیا۔ آپ کا بھی یہی مقصود ہے کہ یہ کلام سکر سے واقع ہوا اور جو عوام کے خیال میں یہ معنی بعید ہیں، اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عوارف کی مراد اس قول سے تنقیص نہیں ہے جیسا کہ وہم کیا گیا ہے بلکہ یہ عین تعریف ہے بلکہ یہ حقیقت کا بیان ہے یعنی اس قسم کا کلام جو عجب وفخر کو ظاہر کرے وہ بغیر سکر کے واقع نہیں ہوتا کیونکہ صحوِ خالص میں ایسا کلام دشوار ہوتا ہے، انتہی۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بشر المحاسن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قوم ایسے سمندر میں وارد ہوتی ہے جس کا کنارہ نہیں ہے، اس مورد سے اور جو کچھ اس میں معارف، اسرار وحکمت کے جوہر حل ہوتے ہیں ان پر انکار کرنے والا جاہل ہے۔ انھوں نے وصل کے پیالوں سے محبت کی راحت کو پیا ہے کہ جس کی ہوا کو نہ سونگھ سکا جس نے اپنے نفس کو اس راہ میں قتل نہ کیا ہو۔ وہی لوگ انکار کرنے لگے جو ان اسرار ورموز سے ناواقف ہیں۔ ان جوہر واسرار کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس سمندر کے ماہر ہیں تو ان اولیائ کرام سے جب سکر کی حالت میں ایسے الفاظ صادر ہوئے ہیں تو ان کا انکار ان لوگوں نے کیا جو اِن الفاظ کی قدر ومنزلت نہیں

جانتے یہ ان کی جہالت کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ان معارف کے اسرار کی تہہ تک نہیں پہنچے ہوئے ہیں اگر چہ ہم بھی ان اسرار سے ناواقف ہیں لیکن ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے جواب میں یہ مسلک اختیار کرتے ہیں۔

مسلکِ اوّل۔ سکر کی وجہ سے اس حالت میں وہ معذور ہیں کیونکہ ان سے جو شطحیات صادر ہوئے ہیں، وہ وارداتِ حال سے غَیبُت اور سکر سے ہیں وہ سکر جو مباح سبب سے واقع ہو تو شرطِ معروف کے ساتھ شرع میں تکلف کو ساقط کر دیتا ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں ہے۔

مسلکِ ثانی۔ ان سے عذر ہوگا کہ ان باتوں کا صادر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایۃ کے طور پر ہوگا۔

مسلکِ ثالث۔ ان سے بالامر عذر ہوگا یعنی شطح مذکور جس کا حکم دیا گیا ہے تو ان سے یہ صدور امر کی فرمانبرداری اور بجا لانے پر ہوگا۔ اور یہ امر ان کی فضیلت کی بڑائی اور ان کی بلندیٔ شان کو ظاہر کرنا اور ان کی بلند قدر سے ناواقف لوگوں کو پہچان کرانا ہے اور ان سے تعلق کی وجہ سے رہنمائی حاصل کرنا ہے اس کے علاوہ اور مصالح بھی ہیں اور جو حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں کتاب مناقب میں روایت ہے طرق کثیرہ اور مشہور روایات سے ہے اکابر مشائخ، فاضل علمأ اور ثقہ بزرگوں کی جماعت سے مروی ہے اور یہ بات دور اطراف تک مشہور ہوئی جب کہ آپ اپنی مجلس میں منبر پر کلام فرما رہے تھے۔ ”قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ارادت بزرگانِ دین سے عام طور پر اور حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ سے خصوصی طور پر تھی، ان کی تصنیفات جیسا کہ خلاصۃ المفاخر فی انتخابِ مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور تاریخ مرأۃ الجنان وغیرہ میں ظاہر ہے ان کا کلام دیکھنے کے قابل ہے کے قول قدمی ھذہٖ الخ کو حالتِ سکر اور امرِ الٰہی کو بجا لانے کا کہا ہے۔ حاشا

کہ نقص کا غبار قدسی نظام کلام کے دامن پر پڑے کیونکہ اس کا اظہار امر الٰہی کو بجا لانے پر ہوا ہے تاکہ لوگ ان کی بلند شان کو سمجھیں اور ان کے بلند مرتبہ کو پہچانیں اور مشکلات میں ان سے توسل کریں۔ نفس سے چھپانے پر ہرگز محمول نہ ہوگا اور لوگوں پر آپ کے حکم کی اتباع لازم ہوگی اور منکرین ذلت و شرمندگی کا منہ دیکھیں گے۔

اصحابِ طریقت کے پیشوا، حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''خلاصۃ المعارف واسرار العقائد'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اولیائے امت میں مرتبۂ کمال جو مقام ولایت خاصہ ہے غوثیت کے کمالات سے ہے۔ اس مرتبہ میں اکملیت انس و جن کی غوثیت ہے، یہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے نصیبِ خاصہ میں ہے کیونکہ آپ غوث الثقلین ہیں لہٰذا غوثِ اعظم حقیقی اکمل ہیں اور خود مقامِ ولایتِ انبیاءٗ کے اہل ہیں جو کہ ولایتِ اولیاءٗ کے اوپر ہیں اور یہ مرتبہ کہ اہلیتِ ولایتِ انبیاءٗ ہے، یہ امام کا مرتبہ ہے اگرچہ مخفی ہو اور یہ امام ان بارہ اماموں میں شامل نہ ہوگا لیکن ان بارہ اماموں کے ماتحت ہو کر تمام اولیائے امت میں امام ہوگا، جو بھی زمانہ ہو۔ ''قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' کا راز ان دو معنی میں تلاش کیا جا سکتا ہے ایک تو کمالِ غوثیت ہے دوسرے خاص الخاص ولایت کے ظاہر ہونے پر کہ ان میں سوائے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ نسبت تمام اولیاءٗ اوّلین و آخرین پر غالب ظاہر ہوئی ہے اور لفظ کل ولی اللہ اس معنی میں فرمایا۔ پس ولایتِ خاصہ والے اولیاءٗ میں امامت کے لحاظ سے جو ولایت انبیاءٗ سے وابستہ ہے اگرچہ خود سے مخفی ہو حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کا قدم ہر خاص و عام ولی کی گردن پر ولایت مطلق ہوگی یعنی حضور غوثِ اعظم کو دوسرے اولیاءٗ پر فوقیت حاصل ہوگی اور وہ اولیاءٗ جو اہلِ باطن مرتبہ اخص الخواص اور خاص الخواص پر ہیں وہ ولایتِ مطلق والے کے زیر قدم سے باہر ہو گے۔ اور اولیائے امت میں سے کوئی فرد، ولایتِ انبیاءٗ جبکہ کہ یہ مرتبہ خاص الخواص جو ولایتِ مطلق سے ہے بلکہ ولایت ملائے اعلیٰ

کہ یہ مرتبۂ اخصِ ولایتِ مطلق سے ہے یہ مقام بہت کم پایا جاتا ہے تو پھر یہ حکم اکثر کے لئے ہوگا، لاچار کل اولیأ کہہ سکتے ہیں کیونکہ اولیأ کرام کی اکثریت ان مقامات پر نہیں پہنچ سکی اور علم اور کمالاتِ ولایتِ انبیأ تک پہنچنے کو آسان نہیں جانتے کہ اس کی دلیل جو کچھ پہلے لکھا گیا ہے، اکثر اولیائے امت کی کتابوں اور رسائل میں نہیں ملتی۔ اور دوسرے اکابرین قدس اللہ اسرارہم نے لفظ کل کو مطلقاً آپ کے زمانہ پر مخصوص کیا ہے۔ اس فقیر کو یہ معانی معلوم ہوئے جو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

اس مسودّہ کے لکھنے سے ایک روز پہلے، یہ حقیقت جو کبھی چند سال پہلے کی یہی دو وجہیں جو پہلے لکھی جا چکی ہیں، اس تحریر کے وقت میرے دل میں گزریں۔ اسی حال میں حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کی روحِ مبارک سامنے آئی اور اس فقیر کو یہ عبارت فرمائی کہ اے بیٹا! ان دونوں وجہوں میں کوئی غلطی نہیں ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کلمہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بغیر نظر وفکر، بے ارادہ القائے رّبانی کے ساتھ غیب سے صادر ہوا اور حضرت شیخ الشیوخ نے بھی عوارف میں فرمایا ہے کہ یہ کلمہ حضرت شیخ سے حالتِ سکر میں ظاہر ہوا۔‘‘

اے برادر! اس فقیر (یعنی مولانا احمد وکیل صاحب) کے نزدیک سکر کی تقدیر پر یہ ممدوح ہے نہ کہ مذموم، اس لحاظ سے کہ کوئی ترقی راہِ سلوک میں مطلق مستی سے خالی نہیں ہوتی، مستی جلی ہو یا خفی۔ جب حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان خاصہ مخصوصہ مراتب پر خود مشرف ہوئے ہیں تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قدرت سے بغیر تکلف و بے قصدِ غیر کے القأ سے فرمائے ہیں؛ قد می ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ اس وجہ سے کہ ظاہر ولایت کی فوقیت اپنے نصیب میں پائی ہے اور یہ بات روشن ہے کہ صوفیہ کے کلام میں سکر کا ظہور اس حالت کی تعبیر ہے کہ اس حالت والا اس چیز کو چھپا نہیں سکتا جو چیز اس حالت سے پہلے لازم ہو چکی تھی۔ پس یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرام اور حضرت مہدی علیہ السلام اور دوسرے

افراد بھی بہ حیثیتِ کمالِ باطن مرتبۂ اخص وخاص الخصوص ولایتِ زیرِ قدمی سے باہر ہوں گے اورفوق بلکہ افوق ہوں گے۔ اگر تمام اولیأ اوّلین وآخرین سوائے صحابہ کرام ان دو وجوہ مذکورہ کی حیثیت سے کہ کمالِ ظاہرِ ولایتِ خاص الخواص اور کمالِ غوثیت ہوگی کہ یہی منصبِ اکمل حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبۂ خاص ولایت پرفوقیت کا سبب ہوا لیکن وہ لوگ جوکمالِ باطنِ ولایتِ خاص لخواص کی حیثیت میں ہیں، وہ ان کے برابر ہوں گے اورانہیں بھی فوقیت حاصل ہوگی۔ اس میں حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کی اہانت نہیں ہوگی اور وہ فوقیت حضور غوثِ اعظم کی ان پر افضلیت کے لیے لازم نہیں ہوگی۔ اے بھائی! کلام اولیأ کے اسرار سمجھو اوراگر ہم ان مخصوص وجوہ کو چھوڑ دیں اور عموم حکم پر آئیں تو اس وقت یہ تمام اولیأ مبتدی اور منتہی تک ولایتِ مطلق پر ہوں گے، چنانچہ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے پیر صحبت ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم ہے جو اپنے وقت میں تمام اولیائے وقت کی گردن پر ہوگا اور یقیناً مامور ہوئے ہیں کہ وہ کہیں قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ تمام اولیائے کرام گردن رکھیں گے اور جان لیں گے کہ لفظ مامور سکر کی نظر میں جیسا کہ حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا ہے کہ اس عجمی کا قدم ہے مخصوص مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے ولایتِ مطلق کے مراتب سے کہ قدمی یائے متکلم کی قید سے اور معتبر کیا یعنی مرتبۂ غوثیتِ تامّہ جو اکملیتِ مرتبۂ خاص ہے، پر اشارہ کیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ مرتبۂ خاص الخواص ولایتِ مطلقہ سے ہے اور یہ بات بھی ہے کہ شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتِ مذکور سے زمانہ کی قید، عبارتِ وقت سے ظاہر ہے۔

اور منقول ہے کہ حضرت خواجہ فریدالدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے قدمی ھٰذہٖ۔ الخ فرمایا ہے آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر مَیں اس وقت ہوتا تو اپنی آنکھوں پر

لیتا پس حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ کے مریدین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا کہ حضور غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب کُــــل مطلق کی نظر سے دیکھا جائے تو زمانہ کے اولیائ مراد ہیں اور زمانہ سے مراد صد سالہ زمانہ ہے اور جب آپ اس صدی کے مجدد خود تھے تو اس وقت دوسرا کوئی بھی ان کے برابر نہ ہوگا۔ لاچار ان کا قدم اس وقت کے تمام اولیائ کی گردن پر ہوگا یعنی آپ کی فوقیت اس زمانہ کے تمام اولیائ پر ہوگی۔ یہ فوقیت دوسری فوقیت کی مثل نہ ہوگی بلکہ بہت بلند فوقیت ہوگی اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حضور غوثِ پاک کی صدی کے علاوہ ہر صدی میں کوئی دوسرا اس کے مجدد سے افضل نہ ہوگا یہ کوئی لازم نہیں ہے چنانچہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ جو کہ الفِ ثانی کے مجدد ہیں اور اسی الف ِ ثانی میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ ان سے اور تمام اولیائے امّت سے افضل واکمل ظاہر ہونے والے ہیں انشا اللہ تعالیٰ، انتہیٰ۔

مؤلف

فاضل مصنف مولانا وکیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں سب سے پہلے مجدد کی ضرورت پر بحث کی کہ مجدد کا پایا جانا بہت ضروری ہے پھر اس کے ساتھ مجدد کو اپنی مجددیت کا دعویٰ جائز ہے جیسا کہ تفصیل سے بتایا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مجددیت کا دعویٰ کیا اور اس کی تائید میں اپنے علوم وتصانیف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے فلاں فلاں علوم میں مجھ سے کوئی سبقت نہیں لے گیا یہ میرے انفرادی علوم ہیں۔ ان کی اس خوش بیانی پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ اپنے دعویٰ میں مقبول ہیں پھر نقشبندیہ سلسلے میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی اپنی مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرا پنے آپ کو مجدد الف ثانی کہایا علمأ نے آپ کی مجددیت تسلیم کی ہو اور مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب فرمایا ہو تو اس پر کسی کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ ولایت کے حالات کا سلسلہ پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ تک۔ پھر حضرات قادریہ اور چشتیہ سلسلہ والوں نے ولایت کے حصول کے طریقے تدوینی صورت میں بیان کئے مگر مقامِ خلت تشنہ کام رہا اس سے پہلے مقامِ محبیت ومحبوبیت کے طریقے طے ہوئے لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ان مقامات سے گزر کر مقامِ خلت جو حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے جوہر شریف میں پوشیدہ تھا اس کا اظہار اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا۔ محبیت، محبوبیت اور خلت کے معانی بیان فرمائے۔ وہ علمأ کرام جو اپنے علوم میں بلند پایہ درجہ رکھتے تھے انہوں نے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے براہینِ ساطعہ اور حججِ قاطعہ کو دیکھا اور پڑھا تو آپ کی مجددیت کے قائل ہوئے، جیسا کہ حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی۔ مولانا جان محمد لاہوری اور مولانا عبدالسلام ویوکی ان سب حضرات نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں حضرت امامِ سرہندی کو مجدد الف ثانی کہا ہے۔ جواہر الخلائق کے مصنف نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو جامع علومِ ظاہری اور علومِ باطنی اسی طرح مقاماتِ عالیہ اور کراماتِ جلیلہ سے موصوف فرمایا ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجدد الف ثانی نے ہندوستان میں انبیأ اور ان کے تابعین اور ان کے درجات کو اپنے کشفی رنگ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس والہانہ عقیدت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے کمالات کا بیان فرمایا ہے اس تحریر کو اگر عقیدت سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امامِ سرہندی قدس سرہٗ کا کتنا بلند مقام ہے کہ

طریقت کے وہ اسرار وعلوم ظاہر کئے کہ سابقین سے سبقت لے گئے۔ یہی عقیدت ہے جس کی وجہ سے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو خاندانِ دہلوی کا ملجا و ماویٰ کہا گیا ہے۔

مولانا وکیل احمد صاحب نے سکر وصحو کی بحث کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سکر کے بارے میں چند مسالک بیان فرمائے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحو کے ساتھ سکر کی بھی کیفیت پائی جاتی ہے سکر کے انکار کرنے والوں پر دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ صحو بھی حق ہے اور سکر بھی، دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا بھی حق ہے۔ مشائخِ عظام وعلمائے کرام کے اقوال سے سکر کا پایا جانا ایک حقیقی امر ہے حضرت ابنِ عربی قدس سرہٗ نے سکر کے تین مرتبے مقرر کئے ہیں۔ حضرت سہروردی قدس سرہٗ نے بھی سکر کی حالت کو تسلیم کیا ہے۔ معلوم نہیں ان دلائل کے ہوتے ہوئے سکر کا انکار کیوں جا رہا ہے؟

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نرا صحو بھی ٹھیک نہیں اور نرا سکر بھی ٹھیک نہیں بلکہ دونوں کا یکجا ہونا ضروری ہے اگرچہ سکر صحو کے ساتھ نمک کی حیثیت سے ہو۔ معلوم نہیں اتنے دلائلِ قویہ کے ہوتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی صاحب نے کیوں سکر کا بالکل ردّ کیا ہے حالانکہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قولِ قدمی۔۔ الخ کو سکر کی حالت اور امر بجالانے کا کہا ہے پھر حضرت فاضل بریلوی کے اس شعر پر غور کرنا پڑے گا ؎

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا
آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشہ والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا

اس شعر میں ''نشہ والوں'' کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ نشہ تو نشہ آور چیزوں کے

استعمال سے ہوتا ہے۔ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ“ کو ایک عمدہ پیرائے میں واضح فرمایا، فرماتے ہیں؛ اولیائے امت میں ایک مرتبۂ کمال ہے، جسے ولایتِ خاصہ کہتے ہیں، اس کا تعلق غوثیت کے کمالات سے ہے۔ یہاں پر اکملیت کا پایا جانا انس وجن کی غوثیت پر ہے اور یہ مرتبہ خاص طور پر حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا نصیبہ ہے کیونکہ آپ غوث الثقلین ہیں۔ آپ غوثِ اعظم، حقیقی اکمل ہیں اور ولایتِ انبیأ کے اہل ہیں جب کہ یہ مقام ولایتِ اولیأ کے اوپر ہے۔ ولایتِ انبیأ کی اہلیت کا مرتبہ امام کا مرتبہ ہے اگرچہ مخفی ہو۔

اس پر حضرت بنوری قدس سرہٗ نے ایک فیصلہ کن بات فرمائی کہ یہ امام ان بارہ اماموں میں شامل نہ ہوگا بلکہ ان بارہ اماموں کے ماتحت اولیائے امت میں امام ہوں گے۔ اس قول سے ثابت ہو رہا ہے کہ قدمی ھذہٖ الخ کا سابقہ تمام اولیأ پر اطلاق نہ ہوگا اس حکم سے بارہ امام خارج ہوں گے لہٰذا اولیائے عالم کا حکم درست نہ ہوگا۔

اس قول کا راز دو باتوں میں مل سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس میں کمالِ غوثیت ہے۔ دوسرے یہ کہ سوائے صحابۂ کرام کے خاص الخاص کی نسبت حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ پر ظاہر ہوئی ہے، یہ نسبت دوسرے اولیأ پر غالب ظاہر ہوئی ہے۔ اس حکم کے لحاظ سے اوّلین وآخرین اولیأ شامل ہیں اور ولایتِ خاصۂ والے اولیأ پر امامت کے لحاظ سے حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کا قدم ولایتِ مطلق سے ہر خاص وعام کی گردن پر ثابت ہوگا لیکن وہ اولیأ کرام جو اہلِ باطن ہیں اور مرتبۂ اخص الخواص اور خاص الخواص پر ہیں وہ ولایتِ مطلق والے زیرِ قدم سے باہر ہوں گے اور یہ بات بھی ہے کہ اولیائے امت میں اکثر وہ لوگ ہیں جو ولایتِ انبیأ جو مرتبہ خاص الخواص کا ہے، اس مرتبہ پر بہت کم پائے جاتے ہیں ان کی اکثریت کی بنأ پر کل اولیأ کہہ سکتے ہیں۔ حضرت بنوری قدس سرہٗ نے آخر میں فیصلے کی یہ بات بھی فرمادی اکابرین قدس اللہ اسرارھم نے لفظ کل کو مطلقاً آپ کے زمانہ پر مخصوص کیا ہے۔

یہاں تک مولانا وکیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا خلاصہ مؤلف نے تحریر کیا ہے، اس کے بعد کا کلام بھی پڑھنے کے قابل ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
کے
مکاشفات، ملفوظات اور کرامات

کتاب کے اختتام پر یہ خیال آیا کہ تبرک کے طور پر حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے چند مکاشفات اور ملفوظات بھی تحریر کئے جائیں تاکہ قارئین انہیں پڑھ کر روحانی برکات حاصل کریں اور ساتھ ہی کتاب بھی بابرکت ہوجائے۔ (از حضرت القدس، مکاشفات)

مکاشفات

مکاشفہ نمبر 1

حضرت شاہ کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کا جبہ مبارک بذریعہ شاہ سکندر کے پہنایا جانا۔ اس کی پوری تفصیل گزشتہ صفحات میں آچکی ہے۔

مکاشفہ نمبر 2

ایک روز لاہور سے ایک سبزی فروش آپ کی خدمت میں آیا۔آپ کھڑے ہو گئے اور اس تعظیم کی۔ جو لوگ موجود تھے انہوں نے اس کے جانے کے بعد آپ سے عرض کیا کہ وہ سبزی فروش تھا۔آپ نے فرمایا کہ وہ ابدال ہے اور اس پیشے کو اس نے خود کو چھپانے کے لئے اختیار کیا ہے۔

مکاشفہ نمبر 3

ماہِ رمضان مبارک کے آخری عشرے میں (ایک مرتبہ) آپ نے فرمایا کہ آج میں نے عجیب بات دیکھی۔ میری آنکھیں مراقبے میں بند تھیں کہ یکا یک دیکھا کہ ایک صاحب میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب میں نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مَیں اس لئے آیا ہوں کہ تمھارے لئے اجازت نامہ لکھ سکوں جو مَیں نے آج تک کسی کے لئے نہیں لکھا۔مَیں نے دیکھا،اس اجازت نامے میں بہت سی بلند عنایات اور الطاف لکھے ہوئے تھے جو اس دنیا سے متعلق تھے اور اس کی پشت پر بھی کثیر رحمت و مکرمت درج تھی جو اس دنیا سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ بات آپ کے مکتوبات کے دفتر سوم مکتوب نمبر 106 میں مذکور ہے۔

مکاشفہ نمبر 4

آپ فرماتے تھے کہ بغیر تکلف اور تعصب کے کہا جا سکتا ہے کہ مذہبِ حنفی کی نورانیت میری نظرِ کشفی میں ایک عظیم سمندر معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب حوضوں اور نہروں کی

طرح نظر آتے ہیں۔

مکاشفہ نمبر 5

آپ فرماتے تھے کہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ جس جنازے پر تم نماز پڑھو گے اس کی میت کو میں بخش دوں گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے بشارت حاصل ہے کہ کل روزِ قیامت میں کتنے ہزار مسلمانوں کو تمھاری شفاعت سے بخش دیا جائے گا۔

مکاشفہ نمبر 6

آپ فرماتے تھے کہ مجھ پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ہندوستان میں بھی انبیاً گزرے ہیں لیکن بہت کم ان کے پیرو ہوئے ہیں یعنی بعض پیغمبروں سے دو شخص، بعض سے تین شخص اور بعض سے صرف ایک شخص ایمان حاصل کر سکا اور تین سے زیادہ (ایمان لانے والے) نظر نہیں آئے۔ اگر میں چاہوں تو انبیاً علیہم السلام کے مبعوث ہونے کے مقامات اور ان کے مسکن بتا دوں کہ مجھ پر ظاہر کئے گئے ہیں اور ان کے مقبرے بھی بتا سکتا ہوں کہ ان مقبروں پر ابھی تک انوار کا نزول ہوتا رہتا ہے (اس کی تفصیل دفتر اوّل مکتوب ۲۵۹ میں دیکھنے کے قابل ہے)۔

مکاشفہ نمبر 7

آپ فرماتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ہمارے زمانے سے لے کر حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں، کسی اور کو حاصل نہ ہوں گے۔

مکاشفہ نمبر 8

مخدوم زادۂ عالی قدر خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ''اگر میرے روضے کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر مٹی قبر میں ڈال دی جائے تو بفضلہٖ تعالیٰ راحتِ عظیم کے نزول کی امید ہے۔ پھر اس ہستی کا کیا رتبہ ہوگا، جو اس روضے میں دفن ہے۔

مکاشفہ نمبر 9

آپ فرماتے تھے کہ کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو بدعت کی تاریکیوں نے گھیر لیا اور سنت کا نور بعض مقامات پر جگنو کی طرح خال خال نظر آتا ہے۔

مکاشفہ نمبر 10

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی ہمارے طریقے میں داخل ہوا اور داخل ہوگا قیامت تک بالواسطہ اور بلاواسطہ، مردوں میں سے یا عورتوں میں سے وہ سب میری نظر میں لائے گئے اور ان کا نام، نسب، مولد اور مسکن بھی مجھے بتایا گیا اور اگر مَیں چاہوں تو سب کو بیان سکتا ہوں۔

مکاشفہ نمبر 11

ایک دن اجمیر شریف میں آپ قطب الاقطاب، حضرت معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور بہت دیر تک اس بدرالاولیاؒ کی خدمت میں مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو اپنے قریب والوں سے فرمایا حضرت خواجہ رحمۃ

اللہ علیہ نے بہت زیادہ لطف وکرم فرمایا اور اپنی خاص برکات سے ضیافت فرمائی اور اسرارو رموز بھی بیان فرمائے پھر لشکر کی رفاقت سے خلاصی کے لئے جو لوگ میرے لئے کوشش کر رہے تھے، اس سے منع فرمایا اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ دینے کے لئے حکم فرمایا۔ اسی اثنا میں یہ ہوا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مزارِ مبارک کی چادر جو ہر سال تازہ ڈالی جاتی ہے اور پرانی چادر کسی بڑے بزرگ کو بھیجی جاتی ہے یا بادشاہِ وقت کو پیش کی جاتی ہے اور بادشاہ اس کو لعل کی طرح صندوق میں ادب و تعظیم کے ساتھ رکھتے ہیں حضرت مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی گئی اور مجاوروں نے کہا کہ آپ سے زیادہ اس تبرک کا مستحق اور کون ہوسکتا ہے؟ آپ نے پورے ادب و تعظیم کے ساتھ اسے قبول کیا اور فرمایا حضرت خواجہ کے اس متبرک کپڑے کو میرے کفن کے لئے محفوظ رکھا جائے کہ اس وقت حضرت خواجہ نے لباس کی بجائے یہی چادر عنایت فرمادی ہے۔

مکاشفہ نمبر 12

آپ فرماتے تھے کہ شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ اپنے تمام بیانات اور شطحیات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے مقبولین میں نظر آتے ہیں اور اولیائے کرام میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ع

کریموں پر مشکل نہیں کوئی کام

کبھی دعا سے رنجیدہ ہوتے ہیں، کبھی گالیوں پر ہنس دیتے ہیں۔ شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا منکر بھی خطرے میں ہے (اس لئے) شیخ کو قبول کر لینا چاہیے لیکن ان کی شطحیات کو قبول نہیں کرنا چاہیے ان کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا درمیانی طریقہ اس فقیر کا یہی ہے۔

مکاشفہ نمبر 13

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ اذان کے بعد مَیں دعا کر رہا تھا اور ہاتھ زانو پر تھے اس حالت میں خیال آیا کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کروں اور میرا وہ طریقہ ادب سے دُور معلوم ہوتا ہے چنانچہ مَیں نے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کرنے لگا (اللہ تعالیٰ کی شان!) کہ صرف اس قدر ادب کی رعایت کرنے سے خدائے غفار وستار کی بارگاہ سے آواز آئی کہ تم پر کسی طرح کا کوئی عذاب نہ کیا جائے گا۔

مکاشفہ نمبر 14

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ کسی جگہ تنہائی میں گوشہ نشین ہو جاؤں اور سب سے علیحدگی اور خلوت اختیار کرلوں۔ مَیں نے استخارہ کیا اور حضرت ربّ العزت سے اجازت چاہی۔ اللہ پاک کی طرف سے خطاب ہوا کہ پسندیدہ، مناسب اور صحیح طریقہ وہی ہے جس پر تم قائم ہو، خلوت اور گوشہ نشینی کا طریقہ نہیں چاہیے۔

مکاشفہ نمبر 15

اسی مخدوم زادہ بلند اقبال (یعنی خواجہ محمد معصوم) نے روایت کی ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں'' تو اس کا مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قبر اور جنت کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اٹھالیا جاتا ہے گویا وہ قبر جنت کے ساتھ فنا و بقا پیدا کرلیتی ہے اور یہی مطلب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ہے کہ ''میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے'' واضح ہو کہ روضہ کی یہ قسم خاص الخاص کے لئے ہے اور ہر مسلمان کو یہ بات میسر نہیں البتہ اتنا ہوسکتا ہے کہ جب ان

کی قبر میں پاکیزگی اورنورانیت پیدا ہو جائے تو ایسی استعداد پیدا ہوسکتی ہے کہ جنت کا ایک پر تو اس قبر پر پڑ جائے اور اس آئین کے مصداق ہو جائے جو مصفیٰ کیا جاتا ہے۔

مکاشفہ نمبر 16

آپ فرماتے تھے کہ سورج کی طرف تو بے تکلف دیکھا جا سکتا ہے لیکن شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شاہ سکندر کے قلب کی طرف نہیں دیکھا جا سکتا کہ اس میں انوار کی شعاعیں بہت غالب ہیں اور رسائی مشکل ہے۔

ملفوظات

ملفوظ نمبر 1

کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی برکت اور عظمت اس کے قائل کے درجات کے مطابق حاصل ہوتی ہے یعنی جس قدر اس کا قائل عظیم ہوگا اس کی برکت اور عظمت بھی زیادہ ہوگی پھر آپ نے ایک مصرعہ عربی کا پڑھا ع

حسن بھی بڑھتا گیا جتنا کہ مَیں دیکھا کیا

اور آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ معلوم نہیں دنیا میں اس آرزو سے بھی بڑھ کر کوئی آرزو ہے کہ انسان ایک گوشے میں بیٹھ کر اس کلمۂ طیبہ کی تکرار کی لذّت حاصل کرتا رہے لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔

ملفوظ نمبر 2

وہ امور جو عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لے آتے ہیں ان میں کھانا کھانے جیسی کوئی چیز نہیں ، کبھی کبھی تہجد کے وقت کھانے کی کدورتوں کی ظاہری صورتیں نظر آتی ہیں۔

ملفوظ نمبر 3

جو کچھ ہمیں عطا فرما دیا گیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اگر اس کرم کے لئے کوئی ذریعہ بنا ہے تو وہ صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، جس پر ہمارے معاملے کا دارومدار ہے۔ چنانچہ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے وہ اسی پیروی اور غلامی کی بدولت ہے اور جو کچھ ہم کو نہیں دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمِ شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہو گی۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بھول کر مَیں نے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا پاؤں رکھ دیا، اس روز مجھ پر حالات کے دروازے بند ہو گئے لیکن ندامت اور توبہ کے بعد حالات معمول پر آ گئے۔

ملفوظ نمبر 4

آپ ہمیشہ اپنے مریدین کو کثرتِ ذکر، دوامِ حضور اور مراقبہ کی پابندی کے لئے ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا دارِ عمل ہے اور کھیتی بونے اور اس کے لئے کام کرنے کی جگہ ہے، اس لئے حضورِ باطن کو ظاہری آداب و اعمال کے ساتھ اپنے کام میں لگائے رکھو۔

ملفوظ نمبر 5

شرم آتی ہے کہ انفرادی نماز میں قوت اور استطاعت کے باوجود رکوع اور سجود میں کم تسبیحات پڑھی جائیں۔

ملفوظ نمبر 6

لوگ سمجھتے ہیں کہ ریاضت کے معنی بھوکا رہنا اور روزہ رکھنا ہے لیکن (حقیقت یہ ہے) کہ کھانے میں توسط (اور توازن رکھنا) دوامِ روزہ سے زیادہ مفید ہے۔ جب لذیذ کھانا سامنے رکھا ہوا ہو تو آدھی بھوک تک کھانا اور پھر کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا بہت بڑی ریاضت ہے اور ان لوگوں کی ریاضتوں سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ ان لوگوں نے تو وہ کھانا دیکھا ہی نہیں اور کھانے سے باز رہے اور یہ لوگ تو اس میں سے چکھ کر باز رہے ہیں۔

ملفوظ نمبر 7

لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں لیکن آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے، خصوصاً فرض، واجب اور سنت نمازیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے بہت دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ۔ اور وہ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر۔

ملفوظ نمبر 8

نماز میں التحیات پڑھتے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا اگرچہ بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور مجتہدانِ حنفیہ کی بعض روایات اس کے جواز میں موجود ہیں لیکن

تحقیق سے معلوم ہوا کہ احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ یہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے علمائے نے اسے حرام اور مکروہ کہا ہے اور جب کسی کے حلال اور حرام ہونے میں اختلاف ہو اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہوگا۔

ملفوظ نمبر 9

احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں کیونکہ شریعت بالکل قطعی اور وحی الٰہی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف والہام سے ثابت ہوتے ہیں۔

ملفوظ نمبر 10

بڑا تعجب (اور افسوس) ہے کہ بعض ناقص اور خام قسم کے درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعتِ بیضا کے انکار اور مخالفت کی جرأت کرتے ہیں حالانکہ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو ان کے لئے بھی سوائے اس روشن شریعت کی پیروی کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا تو پھر ایسے کور باطن درویش کی کیا حیثیت ہے۔

ملفوظ نمبر 11

جب تک کوئی شخص علمِ ظاہری میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو اس وقت تک وہ صوفیہ کی باتوں کے اسرار سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

ملفوظ نمبر 12

عملِ صالح کو تکبر اس طرح تباہ کر دیتا ہے، جس طرح لکڑی کو آگ کر دیتی ہے۔ تکبر کا

معاملہ یہ ہے کہ اس عامل کو اپنا عمل بہت اچھا معلوم ہوتا ہے (حالانکہ اسے) چاہیے کہ وہ اپنی پوشیدہ برائیوں اور خامیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنی نیکیوں پر پردہ ڈالے بلکہ اپنی عبادتوں کے ادا کرنے میں شرمندہ ہو۔

ملفوظ نمبر 13

ایک دن آپ نے فرمایا کہ اگرچہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو صوفیہ کی وجہ سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں کہ اس امت کے بہت سے گناہ گار لوگ ان بزرگوں کے افاضات و برکات کی بدولت درجۂ کمالات کو پہنچ گئے ہیں اور ان بزرگوں کے انوارِ صحبت سے ان کی ظلمتِ بدعت دُور ہو گئی ہے۔ اور قرآن و سنت کے بہت سے اسرار ان بزرگوں کے مکشوفات سے ظہور میں آئے ہیں۔ لیکن صوفیہ کے اربابِ سکر کی وجہ سے اس دینِ مبین کو نقصانات بھی پہنچے ہیں اور (غیر محتاط) بے باک، ناقص لوگوں کے لئے وہ ہدف بن گئے ہیں اور ان کے سکر آمیز اقوال اور خلافِ شریعت کلام سے بہت لوگوں کو گمراہی ہوئی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے کلمات کے ظہور میں حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں بلکہ (حق یہ ہے) تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی عادات کو اپناؤ) کے حکم کے مطابق ان بزرگوں نے اپنی زبان سنتِ الٰہیہ کے لئے کھولی ہے کیونکہ قرآن پاک میں بھی جو متشابہات آتے ہیں، جیسے ید، استویٰ، العرش، ساق، وجہہ وغیرہ تو ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کر کے گمراہی مول لی اور اللہ تعالیٰ ان الفاظ سے ان کے گمراہ ہونے کو خوب جانتا ہے گو کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بھی ان بزرگوں نے کی جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ (1) خدا ہنسا (2) خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا (3) مَیں نے اپنے ربّ کو بصورتِ امرد جوان مدینے کی گلیوں میں چلتے پھرتے دیکھا (4) اس نے

اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا تو مَیں نے اس کی خنکی پائی۔ یعنی ایسے کلمات حضورِ انور ﷺ کی زبانِ مبارک سے بھی ادا ہوئے ہیں۔ حالانکہ انبیاً علیھم السلام اور خصوصاً حضورِ انور ﷺ تو کمال صحو میں تھے پس ان صوفیہ سے ایسے کلماتِ سکر اور خلافِ شرع الفاظ کا ادا ہونا بھی موجب طعن ولعن نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم نے خود کو شریعت میں ڈال دیا ہے اور حضورِ انور ﷺ کی روشن سنت کی خدمت میں ہم قائم ہیں۔ اب اگر ہمارے قلم کی زبان سے بعض سکر آمیز کلمات صادر ہوئے ہیں تو ظاہر بین لوگوں کو ان سے کیا ملے گا؟

مؤلف

اس ملفوظ میں بلند پایہ خیالات کا اظہار ہے۔ ایک تو یہ بات کہ حضرات صوفیائے کرام کی وجہ سے دینِ محمدی ﷺ کو بہت تقویت ملی ہے کہ بہت سے گناہ گار لوگ ان بزرگوں کی وجہ سے درجۂ کمالات کو پہنچے اور قرآن وسنت کے بہت سے اسرار ان کے ملفوظات سے ظاہر ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ ان صوفیائے کرام میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جن کے سکر آمیز کلمات سے نقصانات بھی پائے گئے ہیں۔ ان کے سکر آمیز کلمات کو نہ سمجھنے اور تہہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے بہت سے بے باک اور ناقص لوگ ظاہری طور پر خلافِ شریعت کلام کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

غور سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی کلماتِ متشابہات پائے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں۔ ان متشابہات کے مطابق اولیائے کرام نے بھی سنتِ الٰہیہ کے مطابق اپنے مکشوفات کو ظاہر کیا ہے جو کہ سکر کے رنگ میں ان کی

زبان سے صادر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کلام میں ید، وجہہ، ساق اور استویٰ علی العرش وغیرہ جیسے کلمات پائے جاتے ہیں جن کی علمائے کرام اور مشائخِ عظام نے تاویلیں کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے ان متشابہات سے اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت کیا اور گمراہی کے گڑھے میں گر گئے۔ اسی طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پاک میں بھی متشابہات پائے گئے ہیں جیسا کہ ملفوظ میں ذکر آ گیا ہے ان الفاظ مذکورہ کی بھی بزرگوں نے پیروی کی ہے تو معلوم ہوا کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تاویل جائز ہے تو لامحالہ اولیائے کرام کے کلام میں تاویل کئے جانے میں کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور زلل، ضلل اور بہتان کہنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے آخر میں فیصلہ کر دیا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو شریعت کا پابند کر لیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کو قائم رکھنے میں قائم ہیں تو اگر ہمارے کلام سے سکر آمیز کلمات صادر ہوئے ہیں تو اعتراض کرنے والے ظاہر بین لوگوں کو اس سے کیا حاصل ہوگا سوائے اس کے کہ وہ اپنے دل کا غبار نکالیں گے۔

کرامات

کرامت نمبر 1

علامہ میرک (جن کا انتقال حضرت مجدد قدس سرہٗ سے دو سال پہلے 1032ھ میں ہوا) شاہزادہ ولی عہد شاہجہان کے استاد اور بادشاہ کے مقرب تھے، بیان کرتے تھے کہ مجھے حضرت مجدد سے کدورت تھی، اس لئے کہ مَیں نے بعض لوگوں سے سنا تھا کہ آپ نے کہیں لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہے۔ اسی زمانہ میں میرا آنا ہندوستان

ہوا اور مَیں سرہند میں ٹھہرا، اتفاق سے میری ملاقات ایک قدیم دوست سے ہوئی، جو پہلے بالکل آزاد طبیعت کا تھا۔ اصلاح وتقویٰ سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا لیکن اب شریعت وتقویٰ کے لباس میں آراستہ ہے اور خدا طلبی اور حق پرستی اس کی پیشانی سے ٹپکتی ہے۔ مَیں نے اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ مَیں حضرت مجدد قدس سرہٗ کا مرید ہوگیا ہوں، ان کی خدمت میں حاضری نصیب ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت کی برکت سے یہ دولت مجھے عطا فرمائی ہے۔ مَیں نے کہا کہ انہوں نے ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں، ان کی صحبت میں کیا اثر ہوگا ؟اس نے کہا خبردار! ہزار بار خبردار! بے سمجھے ہوئے انکار مت کرو، وہ تو اس وقت قطبِ عالم ہیں اگر تم ان کی صحبت میں بیٹھو تو تمہیں خود ہی حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ مجھے چونکہ آپ سے سخت کدورت تھی، اس لئے مَیں نے کہا، مَیں ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بہت غصہ ہوا کہ ضرور دیکھ لو اور اپنے فاسد خیال سے باز آجاؤ۔ پھر مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا! اگر میری تین باتوں کا جواب جو میرے دل میں ہیں وہ دے دیں گے تو مَیں ان کا معتقد ہو جاؤں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کریں اور میرے دل سے انکی کدورت دور کریں۔ دوسرے یہ کہ میرے آبا ٔ واجداد کا ذکر چھیڑیں اور ان کے حالات کسی قدر بتائیں۔ تیسرا یہ کہ حضرت خواجہ خاوند محمود کے احوال بھی بیان کریں۔

آخر کار مَیں اپنے دوست کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جونہی مَیں نے ان کو دُور سے دیکھا میرے تمام اعضا میں رعشہ طاری ہوگیا اور میرے دل میں دہشت وہیبت طاری ہوئی ڈرتا اور لرزتا ہوا مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بیٹھنے کی اجازت دی، میرے بیٹھتے ہی آپ نے تکیے کے نیچے سے ایک تحریر نکالی اور میرے حوالے کی۔ وہ وہی مکتوب تھا جس سے لوگوں نے بدگمانی پیدا کر لی تھی کہ گویا آپ نے خود کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ سے افضل کہا۔ آپ نے یہ بات ایسی واضح فرمائی کہ میرے دل میں شک وشبہ

کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ پھر فرمایا؛ اے میرے مولانا میر کی! تمہارے والد کا نام ایسا ایسا تھا تمھارے دادا ایسے تھے تمھارے پردادا ایسے مولوی تھے ہر ایک کا نام اور ان کے فضائل بیان کئے حالانکہ مَیں کبھی ان کی خدمت میں متعارف نہیں تھا۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور چاہا کہ مجھے رخصت کریں میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ آپ نے تیسری بات یعنی خواجہ خاوند محمود کا ذکر نہیں کیا۔ آپ نے پلٹ کر میری طرف روئے سخن کیا اور فرمایا کہ خاوند محمود ہمارے پردادا ہیں اور موروثی جذبۂ روحانیت رکھتے ہیں۔ راوی میرک کہتے ہیں کہ یہ تین کرامتیں ایک ہی مجلس میں حضرت سے مَیں نے مشاہدہ کیں۔

کرامت نمبر 2

حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں جو آپ سے مرید ہوا تو اس کا سبب یہ کرامت تھی کہ ایک رات مَیں نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے یہ آیات سنا رہے ہیں؛ قُلِ اللّٰہ ثُمَّ ذَرھُم، کہو اللہ پھر ان (لوگوں) کو چھوڑ دو۔ تلاوت کے دوران تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا چنانچہ مَیں نے اپنے دل کو ذاکر پایا۔ علامہ مذکورہ ایک عرصے تک اسی نسبت کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی طور پر استفادہ کرتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ مَیں شیخ احمد قدس سرہ کا اویسی ہوں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری تعلیم بھی حاصل کی۔

کرامت نمبر 3

ایک روز آپ کے ایک مخلص کو خیال ہوا کہ آپ ہی ہمیشہ امامت فرماتے ہیں، آخر

اس کی کیا وجہ ہے؟ اس خیال کو لے کر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی وہ اپنی بات زبان پر نہیں لایا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر کوئی نماز جائز نہیں، اس لئے مقتدی (امام کے پیچھے) سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے اور صحیح احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے لیکن امام اعظم نے امام کی قرأت کو مقتدیوں کی قرأۃ قرار دیا ہے اور مقتدیوں کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا جائز نہیں اور جمہور فقہائے حنفیہ کا مذہب یہی ہے گو کہ بعض ضعیف روایتوں نے اس قرأۃ کو جائز کہا ہے۔ ہم حتی الامکان یہ کوشش کرتے ہیں کہ تمام ائمہ کے مذاہب جمع ہو جائیں تو اس معاملے میں جمع مذاہب نہیں ہوتا مگر جب تک میں امامت نہ کروں۔ (ضعیف روایات سے مراد حنفیہ روایات ہیں)

کرامت نمبر 4

ایک دن ایک طالب نے آپ سے نسبتِ قادریہ کے لئے التجا کی آپ نے اس سلسلۂ عالیہ کا طریقہ ان کو تفویض فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر صحبت میں حاضر ہوا کرو، آپ نے اس شخص کی خاطر خود کو دو تین روز تک نسبتِ قادریہ میں رکھا اور اس کی برکتیں تفویض فرمائیں اور وہ لوگ جو آپ سے انوارِ نقشبندیہ کو اقتباس کیا کرتے تھے، ان دنوں خود کو معطل اور بے کار پا رہے تھے اور اپنے معاملے میں انقباض دیکھ رہے تھے اور اصل حقیقت سے واقف نہ تھے۔ مجبوراً انہوں نے آپ سے عرض کیا، آپ مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں دو تین دن سے مَیں، خود کو آپ سے الگ کر کے نسبتِ قادریہ کی تحصیل کے لئے فلاں طالب کی طرف متوجہ ہوں، اسی لئے تمھاری نسبت میں انقباض ہو گیا ہے اس کے بعد آپ ان کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایامِ گزشتہ کی تلافی فرما دی اور فیوض و برکات جو چلّوں میں بلکہ سالوں میں بھی ان کو حاصل نہ ہوتے وہ ان دنوں میں حاصل ہو گئے۔ سبحانہ اللہ! کیا تصرف تھا کہ اگر طالبوں میں تھوڑا سا

خلل ایک توجہ میں پیدا ہوا تو نیم نگاہ میں شروع سے آخر تک ان کا کام مکمل کر دیا۔

کرامت نمبر 5

وبائے طاعون کے غلبہ کے زمانہ میں ایک صاحب کے متعلق لوگوں نے نا خوش واقعات دیکھے تو حضرت کی خدمت میں عرض کئے آپ نے فرمایا کہ حصن حصین کا ختم کیا جائے۔اس شخص نے یہ ختم کیا اور عرض کیا۔آپ نے فاتحہ (دعا) پڑھی اور پڑھنے کے بعد ان سے فرمایا کہ فاتحہ کے پڑھتے وقت میں نے تمھارے گرد ایک قلعہ دیکھا کہ قائم کر دیا گیا ہے لیکن اس قلعہ کی بعض دیواریں صحیح نہیں ہیں، اس لئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ختم کے پڑھنے میں کوئی نقص واقع ہوا ہے۔اس شخص نے عرض کیا کہ جی ہاں حصن حصین کا وہ نسخہ بہت بدخط تھا، بعض مقامات پڑھے نہیں گئے اور غلط بھی تھا۔وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ ختم پڑھا اور پھر آ کر عرض کیا۔اب آپ نے فرمایا کہ یہ ختم دُرست ہوا اور پہلا ختم ایک دوسرے شخص کے لئے منتقل ہو گیا جو اس کے لئے دُرست ثابت ہوا یعنی وہ شخص سخت مرض (طاعون) میں مبتلا تھا کہ اطبأ اس کی بیماری سے مایوس ہو چکے تھے وہ جلد ہی صحت یاب ہو گیا اور وہ پہلا شخص بھی عافیت سے رہا۔

کرامت نمبر 6

ایک سفر میں حضرت ایک سرائے میں فروکش ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ مجھے دِکھایا گیا ہے کہ آج اس سرائے میں آگ لگ جائے گی اور سامان کے ساتھ گھر بھی جل جائیں گے۔احباب ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں کہ ہر شخص یہ دُعا پڑھے تا کہ وہ اور اس کا اسباب

آگ سے محفوظ رہے، وہ دُعا یہ ہے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ۔ ابھی تھوڑی دیر ہی نہ گزری تھی کہ اس سرائے کے بعض گھروں میں آگ لگ گئی اور ایسی شدت کے ساتھ کہ اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ ایسے شعلے اٹھے کہ اُن کا بجھانا مشکل ہوگیا لوگوں نے بہت بھاگ دوڑ کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بہت سے گھر جل گئے اور بہت سا اسباب تباہ ہوگیا لیکن احباب میں سے جس کسی نے وہ دُعا پڑھی وہ اور اس کا اسباب محفوظ رہا۔ مولانا عبدالمؤمن لاہوری جو بڑے فاضل تھے اور آپ کے مرید تھے، ان کا سامان جل گیا کیونکہ ان کو کسی نے خبر نہ دی تھی کہ حضرت نے فلاں دعا پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ پھر وہ خود بھی ہزار دِقت سے آپ کی خدمت میں پہنچ سکے۔

کرامت نمبر 7

مرزا مظفر جو سرہند کا فوجدار تھا اور قصبہ جیت پور میں تھا۔ ارادہ کر رہا تھا کہ سرکش پہاڑ والوں پر حملہ کرے۔ وہ ایک درویش سے رجوع کر کے بشارت کا طالب ہوا اس درویش نے فتح کی بشارت دی۔ اس کے بعد دل میں تردد پیدا ہوا اور اس نے حضرت مجدد کی خدمت میں خط لکھا اور اس بشارت کے متعلق آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس حملے میں فوجدار کو شکست ہوگی۔ بشارت دینے میں عجلت کی گئی ہے جب تک صبح کی سپیدی کی طرح کوئی بات ظاہر نہ ہوجائے، زبان پر نہیں لانا چاہیے۔ تین چار دن نہ گزرے ہوئے ہوں گے کہ اس فوجدار کی جنگ ان پہاڑ والوں سے چھڑ گئی اور اس کو شکست ہوئی اور اس کا علم اور نقارہ بھی چھین لیا گیا پھر وہ پریشانی اور حیرانی سے واپس ہوا۔

کرامت نمبر 8

حضرت کے مخلصین میں سے ایک تاجر تھا، اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں آ گیا لیکن کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، جو دنیا میں میری یادگار رہتا، آپ اس معاملے میں توجہ فرمائیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر کے لئے مراقبے میں سر جھکایا پھر فرمایا کہ تجھے اس بیوی سے جو تو رکھتا ہے لوحِ محفوظ میں کوئی فرزند نہیں، اگر دوسری شادی کرو گے تو اس سے فرزند پیدا ہوں گے۔ اتفاق یہ ہوا کہ اس کی پہلی بیوی فوت ہو گئی۔ اس نے دوسری شادی کی اور اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بعد میں اس کی یادگار بنے۔

کرامت نمبر 9

مولانا محمد امین نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ نواب شیر خواجہ اپنے والد کی طرف سے سیّد ہے لیکن والدہ کی طرف سے خواجہ زادہ ہے اور اس کے آبا ٔ واجداد باہر سے بلند مرتبہ ہو کر آئے تھے، حضرت توجہ فرما دیں کہ اس شخص میں شراب نوشی اور فسق و فجور کی کثرت دامن گیر ہے، آپ اسے اس ورطۂ ہلاکت سے نکال دیں اور اصلاح فرما دیں کیونکہ وہ بڑے امیروں میں ہے اگر وہ اصلاح پا جائے گا تو اس کے لشکریوں میں کثیر جماعت اصلاح پا سکے گی چونکہ اس کے حقوق میرے ذمے ہیں، اس لئے آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں۔ حضرت نے خاموشی اختیار کی لیکن مولانا نے جب یہ بار بار التماس کی اور بہت عاجزی وانکساری ظاہر کی تو آپ نے ایک توجہ فرمائی اور فرمایا کہ مولانا! میں شیر خواجہ کے حال کی طرف متوجہ ہوا تھا، فسق و فجور کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، مَیں نے بہت توجہ کی کہ اسے وہاں سے باہر لے آؤں، بالفعل میرا قابو نہ چل سکا لیکن (انشاءاللہ) آخر

مَیں اس کو اپنی طرف کھینچ لاؤں گا۔

اس ارشاد کے بعد بہت عرصہ گزر گیا اور جب بادشاہ دین پناہ، صاحبِ قرآن، شاہجہان سلمہ الرحمٰن کی سلطنت کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے شیر خواجہ کو توفیق بخشی کہ وہ تمام ممنوعات سے تائب ہو گیا اور اس نے خود کو طاعت اور عبادت میں مشغول کر لیا۔ اتفاق سے اسے صوبہ ٹھٹھہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا لیکن جب وہ سرہند کے قریب پہنچا تو بیمار ہو گیا اور سرہند کے جوار میں فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹے اس کا جنازہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے روضۂ انور کے قریب لائے اور وہیں اسے دفن کر دیا۔ حضرت مجدد نے جو فرمایا تھا: ''آخر میں اس کو اپنی طرف کھینچ لاؤں گا'' وہ اس طرح ظاہر ہوا۔

کرامت نمبر 10

لوگ کہتے ہیں کہ شیخ حسین اندجانی نقشبندی نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا فتنہ برپا ہو گا اور جہانگیر کی سلطنت میں فتور پیدا ہو گا۔ انہوں نے یہ کشف خان اعظم سے بیان کیا اور یہ بات حضرت مجدد تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! ایسا ہی تھا جیسا کہ شیخ حسین پر ظاہر ہوا تھا لیکن ہم نے اس فتنے کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ چند روز گزرے تھے کہ شاہزادہ خسرو نے بغاوت کی اور اس کے ساتھ بہت سے اُمرأ اور اغنیأ حامی ہو گئے اور ملک میں فتنہ برپا ہو گیا بادشاہ جہانگیر نے اس کا پیچھا کیا، شاہزادہ نے گوبندوال کے نزدیک شکست کھائی اور دریائے چناب کے کنارے گرفتار ہوا اور اس طرح حضرت مجدد کے فرمانے کے مطابق وہ فتنہ فرو ہوا۔

کرامت نمبر 11

لوگ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں شاہزادہ خسرو نے بغاوت کی تھی بعض امرائے نے بادشاہ سے کہا کہ اس نے مرتضےٰ خان کے مشورہ سے ایسا کیا ہے اور وہ بادشاہ کے خاص معتمدوں میں سے تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ مرتضےٰ خان کو اس کے تعاقب میں بھیجنا چاہیے یا تو وہ اس کو پکڑ کر لے آئے گا یا خود ہی مارا جائے گا۔ حضرت مجدد نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ مرتضےٰ خان ہمارے خانوادہ سے محبت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ کے مروج بھی ہیں، اس لئے ان کی مدد بھی کرنی چاہیے۔ آپ متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ اس جنگ میں مرتضےٰ خان کی فتح ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

☆ ☆ تمت بالخیر ☆ ☆

حرفِ آخر

حضرت قبلہ پیرومرشد والدگرامی سیّد محمد مسعود الحسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شدید خواہش تھی کہ یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہو جائے لیکن وقت اجل نے مہلت نہ دی اور یہ کتاب ان کی رحلت کے بعد قدرے تاخیر سے شائع ہو رہی ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ کتابت کی غلطیاں نہ ہوں اور اس کے لئے پروف ریڈنگ بڑی احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اگر دوران مطالعہ آپ نے کوئی لفظی غلطی محسوس کی ہے تو اس سے آگاہ کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کو درست کر دیا جائے۔اس کتاب کو صاحبان ذوق واہل طریقت تک پہنچانے میں محمد مستحسن رشید اور ان کی زوجہ محترمہ کا بہت حصہ ہے، جنہوں نے ازحد محنت کے ساتھ کمپوزنگ کی۔اس سلسلہ میں جناب شفیق احمد اعجاز نے بھی ان کی معاونت کی، جس کے لئے یہ تمام حضرات خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے بے لوث جذبے کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ان کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

پیر سید ظفر مسعود شاہ صاحب

پیر سید بدر مسعود شاہ صاحب

پیر سید طارق مسعود شاہ صاحب

سب سے پہلے اہلِ سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامتی وعافیت عطا کرے۔

سعادتِ دارین سیدِ کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا واکملہا کی اس متابعت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بیان کیا ہے سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔

دوسرے نمبر پر حلال وحرام، فرض وواجب، سنت ومستحب اور مباح ومشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دو اعتقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی کرم فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ کمینی دنیا اس لائق نہیں کہ اسے اپنا مطلوب بنالیں اور نہ مال وجاہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے دیا جائے۔ بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیلہ یا باوسیلہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔ ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ   ترجمہ: اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے۔ 75/1

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ

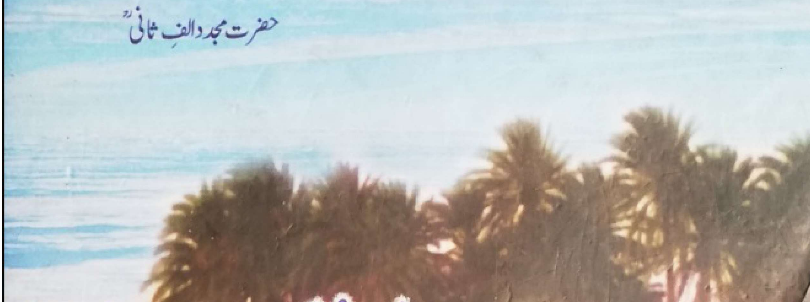

جماعت خدّام اہلِ سُنّت والجماعت (رجسٹرڈ)

توضیحاتِ مجددیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ ۝۳ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۴ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ
اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۵ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِیْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۵ غَیْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

مؤلف

سیّد محمد مسعود الحسن رحمۃ اللہ علیہ